RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED
۲۵ ا۳۳

سرمۂ چشم آریہ

CHECKED

مصنفہ

مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور

حسب فرمائش

کتب خانہ اسلامی پنجاب لاہور

سنہ ۱۸۹۳ء

CHECKED 1995
Checked 1987

اسلامیہ پریس لاہور میں باہتمام کرم بخش مہتمم مطبع طبع ہوا

قیمت

سرمہ چشم آریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

اے دلبر و دستان و دلدار — وے جانِ جہان نور انوار
لرزان ز تجلّیت دل و جان — حیران ز رخت قلوب و ابصار
در ذاتِ تو جز تحیّرے نیست — ہنگامِ نظر نصیب افکار
در غیبے و قدرتت ہویدا — پنہانی و کارِ تو نمودار
دوری و قریب تر ز جان ہم — نوری و نہان تر از شبِ تار
آن کیست کہ منتہائے تو یافت — وآن گو کہ شود محیطِ اسرار
کردی دو جہان عیان ز قدرت — بے مادہ و بے نیاز انصار
واین طرفہ کہ ہیچ کم نگردد — با آنکہ عطائے تست بسیار
حسنِ تو غنی کند ز ہر حسن — مہرِ تو بخود کشد ز ہر یار
حسنِ نمکینت ار نبودے — از حسن نبودے ہیچ آثار

شوخی ز تو یافت روے خوبان   رنگ از تو گرفت گل بہ گلزار
سیمین ذقنان کہ سیب دارند   آمد ز ہمان بلند اشجار
این ہر دو از آن دیار آیند   گیسوے بتان و مشک تاتار
از بہر نمائش جمالت   بینیم ہمہ چیز آئینہ دار
ہر برگ صحیفۂ ہدایت   ہر جوہر و عرض شمع بردار
ہر نفس بتو رہے نمائید   ہر جان بدہ بد صلاح این کار
ہر ذرہ فشاند از تو نورے   ہر قطرہ براند از تو انہار
ہر سو ز عجائب تو شورے   ہر جا ز غرائب تو اذکار
از یاد تو نورہا بہ بینم   در حلقۂ عاشقان خونبار
آنکس کہ بہ بند عشقت افتاد   دیگر نہ شنید پند اغیار
اے مونس جان چہ دوستانی   کز خود بر بودیم بہ یکبار
از یاد تو این دلے بہ غم غرق   دارد گہرے نہان صدف وار
چشم و سر ما فدائے رویت   جان و دل ما بتو گرفتار
عشق تو بہ نقد جان خریدیم   تا دم نزند دگر خریدار
غیر از تو کہ سر زدے ز جیبم   در ہیچ دلم نماند دیّار
عمریست کہ ترک خویش و پیوند   کردیم و دمے جز از تو دشوار

ہزار ہزار شکر اُس قادرِ مطلق کا جسنے انسان کی روح اور ہر ایک مخلوق اور ہر ذرہ کو محض ارادہ کی طاقت سے پیدا کرکے وہ استعدادیں اور قوتیں اور خاصیتیں اُنمیں رکھیں جنپر غور کرنے سے ایک عجیب عالم عظمت اور قدرت الٰہی کا نظر آتا ہے اور جنکے دیکھنے اور سوچنے سے معرفت الٰہی کا کامل دروازہ کھلتا ہے اُسی قادرِ توانا کی مدح اور حمد میں محو رہنا چاہئے جسکی ایجاد کے بغیر کوئی ایک چیز بھی موجود نہیں ہوئی وہی ایک ذات عجیب الحکمت عظیم القدرت ہے جسکی فقط حکمی طاقت سے جو کچھ وجود رکھتا ہے پیدا ہو گیا ہر ایک ذرہ انت ربی انت ربی کی آواز سے زبان کشا ہے ہر ایک جان انت مالکی انت مالکی کی شہادت سے نغمہ سرا ہے وہی حکیم

مطلق ہے جسنے انسانی روحونکو ایک ایسا پرمنفعت جسم بخشا کہ جو اس جہان میں کمالات حاصل کرنے اور اُس جہان میں اُنکا پورا پورا حظ اُٹھانے کے لئے بڑا بھاری یار و مددگار ہے روح اور جسم دونو ملکر اُسکے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور ظاہری باطنی دونو قوتیں اُسکی شہادت دے رہی ہیں وہی محسن حقیقی ہے جسنے وفاداری سے ایمان لانے والونکو ہمیشہ کی رستگاری کی خوشخبری دی اور اپنے صادق عارفوں اور سچے محبّوں کے لئے اُس جنت دائمی کا وعدہ دیا جو بدرجہ اکمل و اتم مظہر العجائب ہے جسکی نہریں اِسی دنیوی حیات میں جوش زنا شروع کرتی ہیں جسکے درخت اِسی جگہ کی آبپاشی سے نشوونما پاتے جاتے ہیں اُسکی قدرت و حکمت ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہے اور اُسکی حفاظت جو ہر یک چیز کے شامل حال ہے اُسکی عام خالقیت پر گواہ ہے اُسکی حکیمانہ طاقتیں بے انتہا ہیں کون ہے جو اُنکی تہ تک پہنچ سکتا ہے اُسکی قادرانہ حکمتیں عمیق در عمیق ہیں کون ہے جو اُنپر احاطہ کرسکتا ہے ہر یک چیز کے اندر اُسکے وجود کی گواہی چھپی ہوئی ہے ہر یک مصنوع اُس صانع کامل کی راہ دکھلا رہا ہے موجود بوجود حقیقی وہی ایک رب العالمین ہے اور باقی سب اُس سے پیدا اور اُسکے سہارے سے قائم اور اُسکی قدرتوں کے نقش قدم ہیں ٭

کسقدر ظاہر ہے نور اُس مبدا الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھکر میں سخت بےکل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُسمیں جمال یار کا

اُس بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تونے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اُس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تونے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اُس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اُس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھونکو حائل ہوگئی سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز — جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں — تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایکدم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا — جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچے میں لے جلدی خبر — خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

بعد اسکے اور بعد صلوٰۃ وسلام بر نبی کریم خیر الانام محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین اور اُسکی آل و اصحاب مطہرین و مہذبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ عاجز مؤلف کتاب **براہین احمدیہ** خدمت میں طالبین حق کے گذارش کرتا ہے کہ مارچ ۱۸۸۶ء کے مہینے میں جبکہ یہ عاجز بمقام ہوشیار پور مقیم تھا لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائینگ ماسٹر سے جو آریہ سماج ہوشیار پور کے ایک اعلیٰ درجہ کے رکن اور مدار المہام ہیں مباحثہ مذہبی کا اتفاق ہوا وجہ اسکی یہ ہوئی کہ ماسٹر صاحب موصوف نے خود آکر درخواست کی کہ تعلیم اسلام پر میرے چند سوالات ہیں اور چاہتا ہوں کہ پیش کروں چونکہ یہ عاجز ایک زمانہ دراز کی تحقیق اور تدقیق کے رو سے خوب جانتا ہے کہ عقائد حقہ اسلام پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور جس کسی بات کو کوئی کوتہ اندیش مخالف اعتراض کی صورت میں دیکھتا ہے وہ درحقیقت ایک بھاری درجہ کی صداقت اور ایک عالی مرتبہ کی حکمت ہوتی ہے جو اسکی نظر بیمار سے چھپی رہتی ہے اسلئے باوجود شدت کم فرصتی میں نے مناسب سمجھا کہ ماسٹر صاحب کو اُنکے اعتراضات کی حقیقت ظاہر کرنیکے لئے مدد دوں اور بطور نمونہ اُنکو دکھلاؤں کہ **وید** اور **قرآن شریف** میں سے کونسی کتاب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور شوکت اور شان کے مطابق ہے اور کس کتاب پر سچے اور واقعی اعتراضات وارد ہوتے ہیں سو اس غرض سے ماسٹر صاحب کو کہا گیا کہ اگر آپکو مذہبی بحث کا کچھ شوق ہے تو ہمیں بسر و چشم منظور ہے لیکن مناسب ہے کہ دونو فریق کے اصول کی حقیقت کھولنے کی غرض سے ہر دو فریق کی طرف سے سوالات پیش ہوں تا کوئی شخص جو اُن سوالات وجوابات کو پڑھے اُسکو دونو مذہبوں کے جانچنے اور پرکھنے کے لئے موقع ملے چنانچہ بمنظوری جانبین اسی التزام سے بحث شروع ہوئی اول گیارہ مارچ ۱۸۸۶ء کی رات میں اس عاجز کے مکان فرودگاہ پر ماسٹر صاحب کیطرف سے ایک تحریری اعتراض شق القمر کے بارہ میں پیش ہوا اور پھر چودھویں مارچ ۱۸۸۶ء کو دن میں اس عاجز کیطرف سے آریہ صاحبوں کے اس

اصول پر اعتراض پیش ہوا کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی اور نہ وہ کسی روح کو خواہ کوئی کیسا ہی استباز اور وفادار اور سچا پرستار ہو ہمیشہ کے لئے جنم مرن کے عذاب سے نجات بخشیگا۔ ان دونو بحثوں کے وقت یہ بات طے ہو چکی تھی کہ جواب الجواب کے جواب تک بحث ختم ہو اُس سے پہلے نہو لیکن ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب نے شرائط قرار یافتہ کو کچھ بھی ملحوظ نہ رکھا پہلے جلسہ میں جو گیارہ مارچ ۱۸۸۶ء کو بوقت شب ہوا تھا اُنکی طرف سے یہ نا انصافی ہوئی کہ جب جواب الجواب کے جواب کا وقت آیا جسکی تحریر کے لئے وہ آپ ہی فرما چکے تھے تو ماسٹر صاحب نے رات بڑی چلی جانیکا عذر پیش کیا ہر چند اس عاجز اور اکثر حاضرین نے سمجھایا کہ اے ماسٹر صاحب ابھی رات کچھ ایسی بڑی نہیں گئی ہم سب پر رات کا برابر اثر ہے مگر اقرار کے برخلاف کرنا اچھی بات نہیں جواب ضرور تحریر ہونا چاہئے لیکن وہ کچھ بھی ملتفت نہوئے آخر ہوا جد تمام حاضرین کہا گیا کہ یہ جواب تحریر ہونے سے رہ نہیں سکتا اگر آپ اِسوقت اِسکو ٹالنا چاہتے ہیں تو بالضرور اپنے طور پر رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائیگا چنانچہ اُنہوں نے طوعاً و کرہاً بطور خود لکھا جانا تسلیم کیا پر اسی جلسہ میں وہ تحریر ہو کر پیش ہونا اُنکو بہت ناگوار معلوم ہوا جسکی وجہ سے وہ بلا توقف اُٹھ کر چلے گئے یہ بات تھی کہ ماسٹر صاحب کو یہ فکر پڑی کہ اگر اُسیوقت جواب الجواب کا جواب پیش ہوا تو خدا جانے مجھے کیا کیا ندامتیں اُٹھانی پڑینگی غرض جلسہ تو اِسطور پر ختم ہوا اور اسکے تمام واقعات جو اِس مضمون میں مندرج ہیں اُنکی شہادت حاضرین جلسہ جنکے نام حاشیہ میں درج ہیں دے سکتے ہیں ٭ اب دوسرا جلسہ جو چودھویں مارچ ۱۸۸۶ء میں دن کے وقت شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم ہوشیارپور کے مکان پر ہوا اُسکی بھی کیفیت سنئے۔ اول حسب قرارداد اِس عاجز

٭ **حاشیہ** حاضرین جلسہ بحث گیاراں مارچ کے نام یہ ہیں میاں شتروگہن صاحب پسر کلاں راجہ رودر سین صاحب والی ریاست سوکیت حال وارد ہوشیارپور۔ میاں شتربجی صاحب پسر خورد راجہ صاحب موصوف میاں جنجی جی صاحب پسر خورد ترراجہ صاحب۔ بابو مولراج صاحب نقشہ نویس لالہ آتم چھمن صاحب ہیڈ ماسٹر لودہیانہ بابو ہرکشن داس صاحب سکینڈ ماسٹر ہوشیارپور اسجگہ یہ تذکرہ لکھا جاتا ہے کہ میاں شتروگہن صاحب نے کئی بار ماسٹر صاحب کیخدمت میں التجا کی کہ آپ جواب الجواب کا جواب لکھنے دیں ہم لوگ بخوشی بیٹھینگے ہمیں کسی نوع سے تکلیف نہیں بلکہ ہمیں جواب سننے کا شوق ہے ایسا ہی کئی ہندو صاحبوں نے یہ منشا ظاہر کیا مگر ماسٹر صاحب نے کچھ ایسی مصلحت سوچی کہ کسیکی بات کو نہ مانا اور اُٹھ کر چلے گئے ٭ مؤلف

کیطرف سے ایک تحریری اعتراض پیش ہوا جسکا مطلب یہ تہا کہ خدا تعالی کی خالقیت سے انکار
کرنا اور پھر اسی کے التزام سے جاودانی نجات سے منکر رہنا جو آریہ سماج والونکا اصول ہے اس سے
خدا تعالی کی توحید و رحمت دونوں دور ہوتی ہیں جب یہ اعتراض جلسۂ عام میں سنایا گیا تو ماسٹر صاحب پر
ایک عجیب حالت طاری ہوئی جسکی کیفیت کو ماسٹر صاحب ہی کا جی جانتا ہوگا اور نیز وہ سب
لوگ جو فہیم اور زیرک حاضر جلسہ تھے معلوم کر گئے ہونگے ماسٹر صاحب کو اُسوقت کچھہ بھی سوجہتا
نہیں تھا کہ اسکا کیا جوابدیں سو ناچار حیلہ جوئی کی غرض سے گھنٹہ سوا گھنٹہ کے عرصہ تک یہی
عذر پیش کرتے رہے کہ یہ سوال ایک نہیں ہے بلکہ دو ہیں تو اسکے جواب میں عرض کر دیا گیا - کہ
حقیقت میں سوال ایک ہی ہے یعنی خدا تعالی کی خالقیت سے انکار کرنا اور مکتی میعادی اُسی
خراب اصول کا ایک بد اثر ہے جو اُس سے الگ نہیں ہو سکتا اس جہت سے دونوں ٹکڑے سوال
کے حقیقت میں ایک ہی ہیں کیونکہ جو شخص خدا تعالی کی خالقیت سے منکر ہوگا اسکے لئے ممکن
نہیں کہ ہمیشہ کی نجات کا اقرار کر سکے سو انکار خالقیت اور انکار نجات جاودانی باہم لازم و ملزوم
ہے اور ایکدوسرے سے پیدا ہوتا ہے سو در حقیقت جو شخص یہ ثابت کرنا چاہے کہ خدا تعالی کے
رب العالمین اور خالق ہونیمیں کچھہ حرج نہیں اُسکو یہ ثابت کرنا بھی لازم آجائیگا کہ خدا تعالی کے کامل
بندوں کا ہمیشہ جنم مرن کے عذاب میں مبتلا رہنا اور کبھی دائمی نجات نہ پانا یہ بھی کچھہ مضائقہ کی بات
نہیں غرض بعد بہت سے سمجہانیکے پھر ماسٹر صاحب کچھہ سمجھے اور جواب لکھنا شروع کیا اور تین
گھنٹہ تک بہت سے وقت اور غم و غصہ کے بعد ایک ٹکڑہ سوال کا جواب قلم بند کر کے سنایا اور
دوسرے ٹکڑہ کی بابت جو مکتی کے بارہ میں تھا یہ جوابدیا کہ اسکا جواب ہم اپنے مکانپر جاکر لکھہ کر
بھیجدینگے چنانچہ اسطرف سے ایسا جواب لینے سے انکار رہوا اور عرض کر دیا گیا کہ آپنے جو کچھہ
لکھنا ہے اسی جلسہ میں حاضرین کے روبرو تحریر کریں اگر گھر میں بیٹھکر لکھنا تھا تو پھر اس جلسۂ بحث کی
ضرورت ہی کیا تھی مگر ماسٹر صاحب نے مانا اور کیونکر مانتے انکی تو اُسوقت حالت ہی اور ہو رہی تھی
اب قصہ کوتاہ یہ کہ جب کسی طور سے ماسٹر صاحب نے لکھنا منظور نہ کیا تو ناچار پھر یہ کہا گیا کہ جسقدر
آپنے لکھا ہے وہی ہمکو دیں تا اُسکا ہم جواب الجواب لکھیں تو اسکے جواب میں اُنہوں نے بیان
کیا کہ اب ہماری سماج کا وقت ہے اب ہم بیٹھہ نہیں سکتے ناچار جب وہ جانیکے لئے مستعد ہوئے تو

انکو کہا گیا کہ آپ نے یہ اچھا نہیں کیا کہ جو کچھ باہم عہد ہو چکا تھا اُسکو توڑ دیا نہ آپ پورا جواب لکھا اور نہ ہمیں اب جواب الجواب لکھنے دیتے ہیں خیر بدیں وجہ ناچاری یہ جواب الجواب بھی بطور خود تحریر کر کے رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائیگا چنانچہ یہ بات سنتے ہی ماسٹر صاحب معہ اپنے رفیقوں کے اُٹھ کر چلے گئے اور حاضرین جلسہ جنکے نام حاشیہ میں درج ہیں بخوبی معلوم کر گئے کہ ماسٹر صاحب کی یہ تمام کارروائی گریز اور کنارہ کشی کے لئے ایک بہانہ تھی۔

٭ اب ہم قبل اسکے کہ ماسٹر صاحب کا پہلا سوال جو شق القمر کے بارہ میں ہے تحریر کریں صفائی بیان

٭ **حاشیہ** نام حاضرین جلسہ جو ماسٹر صاحب کی بیجا کارروائی کے گواہ ہیں شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم ہوشیارپور مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل ہوشیارپور ڈاکٹر مصطفٰے علی صاحب بابو احمد حسین صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہوشیارپور۔ میاں عبداللہ صاحب حکیم۔ میاں شہاب الدین صاحب دفعدار۔ لالہ نرائن داس صاحب وکیل۔ پنڈت جگن ناتھ صاحب وکیل۔ لالہ رام لچھمن صاحب ہیڈ ماسٹر لودہیانہ۔ بابو ہرکشن داس صاحب سیکنڈ ماسٹر۔ لالہ گنیش داس صاحب وکیل۔ لالہ سیتا رام صاحب مہاجن۔ میاں شترگہن صاحب پسر کلاں راجہ صاحب سوکیت۔ میاں شترن جی صاحب پسر خورد راجہ صاحب موصوف۔ منشی گلاب سنگھ صاحب سررشتہ دار۔ مولوی غلام رسول صاحب مدرس۔ مولوی فتح الدین صاحب مدرس۔ ان تمام حاضرین کے روبرو لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر نے ہر ایک بات میں نا انصافی کی اس عاجز نے اپنا اعتراض ایک گھنٹہ کے قریب سنا دیا تھا مگر انہوں نے تین گھنٹہ تک وقت لیا اور پھر بھی اعتراض کا ایک ٹکڑہ چھوڑ گئے اصلی منشا انکا یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسیطرح دن گذر جائے اور اس بلا سے نجات پائیں مگر دن انکا دشمن بھی تیسرے حصہ کے قریب سر پر کھڑا تھا اور واضح ہے کہ ماسٹر صاحب کا یہ عذر کہ اب ہماری سماج کا وقت آگیا ہے بالکل عبث اور کچا بہانہ تھا اول تو ماسٹر صاحب نے پہلے کوئی شرط ایسی نہیں کی تھی کہ جب سماج کا وقت ہوگا تو بحث کو درمیان چھوڑ کر چلے جائینگے ماسوائے اسکے یہ تو دین کا کام تھا اور جن لوگوں نے سماج میں حاضر ہونا تھا وہ تو سب موجود تھے بلکہ بہت سے ہندو اور مسلمان اپنا اپنا کام چھوڑ کر اسی غرض سے حاضر تھے اور تمام صحن مکان کا حاضرین سے بھرا ہوا تھا سو اگر ماسٹر صاحب کی نیت میں فرق نہ ہوتا تو اسی جلسہ عظیمہ کو جو صدہا آدمیوں کا مجمع تھا سماج سمجھا ہوتا علت غائی جلسوں کی لکچر وغیرہ ہی ہوا کرتی ہے سو وہ تو اس جگہ ایسی میسر تھی کہ جو سماج میں کبھی میسر آئی ہوگی ماسوائے اسکے جب ماسٹر صاحب نے بہت سا حصہ وقت کا

کے لئے ایک مقدمہ لکھتے ہیں یہ مقدمہ درحقیقت اُسی مضمون کا ایک حصہ ہے جسکو ہمنے جلسہ بحث گیارہویں مارچ ۱۸۸۶ء میں ماسٹر صاحب کے جواب الجواب کے رد میں لکھنا چاہا تھا مگر بوجہ عہد شکنی ماسٹر صاحب اور چلے جانے اُنکے اور برخاست ہو جانے جلسہ بحث کے لکھ نہ سکے ناچار حسب وعدہ اب لکھنا پڑا سو کچھ اُسمیں سے اِسجگہ اور کچھ جیسا کہ مناسب محل و ترتیب ہوگا بعد میں لکھیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ ہو نعم المولیٰ و نعم النصیر ۞

بقیہ حاشیہ صرف باتوں ہی میں ضائع کر کے پھر بہت سی سستی اور آہستگی سے جواب لکھنا شروع کیا تو اُسی وقت ہم سمجھ گئے تھے کہ آپکی نیت میں خیر نہیں ہے اسی خیال سے اُنکو کہا تھا کہ بہتر یوں ہے کہ جو جو ورق آپ لکھتے جائیں وہ مجھے دیتے جائیں تا میں اُسکا جواب الجواب بھی لکھتا جاؤں اس انتظام سے دونوں فریق جلد تر فراغت کر لینگے مگر اُنکا تو مطلب ہی اور تھا وہ کیونکر ایسے انصاف کی باتوں کو قبول کرتے سو اُنہوں نے انکار کیا اور لالہ رام لچھمن صاحب اُنکے رفیق نے مجھے کہا کہ میں آپکی غرض کو سمجھ گیا لیکن ماسٹر صاحب ایسا کرنا نہیں چاہتے چنانچہ وہی بات ہوئی اور اخیر پر ناتمام کام چھوڑ کر سماج کا عذر پیش ہو گیا اگر کوئی دنیا کا مقدمہ یا کام ہوتا تو ماسٹر صاحب ہزار دفعہ سماج کے وقت کو چھوڑ دیتے پر سچ تو یہ ہے کہ سماج کا عذر تو ایک بہانہ ہی تھا اصل موجب تو وہ گھبراہٹ تھی جو اعتراض کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ماسٹر صاحب کے دل پر ایک عجیب کام کر رہی تھی اسی باعث سے پہلے ماسٹر صاحب نے باتوں میں وقت کھویا اور اعتراض کو سنتے ہوئے ایسے گھبرا گئے اور کچھ ایسے مبہوت سے ہو گئے کہ چہرہ پر پریشانی کے آثار ظاہر تھے اور ناکارہ عذرات پیش کر کے یہ چاہا کہ بغیر تحریر جواب اُٹھکر چلے جائیں اسیوجہ سے لوگ تحریر جواب سے ناامید ہو کر متفرق ہو گئے اور بعض یہ کہتے ہوئے اُٹھ گئے کہ اب کیا بیٹھیں اب تو بحث ختم ہو گئی آخر ماسٹر صاحب طوعًا و کرہًا حاضرین کی شرم سے کچھ لکھا جسکا آدھا دھڑ تو ماسٹر صاحب کے کاغذ پر اور آدھا اُنکے دل میں ہی رہا بہرحال وہ اپنے جواب کو اسی جانکندن میں چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے ماسٹر صاحب کو اُٹھتے وقت مینے یہ بھی کہا کہ اگر آپ اِس وقت کسی نوع سے ٹھہرنا مصلحت نہیں سمجھتے تو میں دو روز اور اِسجگہ ہوں اور اپنا اوقات اِسی خدمت میں صرف کر سکتا ہوں لیکن اُنہوں نے جواب دیا کہ فرصت نہیں اخیر پر ہم یہ بھی ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب جو کچھ گھر پر جا کر لکھینگے ہمیں کچھ اطلاع نہیں اِسلئے ہم اُسکی نسبت کچھ تحریر کرنے سے معذور ہیں منہ

مقدمہ

ماسٹر صاحب نے اسلام کے عقیدہ پر شق القمر کا اعتراض پیش کیا ہے اور اس اعتراض سے انکا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آجکل کے نو تعلیم یافتہ لوگ انگریزی فلسفہ کے پھیلنے کی وجہ سے اُن سب عجائبات سماوی و ارضی کو قانون قدرت کے برخلاف سمجھتے ہیں جنپر انکی عقل محیط نہیں ہو سکتی اور جنکو اُنہوں نے بچشم خود دیکھا اور نہ اپنے فلسفہ کی کتابوں میں اُسکا اثر یا نشان پایا اسلئے ماسٹر صاحب نے یہ اعتراض پیش کر دیا تا فلسفی طبع لوگ جنکے دل و دماغ پر خیالات فلسفہ غالب آ رہے ہیں خواہ نخواہ شق القمر کے محال ہونے میں انکے ساتھ ہاں کے ساتھ ہاں ملائیں اور گو انکی بات کیسی ہی اُدھوری اور بودی ہو مگر پنچایت کے اتفاق سے کچھ آب و رنگ آ وے سو اول ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ اہل اسلام کی نظر میں ایسا امر نہیں ہے کہ جو مدار ثبوت اسلام اور دلیل اعظم حقانیت کلام اللہ کا ٹھہرایا گیا ہو بلکہ ہزار ہا شواہد اندرونی و بیرونی و صد ہا معجزات و نشانوں میں سے یہ بھی ایک قدرتی نشان ہے جو تاریخی طور پر کافی ثبوت اپنے ساتھ رکھتا ہے جسکا ذکر انشاء اللہ عنقریب آئیگا سو اگر تمام کھلے کھلے ثبوتوں سے چشم پوشی کر کے فرض بھی کر لیں کہ یہ معجزہ ثابت نہیں ہے اور آیت کے اُسطور پر معنی قرار دیں جسطور پر حال کے عیسائی و نیچری یا دوسرے منکرین خوارق کرتے ہیں تو اسصورت میں بھی اگر کچھ حرج ہے تو شاید ایسا ہے کہ جیسے بیس کروڑ روپیہ کی جائداد میں سے ایک پیسے کا نقصان ہو جائے پس اس تقریر سے ظاہر ہے کہ اگر بفرض محال اہل اسلام تاریخی طور پر اس معجزہ کو ثابت نہ کر سکیں تو اس عدم ثبوت کا اسلام پر کوئی بد اثر نہیں پہنچ سکتا سچ سچ تو یہ ہے کہ کلام الٰہی نے مسلمانوں کو دوسرے معجزات سے کلّی بے نیاز کر دیا ہے وہ نہ صرف اعجاز بلکہ اپنی برکات و تنویرات کے رو سے اعجاز

حاشیہ۔ معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں (۱) معجزات عقلیہ (۲) معجزات علمیہ (۳) معجزات برکات روحانیہ (۴) معجزات تصرفات خارجیہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ کی معجزات خواص ذاتیہ قرآن ہیں جو ہر ایک سے نہایت عالیشان اور بدیہی الثبوت ہیں جنکو ہر یک زمانہ میں ہر یک شخص تازہ بتازہ طور پر چشم دید ماجرا کیطرح دریافت کر سکتا ہے لیکن نمبر ۴ کو معجزات یعنی تصرفات خارجیہ بیرونی خوارق ہیں جنکو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے اصل غرض جو حال قرآن شریف کا ہے تینوں قسم کے معجزات سے وابستہ ہے بلکہ ہر ایک کلام الٰہی کا یہی نشان اعظم ہے کہ یہ تینوں قسم کے معجزات کیقدر اسمیں پائے جائیں اور قرآن شریف میں تو یہ ہر قسم کو اعجاز اعلیٰ و اکمل و اتم طور پر پائے جاتے ہیں اور انہیں کو قرآن شریف اپنی بے مثل مانند ہونیکی اثبات میں بار بار پیش کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے قل

آفرین بھی ہے فی الحقیقت قرآن شریف اپنی ذات مین ایسی صفات کمالیہ رکھتا ہے جو اُسکو
خارجیہ معجزات کی کچھ بھی حاجت نہین۔ خارجیہ معجزات کے ہونے سے اُسمین کچھ زیادتی نہین ہوتی
اور نہونے سے کوئی نقص عائد حال نہین ہوتا۔ اسکا بازارحسن معجزات خارجیہ کے زیور سے رونق پذیر
نہین۔ بلکہ وہ اپنی ذات مین آپ ہی ہزارہا معجزات عجیبہ وغریبہ کا جامع ہے جنکو ہر یک زمانہ کے
لوگ دیکھ سکتے ہین نہ یہ کہ صرف گذشتہ کا حوالہ دیا جائے وہ ایسا ملیح الحُسن محبوب ہے کہ ہر یک چیز
اُس سے ملکہ آرایش پکڑتی ہے اور وہ اپنی آرائش مین کسی کی آمیزش کا محتاج نہین ؎

ہمہ خوبان عالم را بزیورہا بیارایند تو سیمین تن چنان خوبی کہ زیورہا بیارائی

پھر ماسوا اسکے سمجھنا چاہئیے کہ جو لوگ شق القمر کے معجزہ پر حملہ کرتے ہین اُنکے پاس صرف یہی ایک
ہتھیار ہے اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا کہ شق القمر قوانین قدرتیہ کے برخلاف ہے اسلئے مناسب معلوم ہوا
کہ اول ہم اُنکے قانون قدرت کی کچھ تفتیش کرکے پھر وہ ثبوت تاریخی پیش کرین جو اس واقعہ کی صحت پر

بقیہ حاشیہ لئن اجتمعت الجن والانس علے ان یاتوا بمثل ھذا القرآن
لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا یعنی اِن منکرین کو کہدے کہ اگر تمام جن
وانس یعنی تمام مخلوقات اِس بات پر متفق ہو جائے کہ اِس قران کی کوئی مثل بنانی چاہئے تو وہ ہرگز اِس بات پر
قادر نہین ہونگے کہ ایسی ہی کتاب اِنہین ظاہری باطنی خوبیون کی جامع بنا سکین۔ اگرچہ وہ ایک
دوسرے کی بھی مدد کرین۔ اور پھر دوسرے مقام مین اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ما فرطنا
فی الکتاب شیئ یعنے اِس کتاب (قرآن شریف) سے کوئی دینی حقیقت باہر نہین ہی بلکہ یہہ جمیع
حقائق ومعارف دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے ونزلنا علیك الکتاب تبیانا
لکل شیئ یعنے یہ کتاب (قرآن شریف) تمام علوم ضروریہ پر مشتمل نازل فرمائی ہے اور پھر فرماتا ہے
یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ یعنے یہ قرآن شریف وہ پاک اوراق ہین جن مین تمام
آسمانی کتابون کا مغز اور سب لباب بھرا ہوا ہے اور پھر فرماتا ہے وان کنتم فی ریب مما
نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا
النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین یعنی اے منکرین اگر تم
اُس کلام کے بارہ مین جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے کچھ شک مین ہو یعنی اگر تم اُسکو خدا کا کلام

دلالت کرتے ہین سو جاننا چاہیے کہ نیچر کے ماننے والے یعنی قانون قدرت کے پیرو کہلانے والے
اس خیال پر زور دیتے ہین کہ یہ بات بدیہی ہے کہ جہان تک انسان اپنی عقلی قوتون سے جان سکتا ہے
وہ بجز قدرت اور قانون قدرت کے کچھ نہین یعنی مصنوعات و موجودات مشہودہ موجودہ پر نظر کرنے
سے چارون طرف یہی نظر آتا ہے کہ ہریک چیز مادی یا غیر مادی جو ہم مین اور ہمارے اردگرد یا فوق و تحت
مین موجود ہے وہ اپنے وجود اور قیام اور ترتب آثار مین ایک عجیب سلسلہ انتظام سے وابستہ ہے جو ہمیشہ
اُسکی ذات مین پایا جاتا ہے اور کبھی اُس سے جدا نہین ہوتا قدرت نے جسطرح جسکا ہونا بنا دیا بغیر خطا
کے اُسیطرح ہوتا ہے اور اُسیطرح ہوگا پس یہی سچ ہے اور اصول بھی وہی سچے ہین جو اُس کے
مطابق ہین۔ مین کہتا ہون کہ بلاشبہہ یہ سب سچ مگر کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ قدرت الٰہی کے طریقے
اور اُسکے قانون اُسی حد تک ہین جو ہمارے تجربہ اور مشاہدہ مین آچکے ہین اس سے زیادہ نہین جس
حالت مین الٰہی قدرتون کو غیر محدود ماننا ایک ایسا ضروری مسئلہ ہے جو اُسی سے نظام کارخانہ الوہیت

بقیہ حاشیہ نہین سمجھتے اور ایسا کلام بنانا انسانی طاقت کے اندر خیال کرتے ہو تو تم بھی ایک سورۃ
جو انہین ظاہری باطنی کمالات پر مشتمل ہو بنا کر پیش کرو اور اگر تم نہ بنا سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز نہین بنا سکوگے
تو اُس آگ سے ڈرو جسکا ایندھن پتھر (بت) اور آدمی ہین یعنی بت اور مشرک اور نافرمان لوگ ہی اُس
آگ کے بھڑکنے کا موجب ہو رہے ہین اگر دنیا مین بت پرستی و شرک و بے ایمانی و نافرمانی نہوتی تو وہ
آگ بھی افروختہ نہوتی تو گویا اُسکا ایندھن یہی چیزین ہین جو علت موجبہ اُسکے افروختہ ہونیکی ہین اور
پھر ایک جگہ فرماتا ہے ولو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً
من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون یعنی یہ
قرآن جو تمپر اوتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اوتارا جاتا تو وہ خشوع اور خوف الٰہی سے ٹکڑہ ٹکڑہ ہو جاتا اور یہ
مثالین ہم اسلئے بیان کرتے ہین کہ تا لوگ کلام الٰہی کی عظمت معلوم کرنے کے لئے غور اور فکر کرین
یہ تو قرآن شریف مین اُن اعجازی کمالات کا ذکر ہے جو خود اُسکے نفس نفیس مین پائے جاتے ہین
لیکن با ایہمہ تصرفات خارجیہ کے اعجاز بھی قرآن شریف مین بکثرت درج ہین اور اس قسم کے معجزات
جمال قرآنی کے لئے بطور اُس زیور کے ہین جو خوبون کو پہنایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ نقش خوبصورتی
زیور کے محتاج نہین گو اُس سے اُس کی آب و تاب کسیقدر اور بڑھ جاتی ہے اسجگہ واضح رہے کہ تصرفات

Checked
1987

وابستہ اور اسی سے ترقیات علمیہ کا ہمیشہ کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے تو پھر کسقدر غلطی کی بات ہے کہ ہم یہ ناکارہ حجت پیش کریں کہ جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے وہ قانون قدرت سے بھی باہر ہے بلکہ جس حالت مین ہم اپنے مونہہ سے اقرار کر چکے کہ قوانین قدرتیہ غیر متناہی اور غیر محدود ہین تو پھر ہمارا یہ اصول ہونا چاہئے کہ ہر یک نئی بات جو ظہور مین آوے پہلے ہی اپنی عقل سے بالاتر دیکھکر اُس کو رد نہ کرین بلکہ خوب متوجہ ہو کر اُسکے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لین اگر وہ ثابت ہو تو اپنے قانون قدرت کی فہرست مین اُسکو بھی داخل کر لین اور اگر وہ ثابت نہو تو صرف اتنا کہدین کہ ثابت نہین مگر اس بات کے کہنے کے ہم ہرگز مجاز نہین ہونگے کہ وہ امر قانون قدرت سے باہر ہے بلکہ قانون قدرت سے باہر کسی چیز کو سمجھنے کے لئے ہمارے لئے یہ ضرور ہے کہ ہم ایک دائرہ کیطرح خدا تعالی کے تمام قوانین ازلی و ابدی پر محیط ہو جائین اور بخوبی ہمارا فکر اس بات پر احاطہ تام کر لے کہ خدا تعالی نے روز ازل سے آج تک کیا کیا قدرتین ظاہر کین اور آئندہ اپنے ابدی زمانہ مین کیا کیا قدرتین ظاہر کریگا کیا وہ جدید در جدید

بقیہ حاشیہ خارجیہ کے معجزات قرآن شریف مین کئی نوع پر مندرج ہین ایک نوع تو یہی کہ جو دعا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے خدا تعالی نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ دوسرے وہ تصرف جو خدا تعالی نے جناب ممدوح کی دعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت قحط سات برس تک ڈالا یہانتک کہ لوگون نے ہڈیون کو پیسکر کھایا تیسرے وہ تصرف اعجازی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شر کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروز ہجرت کیا گیا یعنی جبکہ کفار مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنیکا ارادہ کیا تو اللہ جلشانہ نے اپنے اُس پاک نبی کو اس ارادہ کی خبر دی اور مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کر جانیکا حکم فرمایا اور پھر فتح و نصرت واپس آنیکی بشارت دی بدہ کا روز اور دوپہر کا وقت اور بہت ہی گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا اُس مصیبت کی حالت مین جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار دینے کی نیت سے چارون طرف سے اُس مبارک گھر کو گھیر لیا تب ایک جانی عزیز جسکا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا جانبازی کے طور پر آنحضرت کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے مونہہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفون کے جاسوس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نکرین اور اُسی کو رسول اللہ سمجھکر قتل کرنیکے لئے ٹھہرے رہین ع کس بہر کسے سر ندہد جان نفشاند ؛ عشق است کہ این کار بصد صدق کناند ؛ بموجب

قدرتونکے ظاہر کرنے پر قادر ہوگا یا کولہو کے بیل کیطرح انہین چند قدرتون مین مقید اور محصور رہیگا جنکو ہم دیکھ چکے ہین اور جنپر ہمارا تجربی احاطہ ہے اور اگر انہین مین مقید اور محصور رہیگا تو باوجود اسکے غیر محدود الوہیت اور قدرت اور طاقت کے یہہ مقید اور محصور رہنا کسوجہ سے ہوگا کیا وہ آپ ہی وسیع قدرتون کے دکھلانے سے عاجز آئیگا یا کسی دوسرے قاسر نے اُسپر جبر کیا ہوگا یا اُسکی خدائی کو انہین چند قسم کی قدرتون سے قوت پہونچتی ہے اور دوسری قدرتون کے ظاہر کرنے سے اُسپر زوال آتا ہے بہرحال اگر ہم خدا تعالی کی قدرتون کو غیر محدود مانتے ہین تو یہہ جنون اور دیوانگی ہے کہ اُسکی قدرتون پر احاطہ کرنیکی امید رکھین کیونکہ اگر وہ ہمارے مشاہدہ کے پیمانہ مین محدود ہوسکین تو پھر غیر محدود اور غیر متناہی کیونکر رہین اور اِس صورت مین نہ صرف یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا فانی اور ناقص تجربہ خدائے ازلی و ابدی کی تمام قدرتون کا حد بست کرنے والا ہوگا بلکہ ایک بڑا بھاری نقص یہ بھی ہے کہ اُسکی قدرتون کے

بقیہ حاشیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اُس وفادار اور جان نثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد اُن نالایق بدباطن لوگون نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ مین کسی جگہہ پاکر قتل کرڈالین اسوقت اور اُس مصیبت کے وقت مین بجز ایک با اخلاص اور یکرنگ اور دلی دوست کے اور کوئی انسان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمراہ نہ تھا مگر ہر وقت اور نیز اُس پرخطر سفر مین وہ مولی کریم ساتھ تھا جسنے اپنے اُس کامل وفادار بندہ کو ایک عظیم الشان اصلاح کے لئے دنیا مین بھیجا تھا سو اُسنے اپنے اُس پیارے بندہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے عجائب تصرفات اُس راہ مین دکھلائے جو اجمالی طور پر قرآن شریف مین درج ہین منجملہ اُنکے ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہین دیکھا حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کررہے تھے سو خدا تعالی نے جیسا کہ سورہ یٰسین مین اِسکا ذکر کیا ہے اُن سب اشقیا کی آنکھون پر پردہ ڈالدیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے سرون پر خاک ڈالکر چلے گئے۔ انا منجملہ ایک یہ کہ اللہ جلشانہ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اُس غار تک پہونچ گئے تھے جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معہ اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے کیونکہ خدا تعالے نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیجدیا جسنے اُسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنادیا اور انڈے بھی دیدیئے اور اِسی طرح اذن الہی سے عنکبوت نے اُس غار پر اپنا گھر بنادیا جس سے

محدود ہونے سے وہ خود بھی محدود ہو جائیگا اور پھر یہ کہنا پڑیگا کہ جو کچھ خدا تعالی کی حقیقت اور کُنہ ہے ہمنے سب معلوم کرلی ہے اور اُسکے گہراؤ اور تہ تک ہم پہونچ گئے ہین اور اس کلمہ مین جسقدر کفر اور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے حاجت بیان نہین سو ایک محدود زمانہ کے محدود در محدود تجارب کو پورا پورا قانون قدرت خیال کر لینا اور اُسپر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کر دینا اور آئندہ کے نئے اسرار کھلنے سے ناامید ہو جانا اُن پست نظرون کا نتیجہ ہے جنہون نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے شناخت نہین کیا اور جو اپنی فطرت مین نہایت منقبض واقعہ ہوگئے ہین یہانتک کہ ایک کنوئین کے مینڈک ہو کر یہ خیال کر رہے ہین کہ گویا ایک سمندر یہ بھی

بقیہ حاشیہ مخالف لوگ دھوکا مین پڑکر ناکام واپس چلے گئے ۔ ازانجملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پکڑنیکے لئے مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا جاتا تھا جب وہ اتفاقاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بد دعا سے اُسکے گھوڑے کے چارون سم زمین مین دہنس گئے اور وہ گر پڑا اور پھر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگ کر اور عفو تقصیر کرا کر واپس لوٹ آیا ۔ چوتھی وہ تصرف اعجازی کہ جب دشمنون نے اپنی ناکامی سے منفعل ہو کر لشکر کثیر کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چڑہائی کی تا مسلمانون کو جو ابھی تھوڑے سے آدمی تھے نابود کر دین اور دین اسلام کا نام و نشان مٹا دین تب اللہ جلشانہ نے جناب موصوف کے ایک مٹھی کنکریون کے چلانے سے مقام بدر مین دشمنون مین ایک تہلکہ ڈالدیا اور اُنکے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور خدا تعالے نے اُن چند کنکریون سے مخالفین کے بڑے بڑے سردارون کو مار دیا اور اندھا اور پریشان کر کے وہین رکھا اور اُنکی لاشین اُنہین مقامات مین گرائین جنکے پہلے ہی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ نشان بتلا رکھے تھے ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات و تصرفات الہیہ کا (جو خارق عادت ہین) قرآن شریف مین ذکر ہے جنکا ماحصل یہی ہے کہ کیونکر اللہ تعالی نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بیکسی کی حالت مین مبعوث کر کے پھر ایک قلیل عرصہ مین جو تیئیس برس سے بھی کم تھا ایک عالم پر فتحیاب کیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہان دیار شام و مصر و ممالک بابین و جلہ و فرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ مین فتوحات کو جزیرہ نمائے عرب سے لیکر دنیا کے انتہا تک پھیلایا اور اُن ممالک کے اسلام قبول کرنیکی بطور پیشگوئی قرآن شریف مین خبر دی ۔ اُس حالت

پر اُنکو عبور ہو گیا ہے تمام خوشیان عارفون کی اور تمام راحتین عمر دون کی یہمین ہین کہ خدا تعالیٰ کی قدرتون کا کنارہ لا یدرک ہے مین یہ نہین کہتا کہ بے تحقیق اور بدلے ثبوت عقلی یا آیۃ اللہی یا تاریخی کسی نئی بات کو مان لو کیونکہ اِس عادت سے بہت سے رطب و یابس کا ذخیرہ اکٹھا ہو جائیگا بلکہ مین یہ کہتا ہون کہ خدائے ذو الجلال کی تعظیم کر کے اُسکے نئے کامونکی نسبت (جو تمہاری محدود نظرون مین نئے دکھائی دیتے ہین) بیجا ضد بھی مت کرو کیونکہ جیسا کہ مین بیان کر چکا ہون خدا تعالیٰ کی عجائب قدرتون اور دقایق حکمتون اور پیچ در پیچ اسرارون کے ابھی تک انسان نے کلی حد بست نہین کی

بقیہ حاشیہ - بیانائی اور پھر ایسی عجیب و غریب فتحو نپر نظر ڈالکر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزون نے بھی شہادت دی ہے کہ جس جلدی سے اسلامی خلافت اور اسلام دنیا مین پھیلا ہے اِسکی نظیر صفحۂ تواریخ دنیا مین کسی جگہ نہین پائی جاتی اور ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اُسی کو دوسرے لفظون مین خارق عادت بھی کہتے ہین غرض قرآن شریف مین تصرفات خارجیہ کا ذکر بھی بطور خارق عادت بہت جگہ آیا ہے بلکہ ذرا نظر کھولکر دیکھو تو اُس پاک کلام کا ہر یک مقام تائیدات الٰہیہ کا نقارہ بجا رہا ہے اور ایک تصویر کھینچکر دکھلا رہا ہے کہ کیونکر اسلام اپنی اول حالت مین ایک خورد تر تخم کیطرح دنیا مین بویا گیا اور پھر وہ تھوڑے ہی عرصہ مین جو خارق عادت ہے کیسا بزرگ و عظیم القدر ہو کر اکثر حصہ دنیا مین پھیلگیا اور ہر یک موقعہ پر کیا کیا عجیب تائیدات الٰہیہ اُسکی حمایت مین ظہور مین آتی رہین - اب ہم بیرونی معجزات کا بیان (جو اعجازی تصرفات ہین) اسیقدر کافی سمجھ کر اُن معجزات کی تشریح کچھ زیادہ کرنا چاہتے ہین جو قرآن شریف کی ذات سے تعلق رکھتے ہین اور اُسکی علمی اور نفسی خاصیتین ہین کیونکہ اِس قسم کے معجزات بباعث دائمی مشہود اور موجود کے قوی الاثر ہین جنکو ہر ایک طالب صادق اپنی آنکھون سے دیکھ سکتا ہے اور ہر یک منصف کی نظر مین بالضرورت قابل یقین ٹھہر سکتے ہین - سو اول جاننا چاہئے کہ معجزہ عادات الٰہیہ مین سے ایک ایسی عادت یون کہو کہ اُس قادر مطلق کے افعال مین سے ایک ایسا فعل ہے جسکو اضافی طور پر خارق عادت کہنا چاہئے پس امر خارق عادت کی حقیقت صرف اِسقدر ہے کہ جو پاک نفس لوگ عام طریق و طرز انسانی سے ترقی کر گئے اور معمولی عادات کو پھاڑ کر قرب الٰہی کے میدانون مین آگے قدم رکھتے ہین تو خدا تعالیٰ بھی بہ علت اُنکے ایک ایسا عجیب معاملہ اُن سے کرتا ہے کہ وہ تمام حالات انسانی پر خیال کرنیکے بعد ایک امر خارق عادت دکھائی دیتا ہے اور جسقدر انسان اپنی بشریت کے وطن کو چھوڑ کر اور اپنے نفس کے حجابون کو پھاڑ کر

اور نہ آگے کو اسکی لیاقت و طاقت ایسی نظر آتی ہے کہ اُس مالک الملک کے ورا الورا بھیدون کے
ایک چھوٹے سے رقبہ زمین کیطرح پیمایش کر سکے یا کسی ایک چیز کے جمیع خواص پر احاطہ کرنیکا دم مار سکے
مجھے اُن صاف باطن لوگوں کے آگے منطقی دلائل کی حاجت نہیں جو اپنے اُس پیارے مالک سے دلی محبت
رکھتے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خود اُنکو وہی اُنکی سچی محبت یہ طریق ادب سکھا دیگی کہ ذات جامع الکمالات
حضرت احدیت کے علم کے ساتھ اپنے محدود علم کو برابر جاننا اور اُسکی ازلی ابدی قدرتون کو اپنے
شاہدات و معلومات سے زیادہ نہ سمجھنا بہت بُرا اور نالائق خیال ہے جو ادب اور تعظیم اور عجز اور

بقیہ حاشیہ عرصات عشق و محبت میں دوڑتے چلا جاتا ہے اُسیقدر یہ خوارق نہایت صاف اور شفاف
اور روشن و تابان ظہور میں آتے ہیں جب تزکیہ نفس انسانی کمال تام کی حالت پر پہنچتا ہے اور اُسکا دل غیر اللہ سے
بالکل خالی ہو جاتا ہے اور محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اُسکے تمام اقوال و افعال و اعمال و حرکات و سکنات و عبادات
و معاملات و اخلاق جو انتہائی درجہ پر اُس سے صادر ہوتے ہیں وہ سب خارق عادت ہی ہو جاتے ہیں سو
بمقابل اُسکی ایسا ہی معاملہ باریتعالی کا بھی اُس سے بالتمام بطور خوارق عادت ہی ہوتا ہے چونکہ آنحضرت سید الانام و سید المبدلین و امام
المطہرین تھے جنکو قادر مطلق نے اپنی ذات سے مصاحب کیا تھا اسلئے تمام پُر لا وجود اُنکی کا حقیقت میں معجزہ ہی تھا اور خود وہ تھا اور عالیشان نبی جو کلام الٰہی
تھا وہ باعث تبدل تام اُسکے نہایت درجہ کا خارق عادت ہوا جس سے تمام اولین آخرین کی نظر میں خیرہ
رہجاتی ہیں کیونکہ اگرچہ کلام الٰہی فی ذاتہ کلام انسانی سے ایسا ہی ممیز ہے جیسا خدا انسان سے تمیز تام رکھتا ہے
لیکن باوجود اُسکے فیضان بھی حسب استعداد و حالت صفوت و اخلاق و فاضلہ و ملکات صالحہ ہی نازل ہوا کرتا ہے
اور اسی کیفیت ایک روحانی اشارہ ہے جو قرآن شریف میں پایا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہ پاک کلام بہتیرے فرشتوں کی
حفاظت کیساتھ اُترا ہے سو ظاہری فرشتے تو معلوم ہی ہیں مگر پاک اخلاق اور پاکیزہ حالتیں اور شوق و ذوق
سے بھری ہوئی واردات میں اور وہ دل کو جوش محبت اور صدق و صفا و تبتل و وفا و توکل و رضا و ہستی و فنا
اور شور بھرا عشق ہوئے ایک قسم کے فرشتے ہی ہیں جو قادر مطلق نے اپنے اُس محبوب افضل الرسل کے
وجود میں اکمل و اتم طور پر پیدا کئے تھے اور پھر اُسی کے اتباع سے ہریک مومن کامل کے دل میں بھی ہاذن تعالی
پیدا ہو جاتے ہیں اور اگرچہ عام مومنوں میں بھی جو ابھی حالت کمالیہ تک نہیں پہنچے انکا تخم پایا جاتا ہے لیکن وہ
تخم اُس چھپی ہوئی آگ کیطرح ہے جو افروختہ آگ کا کام نہیں دیسکتی جیسے ظاہر ہے کہ اندا مرغ کا قائم مقام
نہیں ہو سکتا اور نہ بیج درخت کا حکم رکھتا ہے اور اگرچہ ہر ایک زمین کے نیچے پانی ہے لیکن بجز نہایت سعی

عبودیت کی حقیقت سے نہایت دُور پڑا ہوا ہے لیکن مین اُن خشک فلسفیون کو جو عشق الٰہی اور اُسکی بزرگ ذات کی قدرشناسی سے غافل ہین جہانتک مجھے طاقت عقلی دی گئی ہے بدلائل شافیہ راہ راست کیطرف پھیرنا چاہتا ہون کیونکہ مین دیکھتا ہون کہ اُنکی روحانی زندگی بہت ہی کمزور ہوگئی ہے اور اُنکی بیجا آزادی اور ضعف ایمان نے بہت ہی بُرا اثر اُنکے ارادت باطنی اور اُنکی دینی اولوالعزمی اور اُنکی اندرونی حالت پر ڈالا ہے اور عجیب طور پر اُنہون نے ضلالت کو صداقت کے ساتھ ملا دیا ہے مذہب وہ چیز ہے جسکی برکات کی اصل جڑ ایمان واعتبار وحسن اعتقاد وحسن ظن و اطاعت واتباع مخبرِ صادق

بقیۂ حاشیہ جان کنی اور محنت اور مدت تک زمین کھودنے کے وہ پانی نکل نہین سکتا اسیطرح آتش شوق الٰہی جبتک اپنے کمال اشتعال کیحالت مین نہ آئے تب تک اُسکے فوائد مترتب نہین ہوسکتے لیکن جب وہ کامل طور پر افروختہ ہوجاتی ہے اور چارون طرف سے بھڑک اُٹھتی ہے تب وہ دخل شیطان سے محفوظ رکھنے کیلئے فرشتون کا کام دیتی ہے اور ملایک حفاظت مین شمار کیجاتی ہے پاک اعمال اور پاک حالتین اور پاک وارداتین اور پاک جوش اور پاک زور اور پاک حزن اور پاک اخلاق ظہور جب اپنے اشتعال اور کمال کیحالت مین ہون تو اُن نیک اور ہوشیار چوکیدارون کی طرح ہین جو اپنے مالک کے محل کے دروازون پر چارون طرف دن رات پہرہ کے لئے کھڑے رہتے ہین سو ہرچند اُس محل کے سارے دروازے کھلے ہین (یعنی ہر قسم کی قوتین اور استعدادین) مگر بباعث تقیّد محافظین بجز سرد ہوا اور محبوب چیز کے کوئی نابکار چیز اندر نہین جاسکتی اور اگر کتا یا چور اندر جانیکا ارادہ کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے اور مارکھاتا ہے لیکن وہ محل جسکے دروازے تو کھلے ہین مگر دروازون پر کوئی نیک وہوشیار چوکیدار نہین گو اُسمین ٹھنڈی ہوا اور اچھی اچھی چیزین بھی داخل ہوتی ہین مگر ایسے گھر کو اکثر چور لگے رہتے ہین اور کتے اُسکی چیزون کو پلید کرتے رہتے ہین سو یہ گھر خرابی کی حالت مین رہتا ہے پس جسجگہ صفوت وعصمت وتبتّل ومحبت کامل وتام وحزن ودرد وشوق وخوف ہے اُسجگہ انوار وحی کے کامل تجلّیات بغیر آمیزش کسی نوع کی ظلمت کے وارد ہوتے رہتے ہین اور آفتاب کیطرح چمکتے ہوئے نظر آتے رہتے ہین اور جسجگہ یہ مرتبہ کمال تام کا نہین اُسجگہ وحی بھی اُس عالی مرتبہ سے متنزل ہوتی ہے غرض وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہے جسمین خدا تعالے کی صفات کمالیہ کا چہرہ حسب صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اپنی پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت وحیا وصدق وصفا وتوکّل ووفا اور عشق الٰہی

وکلام الٰہی ہے لیکن وہ لوگ اپنے غلط فلسفہ کیوجہ سے مذہب کی حقیقت کچھ اور ہی سمجھے ہوئے ہیں انہین لازم ہے کہ تعصب اور خود پسندی کے شور وغوغا سے اپنے تئین الگ کر کے سیدھی نظر اور سیدھے خیال سے اس سوال پر غور کرین کہ ایمان کیا شئے ہے اور اُسپر ثواب مترتب ہونیکی کیون امید کیجاتی ہے

بقیۂ حاشیہ کے تمام لوازم مین سب انبیا سے بڑھکر اور سب سے افضل و اعلےٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا تھے اسلئے خداے جلشانہٗ نے انکو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اُسپر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیون سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکہلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکہتا ہے جو اُسکی تیز شعاعون اور شوخ کرنون کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہین سکتا جو پہلے ہی سے اُسمین درج نہو۔ کوئی فکر ایسی برہانِ عقلی پیش نہین کر سکتا جو پہلے ہی سے اُسنے پیش کی ہو کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہین سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکہون دلون پر وہ ڈالتا آیا ہے - وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مُصفّا آئینہ ہے جسمین سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے -

اور جیسا کہ ہم عنوان اس حاشیہ پر لکھ چکے ہین معرفت حقانی کے عطا کرنے کے لئے تین ذریعہ قرآن شریف مین کھلے ہوئے ہین ایک عقلی یعنی خدا تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اُسکی توحید اور قدرت اور رحم اور قیومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کے لئے جہانتک علوم عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اِس استدلال کے ضمن مین صناعت منطق و علم بلاغت و فصاحت و علوم طبعی و طبابت و ہیئت و ہندسہ و دقائق فلسفیہ و طریق جدل و مناظرہ وغیرہ تمام علوم کو نہایت لطیف و موزون طور پر بیان کیا ہے جس سے اکثر دقیق مسائل کا پیچ کھلتا ہے - پس یہ طرز بیان جو فوق العادت ہے از قسم اعجاز عقلی ہے کیونکہ بڑے بڑے فیلسوف جنہون نے منطق کو ایجاد کیا اور فلاسفی کے قواعد مرتب کئے اور بہت کچھ طبعی اور ہیئت مین کوشش و مغززنی کی وہ بباعث نقصانِ عقل اپنے اُن علوم سے اپنے دین کو مدد نہین دے سکے

سو جاننا چاہئیے کہ ایمان اُس اقرارِ لسانی و تصدیقِ قلبی سے مراد ہے جو تبلیغ و پیغام کسی نبی کی نسبت محض تقویٰ
اور دور اندیشی کے لحاظ سے صرف نیک ظنی کی بنیاد پر یعنی بعض وجوہ کو معتبر سمجھ کر اور اُس طرف غلبہ اور
رجحان پاکر بغیر انتظارِ کامل اور قطعی اور واشگاف ثبوت کے دلی انشراح سے قبولیت و تسلیم ظاہر کیجاتی ہے

بقیہ حاشیہ اور نہ اپنی غلطیون کی اصلاح کرسکے اور نہ اَور دنکو فائدہ دینی پہونچا سکے بلکہ اکثر اُنمین سے
دہریہ اور ملحد اور ضعیف الایمان رہے اور جو بعض اُن مین سے کسیقدر خدا تعالی پر ایمان لائے اُنہون نے
ضلالت کو صداقت کے ساتھہ ملا کر اور خبیث کو طیب کے ساتھ مخلوط کرکے راہ راست کو چھوڑ دیا
پس یہ اَلٰہی عقل از قبیل خارقِ عادت ہے جسکے استدلال مین کوئی غلطی نہین اور جسنے علوم مذکورہ
سے ایک ایسی شائستہ خدمت لی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہین لی اور اسکے ثبوت کے لئے یہی
کافی ہے کہ دلائل وجودِ باری عز اسمہ اور اسکی توحید و خالقیت وغیرہ صفات کمالیہ کا اثبات جو
بیان قرآن شریف کا ایسا محیط و حاوی ہے جس سے بڑہکر ممکن ہی نہین کہ کوئی انسان کوئی جدید بات
پیش کرسکے اگر کسیکو شک ہو تو وہ چند دلائل عقلی متعلق اثبات ہستی باری عز اسمہ یا اُسکی توحید یا اُسکی
خالقیت یا کسی دوسری اَلٰہی صفت کے متعلق بطور امتحان پیش کرے تا بالمقابل قرآن شریف مین سے وہی
دلائل یا اُنسے بڑہکر اُسکو دکھلائے جائین جسکے دکھلانیکے ہم آپ ہی ذمہ وار ہین غرض یہ دعوے اور یہ
تعریفِ قرآنی لاف و گزاف نہین بلکہ حقیقت مین حق ہے اور کوئی شخص عقائدِ حقّہ کے اثبات مین
کوئی ایسی دلیل پیش نہین کرسکتا جسکے پیش کرنے سے قرآن شریف غافل رہا ہو قرآن شریف باواز
بلند بیسیون جگہ اپنے احاطہ تامہ کا دعوے پیش کرتا ہے چنانچہ بعض آیات ان مین سے اس حاشیہ
مین درج بہی کرچکے ہین سو اگر کوئی طالبِ حق آزمائش کا شائق ہو تو ہم اُسکی تسلی کامل کرنیکے لئے
مستعد اور تیار اور ذمہ وار ہین مگر افسوس تو یہ ہے کہ اسپر غفلت اور لاپروائی اور بیقیدی کے زمانہ
مین ایسے لوگ بہت ہی تہوڑے ہین جو صدقِ دل سے طالبِ حق ہوکر اِس خاصیتِ عظمیٰ اور
معجزۂ کبرےٰ کی آزمائش چاہین بلکہ وہ اِسی مین اپنی سرخروئی سمجھ لیتے ہین کہ بات کو سُنتے ہی انکار
کردین لیکن ظاہر ہے کہ صرف اِس بات کے کہنے سے کہ ہم نہین مانتے یا ہم اِسکو خلاف عقل یا خلاف
قانون قدرت سمجھتے ہین امرِ متنازعہ فیہ انفصال نہین پاتا اور صداقت پسندون کا یہ طریق ہرگز نہین
ایک شخص کو ایک امرِ متنازعہ فیہ کے اثبات کے لئے میدان مین کہڑے دیکھکر اور آپ پیدا واثبات فی

لیکن جب ایک خبر کی صحت پر وجوہ کاملہ قیاسیہ اور دلائل کافیہ عقلیہ ملجائین تو اُسیات کا نام ایقان ہے
جسکو دوسرے لفظون مین علم الیقین بھی کہتے ہین اور جب خدا تعالی خود اپنے خاص جذبہ اور موہبت
سے خارقِ عادت کے طور پر انوارِ ہدایت کہولے اور اپنے آلاء و نعماء سے آشنا کرے اور لدنی طور پر

بقیہ حاشیہ سنکر پہر اُسکی طرف رخ نہ کرین اُسے آزما کر نہ دیکھ لین اور دور بیٹھے یون ہی کہتے رہین کہ اسکی یہ
باتین جہوٹ اور بے اصل ہین کیا یہ شیوہ کسی واقعی راستباز کا ہو سکتا ہے ہرگز نہین ہرگز نہین دوسرا دروازہ
معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف مین نہایت وسیع طور پر کہلا ہوا ہے دقائقِ علمیہ ہین جسکو بوجہ خارق عادت ہونیکے
علمی اعجاز کہنا چاہئے وہ علوم کئی قسم کے ہین اول علم معارف دین یعنی جسقدر معارفِ عالیہ دین اور اُسکی پاک
صداقتین ہین اور جسقدر نکات و لطائف علمِ الٰہی ہین جنکی اس دنیا مین تکمیل نفس کے لئے ضرورت ہی ایسا ہی جسقدر
نفس امارہ کی بیماریان اور اُسکے جذبات اور اُسکی دوری یا دائمی آفات ہین یا جو کچھ اُنکا علاج اور اصلاح کی
تدبیرین ہین اور جسقدر تزکیہ و تصفیہ نفس کے طریق ہین اور جسقدر اخلاق فاضلہ کے انتہائی ظہور کی
علامات و خواص و لوازم ہین یہ سب کچھ باستیفائے تام فرقان مجید مین بھرا ہوا ہے اور کوئی شخص ایسی صداقت
یا ایسا نکتہ الٰہیہ یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور مجاہدہ و پرستش الٰہی کا نکال نہین سکتا
جو اُس پاک کلام مین درج نہو - دوسرے علم خواص روح و علم نفس ہے جو ایسے احاطہ تام سے اُس
کلام معجز نظام مین اندراج پایا ہے کہ جس سے غور کرنیوالے سمجھ سکتے ہین کہ بجز قادر مطلق کے یہ کسی کا کام
نہین تیسرے علم مبدء و معاد و دیگر امور غیبیہ جو عالم الغیب کے کلام کا ایک لازمی خاصہ ہے جس سے
دلون کو تسلی و تشفی ملتی ہے اور غیب دانی خدائے قادر مطلق کی شہودی طور پر ثابت و متحقق ہوتی ہے
یہ علم اس تفصیل اور کثرت سے قرآن شریف مین پایا جاتا ہے کہ دنیا مین کوئی دوسری کتاب اسکا مقابلہ
نہین کر سکتی پہر علاوہ اُسکے قرآن شریف نے تائید دین مین اور اور علوم سے بہی مجازی طور پر خدمت
لی ہے اور منطق اور طبعی اور فلسفہ اور ہیئت اور علم نفس اور طبابت اور علم ہندسہ اور علم بلاغت و فصاحت
وغیرہ علوم کے وسائل سے علم دین کا سمجھانا اور ذہن نشین کرنا یا اُسکا تفہیم درجہ بدرجہ آسان کر دینا یا اُسپر
کوئی برہان قائم کرنا یا اُس سے کسی نادان کا اعتراض اُٹہانا مدنظر رکھا ہے غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم
خدمتِ دین کے لئے بطور خارقِ عادت قرآن شریف مین اس عجیب طرز سے بہرے ہوئے ہین
جنسے ہر ایک درجہ کا ذہن فائدہ اُٹہا سکتا ہے اور اگرچہ دلی جوش اس عاجز کا اِسبات کیطرف دامن

عقل اور علم عطا فرماوے اور ساتھ اُسکے ابوابِ کشف اور الہام بھی منکشف کرکے عجائباتِ الوہیت کا سیر کراوے اور اپنے محبوبانہ حسن و جمال پر اطلاع بخشے تو اِسی مرتبہ کا نام عرفان ہے جسکو دوسرے نقطوں مین عین الیقین اور ہدایت اور بصیرت کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور جب ان تمام مراتب کی شدّت تاثر

بقیۂ حاشیہ دل کھینچ رہا ہے کہ ان سب علوم مین سے دو دو تین تین مسائل علمی جو قرآن شریف مین درج ہین نمونہ کے طور پر اِسجگہ لکھے جائین اور کچھہ براہین عقلیہ بھی جو اُس پاک کلام مین اثبات اصول دین کے لئے اندراج پائے ہین تحریر ہون لیکن چونکہ یہ سب بیانات طوالت طلب ہین اور رسالہ ہذا بوجہ قلیل الحجم ہونیکے انکی برداشت نہین کرسکتا اور کتاب براہین احمدیہ خود ان سب باتون کی متکفل ہے اسلئے خوفِ اطناب سے ترک کردیا گیا طالبینِ حق انشا اللہ تعالی براہین احمدیہ مین ان سب مقاصد کو پالینگے مگر اِسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگرچہ یہ علوم کسی طور پر بھی لوگ حاصل کرتے ہین لیکن ایک اُمّی محض جو سخت تاریکی اور جہالت کے زمانہ مین ایک جنگلی ملک مین پیدا ہوا جسنے مکتب مین ایک حرف نہ پڑہا اور فلاسفہ سے کبھی مخالطت نہوئی اور منطق اور طبعی اور ہئیت اور علم نفس وغیرہ کا اپنی پُر جہالت ملک مین نام بھی نہ سنا اُس سے یہ چشمۂ فیض کامل اور صحیح طور پر جوش مارنا ایسا کہ کوئی فلسفی اُسپر سبقت نہ لیجاسکے بہ بداہت عقل خارقِ عادت ہے جو شخص بالکل اَن پڑہ ہو کر ایسے ہمشن طور پر حقائق عالیہ فلسفہ و طبعی و ہئیت و علم خواص روح و معارف دین بغیر کسی کے سکہائے اور پڑہائے کے بیان کرے تو اُسکے معجزہ ہونے مین کسی دانا او منصف مزاج کو تامل نہین ہوسکتا۔ تیسرا دروازہ معرفت آلہی کا جو قرآن شریف مین اللہ جلشانہ نے اپنی عنایت خاص سے کہول رکھا ہے برکات روحانیہ ہین جسکو اعجازِ تاثیری کہنا چاہئے۔ یہ بات کسی سمجھہ دار پر مخفی نہین ہوگی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم کا زاد بوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جسکو عرب کہتے ہین جو دوسرے ملکون سے ہمیشہ بے تعلق رہکر گویا ایک گوشۂ تنہائی مین پڑا رہا ہے اِس ملک کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندون کی طرح زندگی بسر کرنا اور دین اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے بیخبر محض ہونا اور سینکڑون برسون سے بت پرستی و دیگر ناپاک خیالات مین ڈوبے چلے آنا اور عیاشی اور بدمستی اور شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ فسق کے طریقون مین انتہائے درجہ تک پہنچ جانا اور چوری اور

سے عارف کے دلمین ایک ایسی کیفیت عالی عشق اور محبت کی واسطے ذات تعالی پیدا ہو جاتی ہے کہ تمام وجود عارف کا اُسکی لذت سے بہر جاتا ہے اور آسمانی انوار اسکے دل پر کلی احاطہ کر کے ہریک ظلمت و قبض و تنگی کو درمیان سے اُٹھا دیتے ہین یہانتک کہ بوجہ کمال رابطہ عشق و محبت و بباعث انتہائی جوش صدق و صفا کی بلا اور مصیبت بہی محسوس اللذت و مدرک

بقیہ حاشیہ قزاقی اور خونریزی اور دخترکشی اور یتیمون کا مال کہا جانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچہہ گناہ نہ سمجہنا غرض ہر یک طرح کی بُری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربون کے دلون پر چہائی ہوئی ہوتا ایک ایسا واقعہ مشہورہ ہے کہ کوئی متعصب مخالف بہی بشرطیکہ کچہہ واقفیت رکہتا ہو اُس سے انکار نہین کر سکتا اور پہر یہہ امر بہی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام مین داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصوم نے بہت ہی تہوڑے عرصہ مین اُنکے دلون کو یکلخت ایسا مبدل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالامال ہو گئے اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت مین ایسے کہوئے گئے کہ اپنے وطنون اپنے مالون اپنے عزیزون اپنی عزتون اپنی جان کے آرامون کو اللہ جلشانہ کے راضی کرنے کے لئے چہوڑ دیا چنانچہ یہ دونون سلسلے اُنکی پہلی حالت اور اُس نئی زندگی کے جو بعد اسلام اُنہین نصیب ہوئے قرآن شریف مین ایسی صفائی سے درج ہین کہ ایک صالح اور نیکدل آدمی پڑہنے کے وقت بے اختیار چشم پُر آب ہو جاتا ہے پس وہ کیا چیز تہی جو اُنکو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کیطرف کہینچکر لے گئی وہ دو ہی باتین تہین ایک یہ کہ وہ نبی معصوم اپنی قوت قدسیہ مین نہایت ہی قوی الاثر تہا ایسا کہ کبہی ہوا اور نہ ہوگا دوسری خدائے قادر مطلق حیّ قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیرین تہین کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزارون ظلمتون سے نکالکر نور کیطرف لے آئین بلاشبہہ یہ قرآنی تاثیرین خارق عادت ہین کیونکہ کوئی دنیا مین بطور نظیر نہین بتلا سکتا کہ کبہی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیل و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی وید تو خود تہیدست ہے اور ایک شخص بہی ثابت نہین ہو سکتا کہ جو کبہی کسی اور زمانہ مین بذریعہ تاثیرات وید کمالات باطنی تک پہونچا ہوا اور اسقدر تو وید کے پیرو خود اقرار کرتے ہین کہ صرف وید کے چار رشی کمال تک پہنچے ہین وبس مگر چار کا کامل ہونا بہی بے ثبوت ہے سچ تو یہ ہے کہ وید کے ماننے والون کو کبہی اسقدر بہی نصیب

الحلاوت ہو تو اس وجہ کا نام اطمینان ہے جسکو دوسری لفظون مین حق الیقین اور فلاح اور نجات سے بہی تعبیر کرتے ہین مگر یہ سب مراتب ایمانی مرتبہ کے بعد ملتے ہین اور اُسپر مترتب ہوتے ہین جو شخص اپنے ایمان مین قوی ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ ان سب مراتب کو پالیتا ہے لیکن جو شخص ایمانی طریق کو اختیار نہین کرتا اور ہر ایک

بقیہ حاشیہ نہین ہوا کہ خدا تعالی کو واحد لا شریک مان کر مبدء جمیع فیوض کا سمجہین اور اُسیکو کامل القدرت ہاتھ کو ہر ایک وجود کا موجد قرار دین اور اُسکے بھائی بند نہ بن بیٹھین اگر کوئی شخص اسبات کو بُرا مانین تو اُسی کی گردن پر ہے کہ تاثیرات طیبہ وید کو ثابت کر کے دکھلاوے اور اُن الزامون کو اُسکے سر پر سے اٹھاوے جن سے ہندوٗن کے پرمیشر کی کچھ بہی عزت باقی نہین رہی ہمین وید سے کوئی بے وجہ عناد نہین مگر ہم سچ سچ کہتے ہین اور ہم اپنے خدا ئے قادر مطلق کو گواہ رکہکر بیان کرتے ہین کہ ہمارا اور کسی خدا ترس کا دلی انصاف اس بات کو ہرگز قبول نہین کر سکتا کہ جس کامل ذات کے برکت وجود سے ذرہ ذرہ قائم ہے اور جو تمام دنیا کا مالک کہلاتا ہے اُسکی بادشاہی صرف دوسرون کے سہارے سے چلی آتی ہے نہ اپنی قدرت خاصہ سے اور تمام روحین اور اجسام یون ہی اتفاق اور قسمت سے اُسکو ملگئے ہین نہ آپ پیدا کرنے سے اور اُسکی خدائی اتفاقی ہے نہ حقیقی اب وید سے مونہہ پہیر کر قرآن شریف کیطرف دیکہنا چاہئے کہ کیسی پاک تاثیرین رکہتا ہے لاکہون مقدسون کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہین اور ایک عجیب پیوند مولی کریم سے ہو جاتا ہے خدا تعالی کے انوار اور الہام اُنکے دلون پر اُترتے ہین اور معارف اور نکات اُنکے مونہہ سے نکلتے ہین ایک قوی توکل اُنکو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین اُنکو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے اُنکے دلون مین رکہی جاتی ہے اگر اُنکے وجودون کو ہاون مصائب مین پیسا جائے اور سخت شکنجون مین دیکر نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہین دنیا اُن سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر و بلند تر ہین خدا کے معاملات اُن سے خارق عادت ہین اُنہین پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے اُنہین پر کہلا ہے کہ ایک ہے جب وہ دعا کرتے ہین تو وہ اُنکی سنتا ہے جب وہ پکارتے ہین تو وہ اُنہین جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہین تو وہ اُنکی طرف دوڑتا ہے وہ باپون سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے اور اُنکی درو دیوار پر برکتون کی بارش برساتا ہے پس وہ اُسکی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدون سے شناخت کئے جاتے ہین اور وہ ہر ایک میدان مین

صداقت کے قبول کرنے سے اول قطعی اور یقینی اور نہایت واشگاف ثبوت مانگتا ہے اُسکی طبیعت کو اس راہ سے کچہہ مناسبت نہین اور وہ اِس لائق ہرگز نہین ہوسکتا کہ اُس قادر غنی بے نیاز کے فیوض حاصل کرے عادت اللہ قدیم سے اِسیطرح پر جاری ہے اور یہ اِس فن علم آلہی کا نہایت باریک نکتہ ہے جسپر سعادت مندون کو غور کرنی چاہئے کہ ہمیشہ ثواب اور فیضان سماوی ایمان پر ہے مترتب ہوتا ہے اِس راہ کا سچا فلسفہ یہی ہے کہ انسان دین قبول کرنے کی ابتدائی حالت مین اُس بے نیاز مطلق اور اُسکی قدرت اور اُس کے وعدہ و وعید اور اُسکے اخبار و اسرار کے ماننے مین لنبے لنبے اِنکارون سے مجتنب رہے کیونکہ ایمانی صورت کے قائم رکہنے کے لئے (جسپر تمام ثواب وابستہ ہے) ضرور تہا کہ خدا تعالی امور ایمانیہ کو ایسا منکشف نہ کرتا کہ وہ دوسرے بدیہات کی طرح ہریک عام اور خاص کی نظر مین مسلم الوجود ہوجاتی یہ تو سچ ہے کہ انسان مکلف بوجہ عقل ہے نامعقول باتون کو مان نہین سکتا اور نہ در حالت انکار قابل الزام ٹہرتا ہے لیکن خدا تمہین ہدایت کرے تم خوب سوچ لو کہ خدا تعالی بہی کسی نامعقول بات پر (جو عند العقل اُسکی قدرت اور طاقت سے بعید ہے) ایمان لانے کے لئے تمہین مجبور نہین کرتا اور ہماری کسی لفظ سے یہ نہین نکلتا کہ تم کسی ایسی بات پر ایمان لاؤ جو فی الحقیقت دوربین نظرون مین نامعقول ہے بلکہ ہماری تقریر کا مدعا اور لب لباب یہ ہے کہ ایمانی امور ایسے ہونے چاہئین کہ جو من وجہٍ ظاہر اور من وجہٍ مخفی ہون اور امکانی طور پر عقل انکا وجود باور تو کرسکے مگر دوسرے مشہودات و مرئیات بدیہہ کیطرح ہاتہہ پکڑ کر دکہلا نہ سکے

بقیۂ حاشیہ اُنکی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اُسکے اور وہ اُنکا ہے یہ باتین بلا ثبوت نہین اور ہم عنقریب رسالہ سراج منیر مین انشا اللہ القدیر ایک کُہلا کُہلا ثبوت اِسکا دکہلا ئینگے لیکن ہم اِس جگہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ کسی دوسرے دین مین یہ برکتین ہرگز نہین وید نے اگر آریون کے دلونپر کچہہ اثر ڈالا ہے تو وہ صرف گالیان اور دشنام دہی ہے تمام مقدسون کو فریبی کہنا سب پاک نبیون کا نام مکار رکہنا دنیا کے برگزیدون کو بجز اپنے تین یا چار وید کے رشیون نامعلوم الوجود کو جہوٹا اور دغاباز اور ٹہگ قرار دینا اُنہین لوگون کا کام ہے کیا ان لوگونکے منہ سے بجز بد ظنیون اور بد زبانیون کے کبہی کچہہ معارف آلہی کے نکات بہی نکلے ہین کیا بجز گندی باتون اور نابکار خیالات یا تحقیر اور توہین اور ٹہٹہے اور ہنسی اور پُر شرارت اور بیہودہ لفظون کے کبہی کوئی دقیق بہید معرفت آلہی کا بہی اُنکی زبان سے سنا گیا ہے کیا ان پتہرون سے کبہی کوئی صفا دلی کا قطرہ بہی مترشح ہوا ہے یا اُنہون نے باطنی پاکیزگی مین کچہہ ترقی کی ہے ہرگز نہین سو جو کچہہ وید کا اثر ہے سو ظاہر ہے حاجت بیان نہین ہے

یعنی انسان اور گدھے وغیرہ محسوس چیزون کی طرح انکا وجود نہو جنکو ٹٹولکر معلوم کر سکین یا بچشم خود دیکھ سکین یا دکھا سکین یا اشکال ہندسے اور اعمال حسابی کیطرح ایسے منکشف نہون جنمین دس برس کے بچے بھی اختلاف نہ کر سکین غرض وہ کیفیت اُن مین محفوظ ہو جو ایمان کا مفہوم قایم رکھنے کے لئے ضروری ہے اور پھر با اینہمہ بالغ نظرون اور حقیقت شناسون کی نگاہون مین نامعقول اور بعید از عقل بھی نہون

۵ نہ چندان بخور کز دہانت بر آید نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید

اب خلاصہ و ماحصل اس تقریر کا یہ ہے کہ کسی مذہب کے قبول کرنے سے غرض یہ ہے کہ وہ طریق اختیار کیا جائے جس سے خداے غنی مطلق جو مخلوق اور مخلوق کی عبادت سے بالکل بے نیاز ہے راضی ہو جائے اور اُسکے فیوض رحمت اُترنے شروع ہو جائین جن سے اندرونی آلائشین دور ہو کر صحن سینہ یقین اور معرفت سے پُر ہو جائے سو یہ تدبیر اپنی فکر سے پیدا کرنا انسان کا کام نہین تھا اسلئے اللہ جلشانہ نے اپنے وجود اور عجائبات قدرت خالقیت یعنی ارواح و اجسام و ملائک و دوزخ و بہشت و بعث و حشر و رسالت و دیگر تمام اسرار مبدء و معاد کو یکسان طور پر پردۂ غیب مین رکھکر اور کچھہ کچھہ قیاسی یا امکانی طور پر عقل کو اُس کوچہ مین گذر بھی دیکر غرض کچھہ دکھلا کر اور کچھہ چھپا کر بندون کو اُن سب باتون پر ایمان لانیکے لئے مامور کیا اور یہ سب کچھہ اسلئے کیا کہ جب بندہ باوجود کشمکش مخالفانہ خیالات کے خداتعالی کی ہستی پر ایمان لائیگا اور سب عجائبات اخروی وجود دوزخ و بہشت و ملائک وغیرہ کو اُسکی قدرت مین داخل سمجھہ کر دیکھنے سے پہلے ہی قبول کریگا تو یہ قبول کرنا اُسکے حق مین صدق شمار کیا جائیگا کیونکہ ہنوز یہ چیزین در پردۂ غیب مین ہین اور مرئی اور مشہود طور پر نمایان اور ظاہر نہین ہین سو یہ صدق خداتعالی کی توجہ رحمت کے لئے ایک موجب ہو جائیگا کیونکہ خداتعالی بوجہ اپنی استغناء ذاتی کے انہین لوگون پر توجہ رحمت کرتا ہے جنکا صدق ظاہر ہوتا ہے یون تو انسان کی فطرتی عادت ہے کہ جو چیز کھلے کھلے طور پر مضر یا مفید ہو اُس سے بنفرت بھاگتا یا اُسکے لینے کو بصد رغبت دوڑتا ہے یعنی جیسی صورت ہو لیکن وہ اپنی اس عادت سے کسی ثواب کا مستحق نہین ٹھہر سکتا اگر کوئی شخص بجلی سے ڈر کر اپنے کوٹھے مین چھپ جائے یا شیر سے خوف کھا کر اپنے شہر کیطرف بھاگے تو وہ ہرگز یہ نہین کہہ سکتا کہ اے بجلی یا شیر مینے تم سے خوف کیا تم مجھہ سے راضی ہو جاؤ سو ظاہر ہے کہ جو ڈرنا یا امید کرنا ضروری طور پر لازم آتا ہے وہ کسی تحسین یا آفرین کا موجب نہین ٹھہر سکتا اسیوجہ سے لازم ہے کہ جو شخص خداتعالی اور اُسکے عجائبات آخر کو مانکر رضامندی الہی کا خواہشمند ہے

وہ ان سب چیزون کے ماننے مین بیجا آڑون سے پرہیز کرے اور جہانتک ممکن ہو مطالبہ دلائل مین نرمی اختیار
کرکے فقط اتنا کرے کہ ایک راہ کو دوسری راہون پر ترجیح دیکھ لے اور ایسے یقینی ثبوت کے لئے کہ جیسے
چار کا نصف دو ہے اپنی نابالغ عقل کو آوارہ اور سرگردان نہونے دے بلکہ تمامتر سعادت تو اسمین ہے کہ
غیب کی باتون کو غیب ہی کی صورت مین قبول کرے اور ظاہری حواس کی خواہ نخواہ شہادت طلب کرنے
سے اور فلسفہ کے طول طویل اور لاطائل جھگڑون سے حتی الوسع اپنے تئین بچاوے کیونکہ اگر خدا کو دیکھکر
ہی یا انتہائی تحقیقات سے ہی قبول کرنا ہے اور جزا سزا کو تجربہ کرکے ہی ماننا ہے تو پھر ایسے ماننے مین
کونسی خاص فضیلت یا صدق پایا جاتا ہی اسطرح پر کون ہے جو قبول نہین کرتا دنیا مین ایسی طبیعت کا کوئی بھی
آدمی نہین کہ اگر اُسکو پورا پورا ثبوت خدا کی ہستی یا عالم مجازات یا عجائبات قدرت کا مل جائے تو پھر منکر
ہی رہے مثلاً اگر خدا تعالی ہر ایک انسان کو نظر آجاے اور سب کو اپنی خدائی کی قدرتین دکھلاوے یا اگر مثلاً ایسا ہو کہ دس
بیس ہزار آدمی ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک کی قبرون سے اُٹھکر اپنی اپنی قوم اور قبیلہ مین آجائین اور اپنے اپنے
بیٹون اور پوتون کو خدا اور اُسکی سزا و جزا کی ساری حقیقت سنا دین تو پھر ممکن نہین کہ پھر بھی کوئی شخص
کافر اور بیدین رہجاے اب اسجگہ بالطبع سوال ہوتا ہے کہ جس حالت مین خدا تعالی اُن باتون کے کرنے پر قادر تھا
اور اس پختہ ثبوت سے کفر اور بیدینی کی جڑہ کاٹی جاتی تہی تو پھر اُسنے ایسا کیون نہین کیا بلاشبہ اگر وہ ایسا
کرتا تو پھر حق اور باطل کا بکمال صفائی فیصلہ ہوجاتا اور فلسفہ کی نکمی اور بودی اور ظنی اور وہمی دلائل کی کچھ حاجت
نہ رہتی تو اسکا جواب یہی ہے کہ جو اوپر گذر چکا یعنی بے شبہ خدا تعالی ایسا کرسکتا تھا بلکہ اس سے بھی بڑہکر ایسا جلوہ
دیدار دکھا سکتا تھا کہ ایکدم ہی تجلی سے سب گردنین جھک جاتین اور ایک ہی دفعہ تمام دنیا کی دینی نزاعون
کا تصفیہ ہوجاتا لیکن ایسا کرنے مین وہ بات جس سے ثواب ملتا ہے اور صادقون کو مراتب عالیہ اور قرب اور
وجاہت عطا کیجاتی ہے وہ باقی نرہتی یعنی ایمان بالغیب جسکی وجہ سے درجات اخروی ملتے ہین وہ اپنی صورت
مین محفوظ نرہتا سو یہ بڑے بھاری درجہ کی صداقت ہے جو سوال مذکورہ بالا پر غور کرنے سے ہر ایک اعلی و
ادنی کو سمجھ آسکتی ہے غرض ایمان پر ثواب اور اجر ملنے کا یہی بھید ہے کہ جن چیزون پر ایمان لایا جاتا ہے وہ
اگرچہ غور اور نظر کرنے سے صحیح اور راست ہین لیکن انکا ثبوت ایسا کھلا کھلا ثبوت نہین ہے جیسے اور
مشہودات اور محسوسات کا ہوا کرتا ہے بلکہ ایمان بالغیب کی حد مین ہین سو صادق آدمی جب خدا اور اُسکی
سزا و جزا وغیرہ امور غیبیہ پر ایمان لاتا ہے تو اس ایمان مین بوجہ انواع اقسام کے اوہام اور نفس امارہ کی چار طرفہ

کشاکش کی سخت آزمایش مین پڑتا ہے آخر چونکہ وہ صادق ہوتا ہے اسلئے سب راہین چھوڑ کر اور سب خیالات پر غالب آکر اُسی رب رحیم کی راہ اختیار کرلیتا ہے اور اِس صدق کی برکت سے کہ وہ اپنے علم سے زیادہ رجوع اور اپنی واقفیت سے زیادہ وفا اور اپنے تجربہ سے زیادہ استحکام اختیار کرتا ہے جناب الٰہی مین قبول کیا جاتا ہے اور پھر اسی صدق وصفا کی برکت سے عرفانی آنکھین اُسکو عنایت ہوتی ہین اور ربّانی لذّت اور محبت اُسکو عطا کیجاتی ہے یہان تک کہ وہ اُس مرتبہ تک جا پہنچتا ہے جہان تک انسانی کمالات ختم ہوجاتے ہین مگر یہ سب کچھہ کامل طور پر پیچھے سے ملتا ہے پہلے نہین - یہ تو معرفت صحیحہ تک پہنچنے کے لئے سنت اللہ یا یون کہو کہ قانون قدرت ہے لیکن اِس زمانہ کے خشک فلسفیون نے اس صداقت پر ایک ذرّہ اطلاع نہین پائی ٭ اور وہ بالکل اِس بات سے بیخبر ہین کہ کیونکر انسان ایمان کے محکم اور استوار زینہ سے عرفان کے بلند

حاشیہ ٭ جاننا چاہئے کہ خدا تعالی اور عالم مجازات اور دیگر امور مبدء اور معاد کے ماننے مین فلسفیون کا طریق انبیاء علیہم السلام کے طریقہ سے بہت مختلف ہے نبیون کے طریق کا اصل اعظم یہ ہے کہ ایمان کا ثواب تب مترتب اور بار آور ہوگا کہ جب غیب کی باتون کو غیب ہی کی صورت مین قبول کیا جائے اور ظاہری حواس کی کُھلی کُھلی شہادتین یا دلائل ہندسیہ کے یقینی اور قطعی ثبوت طلب نہ کئے جاوین کیونکہ تمام و کمال مدار ثواب اور استحقاق قرب و توصل الٰہی کا تقوی پر ہے اور تقوی کی حقیقت وہی شخص اپنے اندر رکھتا ہے جو افراط آمیز تفتیشون اور لمبے چوڑے انکارون اور ہر ہر جزئی کی موشگافی سے اپنے تئین بچاتا ہے اور صرف دور اندیشی کے طور سے ایک راہ کی سچائی کا دوسری راہون پر غلبہ اور رجحان دیکھکر بحسن ظن قبول کرلیتا ہے اسی بات کا نام ایمان ہے اور اسی ایمان پر فیوض الٰہی کا دروازہ کُھلتا ہے اور دنیا و آخرت مین سعادتین حاصل ہوتی ہین جب کوئی نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا ہے اور پھر دعا اور نماز اور فکر اور نظر سے اپنی حالت علمی مین ترقی چاہتا ہے تو خدا تعالی خود اُسکا متولّی ہوکر اور آپ اُسکا ہاتھہ پکڑکر درجہ ایمان سے درجہ عین الیقین تک اُسکو پہنچا دیتا ہے مگر یہ سب کچھہ بعد استقامت و مجاہدات و ریاضات و تزکیہ و تصفیہ نفس ملتا ہے پہلے نہین اور جو شخص پہلے ہی تمام جزئیات کی بکلی صفائی کرنا چاہتا ہے اور قبل از صفائی اپنے بد عقائد اور بد اعمال کو کسی حالت مین چھوڑنا نہین چاہتا وہ اِس ثواب اور اِس راہ کے پانے سے محروم ہے کیونکہ ایمان اُسی حد تک ایمان ہے جبتک وہ امور جنکو مانا گیا ہے کسیقدر پردۂ غیب مین ہین یعنی ایسی حالت پر واقعہ ہین جو ابھی تک عقلی ثبوت نے اُنپر احاطہ تام نہین کیا اور نہ کسی کشفی طور پر وہ نظر آئی بلکہ اُنکا ثبوت صرف غلبۂ

بیناز تک پہنچتا ہے اور اسی بےخبری کیوجہ سے انہین اپنے قدم اول مین ہی تعجیل اور جلدی بھری ہوئی ہے اور نہایت شتاب کاری سے علمِ دین کو ایک ادنی ساکام اور ایک ناکارہ سا ہنر سمجھ کر یہ ارادہ کرتے ہین کہ مذہب کے تمام اصول و فروع کو اپنی ابتدائی حالت مین ہی بغیر انتظار دوسرے حالات مترقبہ کمالات فطرت کے اسطرح دریافت کرلین جیسے کوئی ہندسہ یا حساب کا مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے اور اگر کوئی دقیقہ دینی ایسا ہو جس کے انکشاف تک نہ پہونچ سکے تو اسکی نسبت صاف حکم صادر کردین کہ یہ سراسر باطل اور پیرایۂ صداقت سے خالی ہے مگر جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہین یہ ایمانی حکمت کا طریق نہین ہے بلکہ انسانی ظلمت یا شیطانی رعونت کی ایک تاریکی ہے کیونکہ اگر ایسا ہی ہوتا اور مذہب کے تمام اجزا اور جو کچھ اسمین بھرا ہوا ہے پہلے ہی کو اظہر من الشمس اور بدیہی اور بیّن الانکشاف ہوتے یا اشکال ہندسی اور حساب کے اعمال کیطرح قطعی الثبوت

بقیہ حاشیہ طن تک پہونچا ہے وبس۔

یہ تو انبیا کا سچا فلسفہ ہے جسپر قدم مارنے سے کروڑ ہا بندگان خدا آسمانی برکتین لے چکے ہین اور جسپر ٹھیک ٹھیک چلنے سے بیشمار خلق اللہ معرفت تامہ کے درجہ تک پہنچ چکی ہین اور ہمیشہ پہونچتی ہین اور جن اعلے درجہ کے یقینیون کو شوخی اور جلدی سے فلسفی لوگون نے ڈھونڈھا اور نہ پایا وہ سب مراتب ان ایماندار بندون کو بڑی آسانی سے ملگئے اور اس سے بھی بڑھکر اسمین معرفت تامہ کے درجہ تک پہنچ گئے کہ جو کسی فلسفی کے کانون نے اسکو نہین سنا اور نہ اسکی آنکھہ نے دیکھا اور نہ کبھی اسکے دلمین گذرا لیکن اسکے مقابل پر خشک فلاسفرون کا جھوٹا اور مغشوش فلسفہ جسپر آجکل کے نو تعلیم یافتہ لوگ فریفتہ ہو رہے ہین اور جسکے بد نتائج کی بےخبری نے بہت سے سادہ لوحون کو برباد کردیا ہے یہ ہے کہ جبتک کسی اصل یا فرع کا قطعی طور پر فیصلہ نہو جائے اور بکلی اسکا انکشاف نہو جائے تب تک اسکو ہرگز ماننا نہین چاہئے گو خدا ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ ان مین سے اعلے درجہ کے اور کامل فلاسفر جنہون نے ان اصولون کی سخت پابندی اختیار کی تھی انہون نے اپنا نام محققین رکھا جسکا دوسرا نام دہریہ بھی ہے ان کامل فلاسفرون کا بپابندی اپنے اصول قدیمہ کے یہ مذہب رہا ہے کہ چونکہ خدا تعالی کا وجود قطعی طور پر بذریعہ عقل ثابت نہین ہوسکتا اور نہ ہمنے بچشم خود اسکو دیکھا اسلئے ایسے خدا کا ماننا ایک امر مظنون اور مشتبہ کا مان لینا ہے جو اصول مقررہ فلسفہ سے بکلی بعید ہے سو انہون نے پہلے ہی خدا تعالی کو درمیان سے اڑا دیا پھر فرشتون کا یون فیصلہ کیا کہ یہ بھی خدا تعالے کیطرح نظر نہین آتے چلو یہ بھی درمیان سے اٹھاؤ پھر روحون کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ رائے ظاہر کی کہ ہم

دکھائی دیتے تو پھر اِس حالت مین ایمان ایمان نہ تہا اور جو ایمان لانے پر ثواب و سعادتین اور برکتین مترتب ہوتی ہین اُنکو انسان ہرگز نہ پا سکتا کیونکہ ظاہر ہے کہ بین الحقیقت اور ظاہر الوجود باتون کو مان لینا ایمان نہین ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ مین اِس بات پر ایمان لایا کہ پانی سرد اور آگ گرم ہے اور ہر ایک انسان آنکھون سے دیکھتا اور کانون سے سنتا اور مُنہ سے کھاتا اور پانو سے چلتا ہے اور مین اِس بات پر ایمان لایا کہ آفتاب اور قمر موجود ہین اور زمین پر بہت سے جمادات اور نباتات اور حیوانات پائے جاتے ہین تو ایسا ایمان لانا ایک ہنسی کی بات ہے نہ کہ ایمان اور اسیوجہ سے بدیہی اور کُھلی کُھلی باتون کو ماننا عند اللہ و عند العقلا ثواب پانیکا موجب نہین ٹھہر سکتا بلکہ ایمان وہ شئے ہے کہ جن باتونکو عقل قبول تو کرتی ہے مگر بوجہ در پردہ غیب ہونیکے جیسا کہ چاہیئے اُنکی حقیقت تک نہین پہونچ سکتی اُن باتون مین اپنی فراست فطرتی سے کچھہ ترجیح یعنے آثار صداقت

بقیہ حاشیہ کوئی ثبوت قابل اطمینان اِس بات پر نہین دیکھتے کہ بعد مرنیکے روح باقی رہجاتی ہے نہ کوئی روح نظر آتی ہے اور نہ واپس آکر کچھہ اپنا قصہ سناتی ہے بلکہ سب روحین مفارقت بدن کے بعد خدا اور فرشتون کیطرح بے اثر و بے نشان ہین سو انکا بہی وجود ماننا خلاف دلیل و برہان ہے ان سب فیصلون کے بعد اُنکی نظر عمیق نے تکالیف شرعیہ کی مشقت اور حلال حرام کا فرق اصول فلسفہ کا سخت مخالف سمجہا اِسلئے اُنہون نے صاف صاف اپنی رائے ظاہر کردی کہ ماں اور بہن اور جورو مین فرق کرنا یا اور چیزون مین سے بلا ثبوت ضرر طبی بعض چیزون کو حرام سمجھہ لینا یہ سب بناوٹی باتین ہین جن پر کوئی فلسفی دلیل قایم نہین ہوسکتی اسی طرح اُنہون نے یہ بہی بیان کیا کہ زنکار رہنے مین کوئی شناعت عقلی ثابت نہین ہوتی بلکہ اِسمین طبی قواعد کے رو سے فوائد ہین اِسی طرح اِن فلاسفرون کے اَور بہی مسائل ہین اور خلاصہ اُنکے مذہب کا یہی ہے کہ وہ بجز دلائل قطعیہ عقلیہ کے کسی چیز کو نہین مانتے اور اُنکی فلسفیانہ نگاہ مین گو کیسی کوئی بدعملی ہو جب تک براہین قطعیہ فلسفیہ سے اُسکا بد ہونا ثابت نہو لے یعنی جبتک اُسمین کوئی طبی ضرر یا دنیوی بدانتظامی متصور نہو تب تک اُسکا ترک کرنا نچاہیئے مگر جو دوسرے درجہ کے فلاسفر ہین اُنہون نے لوگون کے لعن طعن سے اندیشہ کرکے اپنے فلاسفری اصولون کو کچھہ نرم کردیا ہے اور قوم کے خوف اور ہم جنسون کی شرم سے خدا اور عالم جزا اور دوسری کئی باتون کو ظنی طور پر تسلیم کر بیٹھے ہین لیکن یہ اعلے درجہ کے فلاسفر اُنکو سخت نالائق اور بدفہم اور غبی الطبع اور بزدل اور اپنی سوسائٹی کے بدنام کنندہ خیال کرتے ہین کیونکہ اُنہون نے فلاسفر ہونیکا دعوی تو کیا لیکن اصول فلسفہ پر جیسا کہ حق چلنیکا تہا نہین چلے اِسلئے

دیکھکر اور کسیقدر دلائل عقلیہ کا غلبہ اُسطرف پاکر اور پھر خدا کے کلام کو اُس پر شاہد ناطق وصادق معلوم کرکے اُن باتون کو مان لیا جائے یہی ایمان ہے جو ذریعہ خوشنودی خداوندکریم جلشانہ ہوجاتا ہے اور بعد اسکے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہین مرتبہ الیقان ہے اور پھر اسکے بعد مرتبہ عرفان کا ہے یعنی جبکہ بندہ ایسی باتون کو مان لیتا ہے جنکو اُسکی عقل امکان یا جواز یا وجوب کی صورت مین قبول توکرلیتی ہے مگر انکشاف کُلّی کے طور پر اُن پر احاطہ نہین کرسکتی تو خداتعالی کی نظر مین وہ شخص صادق ٹھہر جاتا ہے اور حضرت خداوندکریم عزاسمہ بہ برکت اُس ایمان کے عرفان کا مرتبہ اُسکو عطا کردیتا ہے یعنے اپنی طرف سے علم ومعرفت وسکینت اُسپر نازل کرتا ہے اور کشفی اور الہامی نورون سے وہ بقیہ ظلمت بھی اُٹھادیتا ہے جسکے اُٹھانے سے عقل دودآمیز عاجز رہگئی تھی اسی جہت سے خداتعالی نے جیسے انسان کی فطرت مین مبادی امور کے کسیقدر سمجھنے کے لئے ایک عقلی قوت رکھی ہے

بقیہ حاشیہ اول درجہ کے فلاسفر اِس بات سے عار رکھتے ہین کہ ان ناقصون کو فلاسفر کے باعزت لفظ سے مخاطب یا موسوم کیا جائے کیونکہ اُنہون نے کچھہ کچھہ تو فلسفہ کے طریقہ پر قدم مارا اور کچھہ عام لوگون کی ملامت لعنت سے ڈرکر نبیون کے عقائد مین بھی رجو فلسفیون کے منشا کے موافق قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت نہین ہوسکتے) ناتک اڑا دی اسلئے یہ لوگ اُنکی نظر مین نیم حکیم ہین حقیقی فلاسفر نہین ہان ممکن بلکہ قرین قیاس ہے اور امید کیجاتی ہے کہ جیسے جیسے ایک سخت جوش قطعی اور یقینی اور نہایت واشگاف ثبوت عقلی طلب کرنیکا انکے مستعد اور ہونہار لوگونکے دلون مین آتا جائیگا ویسی ویسی وہ کسرین جو باقی رہ گئے ہین اُنکے خیالات سے وہ سب نکل جائینگے اور عقائد اور اعمال مین پوری پوری مطابقت اپنے بڑے بھائیون سے کرلینگے تب وہ شیطانی اور ظلمانی دو کالے پانی دنیا کے برباد کرنیکے لئے ایک ہی ہوکر بہین گے اور اگر آئندہ ذریت مین فلسفہ نے ترقی کی تو وہ بجائے اسکے کہ حال کے فلسفیون کی طرح یہ سوال کرین کہ اگر ملائک یا شیاطین کچھہ چیز ہین تو ہمین دکھلاؤ یہ اعلے درجہ کے سوالات کرینگے کہ اگر خدا اور اُسکی قدرتین کچھہ چیز ہین تو ہمین ظاہر ظاہر بلا واسطہ اسباب دکھاؤ اور اگر روحین بعد مفارقت بدن باقی رہجاتی ہین اور اُنکا وجود بھی کچھہ چیز ہے تو وہ بھی ہمین دکھلاؤ غرض جیسے جیسے ان نوآموزون کے فلسفہ مین صیقل ہوتا جائے گا اعلے سے اعلے سوال ان کے دلون مین پیدا ہوتے جائینگے یہان تک کہ اول درجہ کے فلاسفرون سے ہاتھہ جا ملائینگے ابھی تو حال کچا اور خیال بھی کچا ہے منہ

اسی طرح انسان مین کشف اور الہام کے پانیکی بھی ایک قوت مخفی ہے جب عقل انسانی اپنی حد مقررہ تک
چلکر آگے قدم رکھنے سے رہجاتی ہے تو اسجگہ خدا تعالے اپنے صادق اور وفادار بندون کو کمال عرفان
اور یقین تک پہونچانیکی غرض سے الہام اور کشف سے دستگیری فرماتا ہے اور جو منزلین بذریعہ عقلی طے
کرنے سے رہ گئی تھین اب وہ بذریعہ کشف اور الہام طے ہوجاتی ہین اور سالکین مرتبہ عین الیقین بلکہ
حق الیقین تک پہنچ جاتے ہین یہی سنت اللہ اور عادت اللہ ہے جسکی رہنمائی کے لئے تمام پاک نبی دنیا مین آئے ہین
اور جسپر چلنے کے بغیر کوئی شخص سچی اور کامل معرفت تک نہین پہونچا مگر کم بخت خشک فلسفی کو کچھہ ایسی جلدی
ہوتی ہے کہ وہ یہی چاہتا ہے کہ جو کچھہ کہلنا ہے وہ عقلی مرتبہ پر ہی کہلجاوے اور نہین جانتا کہ عقل انسانی اپنی طاقت
سے زیادہ بوجھہ نہین اٹھا سکتی اور نہ طاقت سے آگے قدم رکھہ سکتی ہے اور نہ اسبات کی طرف فکر دوڑاتا ہے
کہ خدا تعالی نے انسان کو اسکے کمالات مطلوبہ تک پہنچانیکے لئے صرف جوہر عقل ہی عطا نہین کیا بلکہ کشف اور
الہام پانیکی قوت بھی اسکی فطرت مین رکھی ہے سو جو کچھہ خدا تعالی نے اپنی حکمت کاملہ سے وسائل خداشناسی انسان
کی سرشت کو عطا کئے ہین ان وسائل مین سے صرف ایک ابتدائی اور ادنی درجہ کے وسیلہ کو استعمال مین لانا
اور باقی وسائل خداشناسی سے بکلی بیخبر رہنا بڑی بہاری بدنصیبی ہے اور ان قوتون کو ہمیشہ بیکار رکھکر ضائع
کر دینا اور ان سے فائدہ نہ اٹھانا پرلے درجہ کی بے سمجھی ہے سو ایسا شخص سچا فلسفی ہرگز نہین ہوسکتا کہ جو
کشف اور الہام پانیکی قوت کو معطل اور بیکار چھوڑتا ہے بلکہ اس سے انکار کرتا ہے حالانکہ ہزارون مقدسون کی
شہادت سے کشف اور الہام کا پایا جانا بپایہ ثبوت پہنچ چکا ہے اور تمام سچے عارف اسی طریق سے معرفت کاملہ تک
پہنچے ہین آریہ مت والے جنکا دہرم دلی روشنی سے علاقہ نہین رکہتا وہ کشف اور ایسے الہام سے تو قطعاً منکر
ہین جو امور غیبیہ اور خوارق اعجازیہ پر مشتمل ہو بقول انکے وید پیشگوئیون سے بکلی خالی اور قدرتی نشانون سے
بکلی تہیدست ہے مگر باینہمہ پھر بھی الہامی کتاب وید ہی کو مانتے ہین غرض جیسا کہ خدا تعالی کا کلام اسکی
صفات کمالیہ کا آئینہ ہونا چاہئے یہ انوار الہی وید مین ثابت نہین کرسکتے بلکہ اپنے ہی منہ سے اقرار کرتے ہین
کہ انکا وید اخبار غیب اور اسرار قدرت سے بکلی عاری اور عاجز ہے لیکن ان سب خرابیون کے ساتھہ اسبات پر
بھی اصرار کرتے ہین کہ الہام الہی وید ہی پر ختم ہے وہ ہمیشہ کے کشف اور الہام سے منکر ہین اور کہتے ہین کہ
صرف چار آدمیون کو جنپر وید اترا یہ قوت الہامی بوجہ انکے نیک اعمال کے قدرت نے عطا کی تھی مگر بعد ان کے
کسیکو نہین ملی گویا وہ چار آدمی ایک انوکھی پیدائش کے تھے جنسے باقی جمیع بنی آدم کو انکی فطرت یا عمل کے رو سے

کچھہ مناسبت نہین سو یہ قوم روحانی اندھا ہونے پر راضی ہے ہان آجکل عقل عقل تو پکارتے ہین اور قانون قدرت بھی کسیکی منہ سے سن لیا ہے تب ہی تو لالہ مرلیدھر صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ شق القمر قانون قدرت کے برخلاف ہے مگر ہمین لالہ صاحب موصوف کے اِس تقلیدی اعتراض پر نظر کرکے بڑا ہی افسوس آتا ہے کاش اُنہون نے کہین سے یہ بھی سنا ہوتا کہ خدا تعالی کی خدائی اور الوہیت اُسکی قدرت غیر محدودہ اور اسرار نامعدودہ سے وابستہ ہے جسکو قانون کے طور پر کسی حد کے اندر گھیر لینا انسان کا کام نہین ہے خداشناسی کے لئے یہ بڑا بھاری بنیادی مسئلہ ہے کہ خدائے ذوالجلال کی قدرتین اور حکمتین بے انتہا ہین اِس مسئلہ کی حقیقت سمجھنے اور اُسپر عمیق غور کرنے سے سب الجھاؤ اور پیچ خیالات کا رفع ہوجاتا ہے اور سیدھا راہ حق شناسی اور حق پرستی کا نظر آنے لگتا ہے - ہم اسجگہ اِس بات سے انکار نہین کرتے کہ خدا تعالی ہمیشہ اپنی ازلی ابدی صفات کے موافق کام کرتا ہے اور اگر ہم دوسرے لفظون مین اُنہین ازلی ابدی صفات پر چلنے کا نام قانون الٰہی رکھین تو بیجا نہین مگر ہمارا کلام اور بحث اِسمین ہے کہ وہ آثار صفات ازلی ابدی یا یون کہو کہ وہ قانون قدیم الٰہی محدود یا معدود کیون مانا جاوے ہان بیشک یہ تو ہم مانتے ہین اور مان لینا چاہئے کہ جو کچھہ صفتین جناب الٰہی کی ذات مین موجود ہین اُنہین صفات غیر محدود کے آثار اپنے اپنے وقتون مین ظہور مین آتے ہین کوئی امر انکا غیر اور وہ صفات ہریک مخلوق ارضی و سماوی پر مؤثر ہو رہی ہین اور اُنہین آثار الصفات کا نام سنت اللہ یا قانون قدرت ہے مگر چونکہ خدا تعالی معہ اپنی صفات کاملہ کے غیر محدود اور غیر متناہی ہے اِسلئے ہماری بڑی نادانی ہوگی اگر ہم یہ دعوے کرین کہ اُسکے آثار الصفات یعنی قوانین قدرت باندازہ ہمارے تجربہ یا فہم یا مشاہدہ کے ہین اُس سے بڑھ کر نہین - آجکل کے فلسفی الطبع لوگون کی یہ بڑی بھاری غلطی ہے کہ اول وہ قانون قدرت کو ایسا سمجھہ بیٹھے ہین جسکی من کل الوجوہ حدبست ہوچکی ہے اور پھر بعد اسکے جو امر نیا پیش آوے اُسکو ہرگز نہین مانتے اور ظاہر ہے کہ اس خیال کی بنا راستی پر نہین ہے اور اگر یہی سچ ہوتا تو پھر کسی نئی بات کے ماننے کے لئے کوئی سبیل باقی نرہتا اور امور جدیدہ کا دریافت کرنا غیر ممکن ہوجاتا کیونکہ اِس صورت مین ہریک نیا فعل بصورت نقص قوانین طبعی نظر آویگا اور اُسکے ترک کرنے سے ناحق ایک جدید صداقت کو ترک کرنا پڑیگا یہی وجہ ہے کہ یہ منحوس اصول آجتک دکہانے کے ہی دانت رہے ہین نہ کہانے کے اور امور جدیدہ کا قوی ظہور اِس قاعدہ کی تار و پود کو ہمیشہ توڑتا رہا ہے جب کسی زمانہ مین کوئی جدید خاصہ متعلق علم طبعی یا ہیئت وغیرہ علوم کے متعلق ظہور پکڑتا رہا ہے تو ایک مرتبہ فلسفہ کے شیش محل پر ایک سخت بھونچال کا موجب ہوا ہے -

جس سے متکبر فلسفیون کا شور شرارہ کچھہ عرصہ کے واسطے فرو ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان لوگونکے خیالات
ہمیشہ پلٹے کھاتے رہے ہین اور کبھی ایک ہی صورت یا ایک ہی نقشہ پر ہرگز قایم نہین رہے اگر کوئی صفحات
تاریخ زمانہ مین بواقعات سوانح عمری حکما پر غور کرے تو اُسکو معلوم ہو جائیگا کہ اُنکے خیالات کی ٹرین کتنی مختلف
سڑکون پایہ کہ کسقدر متناقض چالون پر چلی ہے اور کیسے داغ خجالت اور ندامت کے ساتھ ایک راے کو دوسری
راے سے تبدیل کرتے آئے ہین اور کیونکر اُنہون نے ایک مدت دراز تک کسی بات کا انکار کرکے اور بولت
قدرت سے اُسکو باہر سمجھہ کر آخر نہایت متندمانہ حالت مین اُسی بات کو قبول کرلیا ہے سو اس تبدیل آرا کا
کیا سبب تھا یہی تو تھا کہ جو کچھہ اُنہون نے سمجھہ رکھا تھا وہ ایک ظنی بات تھی جسکی مشاہدات جدیدہ نے
تکذیب کی سو جن شکلون اور حالتون مین وہ مشاہدات جدیدہ جلوہ گر ہوئے انہین کے موافق اُن کی
راؤن کی ٹرین بدلتی اور اُلٹتی پلٹتی رہی اور جدھر تجارب جدیدہ کا رُخ پلٹتا رہا اُدھر ہی اُنکے خیالات
کی ہوا بھی پلٹا کھاتی رہین غرض فلسفیون کے خیالات کی لگام ہمیشہ امور جدید الظہور کے ہاتھہ مین رہی ہے
اور اب بھی بہت کچھہ اُن کی نظرون سے چھپا ہوا ہے جسکی نسبت اُمید کیجاتی ہے کہ وہ آیندہ ظہور کرین کہا کہا
کر اور طرح طرح کی رسوائیان اُٹھا اُٹھا کر کسی نہ کسی وقت قبول کرینگے کیونکہ قوانین قدرت انسانی عقل کے
دفتر مین ابھی تک ایسے منضبط نہین اور نہ ہوسکتے ہین جن پر نظر کرکے نئی تحقیقاتون سے نا اُمیدی ہو
کیا کوئی عقلمند خیال کرسکتا ہے کہ انسان دنیا کے مکتب خانہ مین باوجود اپنی اسقدر عمر قلیل کے تحصیل
اسرار ازلی ابدی سے بکلی فراغت پا چکا ہے اور اب اُسکا تجربہ عجائبات الٰہیہ پر ایسا محیط ہو گیا ہے کہ
جو کچھہ اُسکے تجربے سے باہر ہو وہ فی الحقیقت خداتعالی کی قدرت سے باہر ہے مین جانتا ہون کہ ایسا خیال
بجز ایک بے شرم اور ابلہ آدمی کے کوئی دانشمند نہین کرسکتا فلاسفرون مین سے جو واقعی نیک دانا
اور سچے روحانی آدمی گذرے ہین اُنہون نے خود تسلیم کرلیا کہ ہمارے خیالات جو محدود و منقبض
ہین خدا اور اُسکے بے انتہا بھیدون اور حکمتون کی شناخت کا ذریعہ نہین ہوسکتے بلکہ فلاسفرون نے
اپنی راؤن مین نداستین اُٹھائین اور صدہا خواص قاعدہ طبعی کے برخلاف اور قوانین طبعیہ کے
نقیض ہوکر پھر مشاہدہ کے رو سے ثابت ہوگئے تو آخر وہ ماننے ہی پڑے اور علوم طبعی یا ہیئت کی دال
کچھہ پیش نگئی - بلکہ بعض سوانح عجیبہ جو تاریخی طور پر ثابت کی جاتی ہین جیسے یہی معجزہ شق القمر جو بلا الحمد لیہ ہمر
صاحب کی نظر مین پر بہتر کے ازلی ابدی قانون قدرت کے برخلاف ہے ایسے سوانحہ پر یقین لانا یا نہ لانا

اپنے علم وسیع یا محدود پر توقف ہے یہ بحث ہرگز نہیں ہو سکتی کہ یہ واقعہ علوم طبعی یا ہئیت کے برخلاف ہے کیونکہ قدرت قدیمہ کاملہ کے موافق یا مخالف ہونا بعد احاطۂ قدرت کے معلوم ہو سکتا ہے اسلئے یہ علوم ناقصہ ہئیت وطبعی جو ہمارے دفتروں میں منضبط ہیں وہ اس تعریف کے ہرگز لائق نہیں جن اُنھوں نے ہر ایک دقیقہ اور کوئی امر قدرت میں چھپا ہوا نہیں چھوڑا اور نہ ایسا بھروسہ کرنا اُن پر عقلمندی ہے۔ خواص جدیدا لظہور کا ایک عجیب کرشمہ ہے جو ہمیشہ قیاسی علوم کی بربادی اور بےعزتی کرتا رہا ہے اور کریگا اور جسطرح ہمارے زمانہ نے ایسے علوم جدیدہ پائے جن سے پہلے لوگ بےخبری میں گذر گئے یا باطل کو حق کہتے سو گئے ایسا ہی ممکن بلکہ قرین قیاس ہے کہ آنیوالی ذریت اس زمانہ کی غلطیاں نکالے اور وہ باتیں اُن پر ظاہر ہوں جو اس زمانہ پر ظاہر نہیں ہوئیں۔ آسمان تو آسمان ہے زمین کے خواص جاننے سے ابھی کب فراغت ہو چکی ہے ؎

تو کارے زمین را نکو ساختی   کہ با آسمان نیز پرداختی

غرض علوم جدیدہ کا سلسلہ منقطع ہوتا نظر نہیں آتا شق القمر کے ایک تاریخی واقعہ سے کیوں اتنا نفرت یا تعجب کرو گذشتہ دنوں میں تو جسکو کچھ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے ایک یورپین فلاسفر کو سورج کے ٹوٹنے کی ہی فکر پڑ گئی تھی پھر شاید شگاف ہو کر ملگیا۔ فلاسفروں کو ابھی بہت کچھ سمجھنا اور معلوم کرنا باقی ہے۔ کے آمدی و کے پیر شدی۔ ابھی تو نام خدا ہے غنچہ صبا تو چھو بھی نہیں گئی ہے یہ نہایت محقق صداقت ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اندر ایک ایسی خاصیت رکھتی ہے جس سے وہ خداتعالیٰ کی غیر متناہی قدرتوں سے اثر پذیر ہوتی رہتی ہے سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواص اشیا ختم نہیں ہو سکتی گو ہم اُن پر اطلاع پائیں یا نہ پائیں اگر ایک دانہ خشخاس کے خواص تحقیق کرنے کے لئے تمام فلاسفر اولین وآخرین قیامت تک اپنی دماغی قوتیں خرچ کریں تو کوئی عقلمند ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ وہ ان خواص پر احاطہ تام کر لیں سو یہ خیال کہ اجرام علوی یا اجرام سفلی کے خواص جسقدر بذریعہ علم ہئیت یا طبعی دریافت ہو چکے ہیں اُسیقدر پر ختم ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی بےسمجھی کی بات نہیں ؎

اب خلاصہ اس تمام مقدمہ کا یہ ہے کہ قانون قدرت کوئی ایسی شئے نہیں ہے کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے کیونکہ قانون قدرت خداتعالیٰ کے اُن افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے آئندہ آئینگے لیکن چونکہ ابھی خداتعالیٰ اپنی قدرتوں کے دکھانے سے تھک نہیں گیا ہے اور نہ یہ کہ اب

قدرت ثانی سے بیے زور ہوگیا ہے یا کسی طرف کو بہک گیا ہے یا کسی خارجی قاسر سے مجبور کیا گیا ہے اور
مجبوراً آیندہ کے عجائب کامون سے دستکش ہوگیا ہے اور ہمارے لیئے وہی چند صدیون کی کارگزاری یا
اُس سے کچھہ زیادہ سمجھہ لو) چھوڑ گیا ہے اِسلیئے ساری عقلمندی اور حکمت اور فلسفیت اور ادب اور تعلیم اسی
مین ہے کہ ہم چند موجودہ مشہودہ قدرتون کو جنمین ابھی صدہا طور کا اجمال باقی ہے مجموعہ قوانین قدرت
خیال کر بیٹھین اور اُسپر ناوان لوگون کیطرح ضد نہ کرین کہ ہمارے مشاہدات سے خداتعالی کا فعل ہرگز تجاوز نہین
کرسکتا کیونکہ یہ صرف احمقانہ دعوے ہے جو ہرگز ثابت نہین کیاگیا اور نہ ثابت کیا جاسکتا ہے جیسے مانا
کہ ذہب نیچر کا نقیض نہین ہے مگر یہ آپ کیونکر ہمسے تسلیم کراتے ہین کہ سب خواص نیچر پر انسان محیط ہوچکا ہے
کیا اِسپر کوئی دلیل بھی ہے یا نرے تحکم ہی سے منہ بند کرنا چاہتے ہین یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر تجارب و مشاہدات
جو آجتک قلمبند ہوچکے ہین صحیح اور کامل ہوتے تو علوم جدیدہ کو قدم رکھنے کی جگہ نہ رہتی حالانکہ آپ لوگ بھی
کہا کرتے ہین کہ علوم جدیدہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیئے کھلا ہے مین سچ مین ہون کہ کیونکر ایسی چیزین کامل
اور قطعی طور پر مقیاس الصداقت یا میزان الحق ٹہر سکتے ہین جنکے اپنے ہی پورے طور کے انکشاف مین ابھی
بہت سی منازل باقی ہین اور اِس پیچ در پیچ معاملے یا نتک حکما کو حیران اور سرگردان کر رکھا ہے کہ بعض اُنمین
سے حقائق اشیا کے منکر ہی ہوگئے (منکرین حقائق کا وہی گروہ ہے جسکو سوفسطائی کہتے ہین) اور بعض
انمین سے یہ بھی کہہ گئے کہ اگرچہ خواص اشیا ثابت ہین تاہم دائمی طور پر اُنکا ثبوت نہین پایا جاتا پانی آگ کو
بجھا دیتا ہے مگر ممکن ہے کہ کسی ارضی یا سماوی تاثیر سے کوئی چشمہ پانی کا اِس خاصیت سے باہر آجائے آگ
لکڑی کو جلا دیتی ہے مگر ممکن ہے کہ ایک آگ بعض موجبات اندرونی یا بیرونی سے اِس خاصیت کو ظاہر نہ
کرسکے کیونکہ ایسی عجائب باتین ہمیشہ ظہور مین آتی رہتی ہین حکما کا یہ بھی قول ہے کہ بعض تاثیرات ارضی یا سماوی
ہزارون بلکہ لاکھون برسون کے بعد ظہور مین آتی ہین جو ناواقف اور بیخبر لوگون کو بطور خارق عادت معلوم
دیتی ہین اور کبھی کبھی کسی کسی زمانہ مین ایسا کچھہ ہوتا رہتا ہے کہ کچھہ عجائبات آسمان مین یا زمین مین ظاہر ہوتے
ہین جو بڑے بڑے فیلسوفون کو حیرت مین ڈالتے ہین اور پھر فلسفی لوگ اُنکے قطعی ثبوت اور مشاہدہ سے
خیرہ اور متندم ہوکر کچھہ نہ کچھہ تکلفات کر کے طبعی یا ہیئت مین اُنکو گھسیٹر دیتے ہین تا اُن کے قانون قدرت مین
کچھہ فرق نہ آجائے ایسا ہی یہ لوگ اِدھر کے اُدھر لگا کر اور نئی باتون کو کسی علمی قاعدہ مین جبراً دھسا کر گذارہ
کرلیتے ہین جبتک پیر دار مچھلی نہین دیکھی گئی تھی تب تک کوئی فلسفی اُسکا قایل نہ تھا اور جبتک متواتر تجربہ کے

کٹنے سے دُم کٹے کتے پیدا نہ ہونے لگین تب تک اُس خاصیت کا کوئی فلاسفر اقراری نہوا اور جبتک بعض بعض زمینون مین کسی سخت نزلزلہ کی وجہ سے کوئی ایسی آگ نہ نکلے کہ وہ پتھرون کو پگھلا دیتی تھی مگر لکڑی کو جلا نہین سکتی تھی تب تک فلسفی لوگ ایسی خاصیت کا آگ مین ہونا خلاف قانون قدرت سمجھتے رہے جبتک اسپی ریلیٹ کا آر نہین نکلا تھا کس فلسفی کو معلوم تھا کہ عمل ٹرینفس فیوزن اُف بلڈ (یعنی ایک انسان کا خون دوسرے انسان مین داخل کرنا) قانون فطرت مین داخل ہے - بہلا اُس فلاسفر کا نام لینا چاہیے جو ایلکٹرک مشین یعنے بجلی کی کل نکلنے سے پہلے اس بجلی لگانیکے عمل کا قائل تھا ؎

فلسفی را چشم حق بین سخت نابینا بود   گرچہ بکین باشد و یا بو علی سینا بود

یہ ثابت ہو چکا ہے اور ہمیشہ مشاہدہ مین آتا ہے کہ جو لوگ خواہ نخواہ قانون قدرت کے پابند کہلاتے ہین وہ اپنی راے مین بہت کچے ہوتے ہین اگر دس بیس معتبر اور پختہ عقلمند اور اُنکے ہمرتبہ آدمی کوئی عجیب بات ہنسی کے طور پر بیان کر دین مثلاً یہ کہدین کہ ہم ایک پردار آدمی کو بچشم خود دیکھ آئے ہین یا ایک پتھر مین سے شہد شیرین ہوتے ہوئے دیکھا گیا بلکہ کھایا ہے یا آسمان سے ہمنے پھول برستے دیکھے اور پھولون مین سے سونا نکلا یا شاید کوئی واقعہ صحیح ہی پیش آوے جیسے آجکل کے بعض اخبارون مین شائع کیا گیا ہے کہ یوروپ کے ایک ملک مین ایک پتھر تیس من وزنی برسا جسمین ہڈیان بھی ملی ہین شاید اُنکی ہڈیان ہین جو چاند کے کرہ مین رہنے والے ہین تو فی الفور فلاسفر صاحب کے دلمین ایک دھڑکا سا شروع ہو جائیگا تو یہ دھڑکا اور اضطراب اس کمبخت کا اسکے نقصان عقل اور فہم پر صریح شہادت دیتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر سرمایہ اسکا ظن ہے کیونکہ کسی قطعی ثبوت مین انسان کبھی تردد نہین کر سکتا مثلاً اگر کسی زندہ آدمی کو دس بیس آدمی بلکہ یہ کہین کہ تو زندہ نہین بلکہ مرا ہوا ہے تو اسقدر کیا وہ دس ہزار آدمی کی شہادت سے بھی اپنی زندگی سے شک مین نہین پڑیگا بلکہ بیشمار اشخاص کا مجمع بھی اپنے حلفی گواہون سے اُسکو اضطراب مین نہین ڈالیگا کیونکہ اُسکو اپنی زندگی پر پورا پورا یقین ہے - یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ فلسفہ مین جو واقعی دانا ہین وہ تجارب فلسفیہ پر بہت ہی کم یقین رکھتے ہین کیونکہ اُن کے معلومات وسیع ہین اور اُنکو اپنے فلسفہ کی اندرونی حقیقت معلوم ہے +

علامہ شارح قانون جو طبیب حاذق اور بڑا بھاری فلسفی ہے ایک جگہ اپنی کتاب مین لکھتا ہے جو

یونانیون مین یہ قصے بہت مشہور ہین جو بعض عورتون کو جو اپنے وقت مین عفیفہ اور صالحہ تھین بغیر صحبت
مرد کے حمل ہو کر اولاد ہوئی ہے پھر علامہ موصوف بطور وداع کے کہتا ہے کہ یہ سب قصے افترا پر محمول
نہین ہو سکتے کیونکہ بغیر کسی اصل صحیح کے مختلف افراد اور مختلف قومون مین ایسے دعاوی ہرگز فروغ
نہین پا سکتے ہین اور نہ عورتون کو جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ زانیہ ہونیکی حالت مین اپنے حمل کی ایسی وجہ
پیش کرین جس سے اور بھی ہنسی کرائین اور ہمین ایسی بات سے پرہیز کرنا چاہیے کہ خواہ نخواہ ایسی تمام عورتون پر
زنا کا الزام لگاوین جو مختلف ملکون اور قومون اور زمانون مین مستور الحال گذر چکی ہین کیونکہ طبی قواعد
کے رو سے ایسا ہونا ممکن ہے وجہ یہ کہ بعض عورتین جو بہت ہی نادر الوجود ہین بباعث غلبۂ رجولیت اس
لائق ہوتی ہین کہ انکی منی دونون طور قوت فاعلی و انفعالی رکھتی ہو اور کسی سخت تحریک خیال شہوت سے
جنبش مین آکر خود بخود حمل ٹھہرنے کا موجب ہو جائے۔ مین کہتا ہون کہ ایسے قصے ہندوؤن مین بھی مشہور
ہین سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان کی انہین قصون پر بنیاد پائی جاتی ہے ٭

غرض یہ خیال ہندوؤن مین بھی پرانا چلا آتا ہے یہان تک کہ رگ وید مین لکھا ہے کہ ایک نیک بخت
رشی کی لڑکی کو فقط اندر دیوتا کی ہی توجہ سے حمل ہو گیا تھا اور ایسا ہی شمس و قمر سے بھی شرفا آریہ کی باکرہ
لڑکیون کو حمل ہوتا رہا ہے اب ان قصون اور کہانیون کو جو بکثرت مختلف قومون مین پائی جاتی ہین یکمشت
مردود اور باطل سمجھ کر پایۂ اعتبار سے ساقط کر دینا حکیمانہ طریق نہین ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر ان قصون
کو انکے زوائد سے الگ کر کے دیکھا جائے تو انکے نیچے وہی ایک دقیق خاصہ علم طبعی کا چھپا ہوا نظر
آتا ہے جسکی طرف علامہ نے اشارہ کیا ہے اور اس بات پر ضد نہین کرنی چاہیے کہ اگر یہ بات کچھ
حقیقت رکھتی ہے تو پھر عام طور پر کیون وقوع مین نہین آتی کیونکہ اول تو یہ سوانح ایسے نادر الوقوع نہین
ہین جیسے آجکل کے نئے فلسفی انکو خیال کر رہے ہین بلکہ مختلف قومون مین اسکے آثار سلسلہ وار چلے
آئے ہین اگرچہ عبرانیون مین تو صرف حضرت مسیح اس طرز کی پیدائش مین بیان کئے گئے ہین لیکن یونانیون
اور آریون کی کتابون مین اسکی نظیرین بہت پائی جاتی ہین اور حال کے زمانہ اور اسکے قریب قریب بھی
بعض ممالک کی عورتین حمل دار ہو کر ایسا کچھ بیان کرتی رہی ہین اب ان سب قصون کی نسبت گو کسی منکر
کی کیسی ہی رائے ہو مگر صرف انکے نادر الوقوع ہونیکی وجہ سے وہ سبکی سب رد نہین کی جا سکتی اور انکے
ابطال پر کوئی دلیل فلسفی قائم نہین ہو سکتی بلکہ اکثر یونانی فلسفی (آسمانون کے ماننے والے) اور انہین

ہین سے افلاطون اور ارسطو بھی اسبات پر متفق ہین کہ حادث چیزون کی مبادی آسمانون کی حرکتین اور انکے مختلف دورے ہین اسی جہت سے علوی اور سفلی چیزون کے حکم اور حال مختلف ہوتے ہین اور اسی بنا پر انکے مذہب کے رو سے ممکن ہے کہ ایک دور مین ایسی عجائب چیزین یا عجائب شکلون کے جانور پیدا ہون کہ نہ تو دور سابق مین اور نہ دور لاحق مین انکی نظیر پائی جائے غرض نادر الظہور اشیاء کا سلسلہ اس وضع عالم کو لازمی پڑا ہوا ہے - اور علامہ موصوف نے اس مقام مین ایک تقریر بہت عمدہ لکھی ہے وہ لکھتے ہین کہ اگرچہ سب انسان ایک نوع مین ہونیکی وجہ سے باہم مناسب الطبع واقعہ ہین مگر پھر بھی اُن مین سے بعض کو نادر طور پر کبھی کبھی کسی کسی زمانہ مین خاص خاص طاقتین یا کسی اعلے درجہ کی قوتین عطا ہوتی ہین جو عام طور پر دوسرون مین نہین پائی جاتین جیسے مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض نے حال کے زمانہ مین تین سو برس سے زیادہ عمر پائی ہے جو بطور خارق عادت ہے اور بعض کی قوت حافظہ یا قوت نظر ایسے کمال درجہ کو پہنچی ہے جو اُسکی نظیر نہین پائیگی اور اس قسم کے لوگ بہت نادر الوجود ہوتے ہین جو صدہا یا ہزارون برسون کے بعد کوئی فرد ان مین ظہور مین آتا ہے اور چونکہ عوام الناس کی نظر اکثر امور کثیر الوقوع اور متواتر الظہور پر ہوا کرتی ہے اور یہی ہوتا ہے کہ عام لوگون کی نگاہ مین جو باتین کثیر الوقوع اور متواتر الظہور ہون وہ بطور قاعدہ یا قانون قدرت کے مانی جاتی ہین اور اُنہی کی سچائی پر اُنہین اعتماد ہوتا ہے اس لئے دوسرے امور جو نادر الوقوع ہوتے ہین وہ بمقابل امور کثیر الوقوع کے نہایت مضمحل اور مشتبہ بلکہ باطل کے رنگ مین دکھائی دیتے ہین اسی وجہ سے عوام کیا بلکہ خواص کو بھی اُن کے وجود مین شکوک اور شبہات پیدا ہو جاتے ہین سو بڑی غلطی جو حکماء کو پیش آتی ہے اور بڑی بھاری ٹھوکر جو اُن کو آگے قدم رکھنے سے روکتی ہے یہ ہے کہ وہ امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نادر الوقوع کی تحقیق کے درپے نہین ہوتے اور جو کچھ اُن کے آثار چلے آتے ہین اُن کو صرف قصے اور کہانیان خیال کر کے اپنے سر پر سے ٹال دیتے ہین حالانکہ یہ قدیم سے عادت اللہ ہے جو امور کثیر الوقوع کے ساتھ نادر الوقوع عجائبات بھی کبھی کبھی ظہور مین آتے رہتے ہین اسکی نظیرین بہت ہین جنکا لکھنا موجب تطویل ہے اور حکیم بقراط نے اپنی ایک طبی کتاب مین چند چشم دید بیمارون کا بھی حال لکھا ہے جو قواعد طبی اور تجربہ اطباء کے رو سے وہ ہرگز قابل علاج نہین تھے مگر اُن بیمارون نے عجیب طور پر شفا پائی جسکی نسبت اُنکا خیال ہے کہ یہ شفا بعض نادر تاثیرات ارضی یا سماوی سے ہے - اسجگہ ہم اسقدر

اور کہنا چاہتے ہین کہ یہ بات صرف نوع انسان ہی مین محدود نہین کہ کثیر الوقوع اور نادر الوقوع خواص کا اُس مین سلسلہ چلا آتا ہے بلکہ اگر غور کر کے دیکھین تو یہ دو جہاں سلسلہ ہر ایک نوع مین پایا جاتا ہے مثلاً نباتات مین سے آک کے درخت کو دیکھو کیسا تلخ اور زہرناک ہوتی ہے مگر کبھی ہزارون اور برسون کے بعد ایک قسم کی نبات اسمین پیدا ہو جاتی ہے جو نہایت شیرین اور لذیذ ہوتی ہے اب جس شخص نے اس نبات کو کبھی نہ دیکھا ہو اور معمولی قدیمی تلخی کو دیکھتا آیا ہو بیشک وہ اس نبات کو ایک عمر طبعی کے نقیض سمجھیگا ایسا ہی بعض دوسری نوع کی چیزون مین بھی دور دراز عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی خاصہ نادر ظہور مین آجاتا ہے کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ مظفر گڈہ مین ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریون کی طرح دودہ دیتا تھا جب اُسکا شہر مین بہت چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڈہ کو بھی اطلاع ہوئی تو انہون نے یہ ایک عجیب امر قانون قدرت کے برخلاف سمجھ کر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا چنانچہ وہ بکرا جب اُنکے روبرو دوہا گیا تو شاید قریب ڈیرہ سیر دودہ کے اُسنے دیا اور پھر وہ بکرا بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور مین بھیجا گیا تب ایک شاعر نے اُسپر ایک شعر بھی بنایا اور وہ یہ ہے **شعر**

مظفر گڈہ جہان ہے مکالف صاحب عالی یہان تک فضل باری ہے کہ بکرا دودہ دیتا ہے

اِسکے بعد تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہمنے بچشم خود چند مردون کو عورتون کی طرح دودہ دیتے دیکھا ہے بلکہ ایک نے اُن مین سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گانون مین اپنے باپ کے دودہ سے ہی پرورش پایا تھا کیونکہ اُسکی ماں مر گئی تھی ایسا ہی بعض لوگون کا تجربہ ہے کہ کبھی ریشم کے کیڑے کی مادہ بے نر کے انڈے دیدیتی ہین اور اُن مین سے بچے نکلتے ہین بعض نے یہ بھی دیکھا کہ چوہا مٹی خشک سے پیدا ہوا جسکا آدھا دھڑ تو مٹی تھی اور آدھا چوہا بنگیا۔ حکیم فاضل قرشی یا شاید علامہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک بیمار ہمنے دیکھا جسکا کان ماؤف ہوکر بہرہ ہو گیا تھا پھر کان کے نیچے ایک ناسور سا پیدا ہو گیا جو آخر وہ سوراخ سے ہو گئے اُس سوراخ کی راہ سے وہ برابر سن لیتا تھا گویا خدا نے اُسکے لئے دوسرا کان عطا کیا اِن دونون طبیبون مین سے ایک نے اور غالباً قرشی نے خود اپنی اڈہی مین سوراخ ہوکر اور پھر اُس راہ سے مدت تک براز یعنے پاخانہ آتے دیکھا تحریر کیا ہے جالینوس سے سوال کیا گیا کہ انسان آنکھون کی راہ سے سن سکتا تھا اُسنے جواب دیا کہ ہنوز تجربہ شہادت نہین دیتا۔ لیکن ممکن ہے کہ کوئی ایسی مشارکت کانون اور آنکھون کی مخفی ہو جو کسی ہاتھ کے عمل سے یا کسی سماوی

موجب سے ظہور پذیر ہو کر اس خاصیت کے ظہور کا موجب ہو جاتے کیونکہ ابھی علم استدراک خواص مختتم نہین
ڈاکٹر برنی اُن نے اپنے سفرنامہ کشمیر مین بر بنچال کی چڑہائی کی تقریب بیان پر بطور ایک عجیب حکایت
کے لکہا ہی جو ترجمہ کتاب مذکور کے صفحہ ۸۰ مین درج ہے کہ ایک جگہ پتھرون کے ہلانے جلانے سے ہمکو
ایک بڑا سیاہ بچھو نظر پڑا جسکو ایک نوجوان مغل نے جو میری جان پہچان والون مین سے تہا اُٹھا کر اپنی مٹھی
مین دبا لیا اور پھر میرے نوکر کے اور میرے ہاتھ مین دیدیا مگر اُسنے ہم مین سے کسیکو بھی نہ کاٹا اُس نوجوان
سوار نے اسکا باعث یہ بیان کیا کہ مینے اسپر قرآن کی ایک آیت پڑہکر پھونک دی ہے اور اسی عمل سے اکثر
بچھوؤن کو پکڑ لیتا ہون - اور صاحب کتاب فتوحات و خصوص جو ایک بڑا معتبر نامی فاضل اور علوم
فلسفہ و تصوف مین بڑا ماہر ہے وہ اپنی کتاب فتوحات مین لکہتا ہے کہ ہمارے مکان پر ایک فلسفی اور
کسی دوسرے کی خاصیت احراق آگ مین کچہہ بحث ہو کر اُس دوسرے شخص نے یہ عجیب بات دکھلائی
کہ فلسفی کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر کوئلون کی آگ مین جو ہمارے سامنے مجمر مین پڑی ہوی تہی ڈالدیا اور کچہہ
عرصہ اپنا اور فلسفی کا ہاتھ آگ پر رہنے دیا مگر آگ نے اُن دونون ہاتھون مین سے کسی پر ایک ذرا بھی
اثر نہ کیا اور راقم اس رسالہ نے ایک درویش کو دیکہا کہ وہ سخت گرمی کے موسم مین یہ آیت قرآنی پڑہ کر
اذا بطشتم بطشتم جبارین زنبور کو پکڑ لیتا تھا اور اُسکی نیش زنی سے بکلی محفوظ رہتا تھا
اور خود اس راقم کے تجربہ مین بعض تاثیرات عجیبہ آیت قرآنی کی آچکی ہین جن سے عجائبات قدرت
حضرت باری جلشانہ معلوم ہوتے ہین - غرض یہ عجائب خانہ دنیا کا بیشمار عجائبات سے بھرا ہوا ہے جو
دانا اور شریف حکیم گذرے ہین انہون نے اپنے چند معدود معلومات پر ہرگز ناز نہین کیا اور وہ اسبات کو
بہت بے شرمی اور گستاخی سمجھتے رہے ہین کہ اپنے محدود تجربہ کا نام خدا تعالی کا قانون قدرت رکھین
مگر اُنکے مقلد بباعث اپنی خامی اور ناتمامی کے سخت درجہ پر قانون قدرت کے قائل بلکہ غلام پائے جاتے
ہین سو یہ اُسی مثل کا مصداق ہے کہ در پدر شیرینی بسیار است لیکن پسر گرمی دارست - بالخصوص اس زمانہ
کے نوآموز لڑکون مین قانون قدرت کا خیال واجبی حد سے بڑھ گیا ہے اکثر نا سفید اور آوارہ طبع اور
ملحدانہ طبیعت کے آدمی اُن کم فہم لڑکون کو بگاڑتے جاتے ہین جنکی نادانی اور سادہ لوحی رحم کے لائق ہے یہ لوگ
نہین سمجھتے کہ اگر خواص قدرتیہ کا خاتمہ ہو چکا ہے تو اسکا یہ لازمی نتیجہ ہونا چاہیے کہ آیندہ خواص جدیدہ
ظہور مین نہ آوین اور اگر ابھی خاتمہ نہین ہوا اور نئے انکشافات اور تازہ معلومات کے کھلنے کی امید ہے تو

پہر کیون ایک نئی بات کو سنتے ہی بکری کیطرح انکار مین گردن ہلاوین خدا نے انکو یہ سمجھ نہین دی کہ عجائبات الٰہی کا میدان جو زنگا رنگ اور بے انتہا چشمون اور کہوتون اور آبشارون سے آبپاشی پاتا وہ نفس ناقص کے لئے چپ ہے وہ کیونکر تجارب محدودہ کی ظرف تنگ مین سما سکتا ہے اور اگر ایسا فرض بہی کر لیا جاوے کہ خدا تعالے کی قدرتین اُسی حد تک ختم اور خرچ ہو چکی ہین جو ہمین معلوم ہے تو پہر اس سے کیونکر خدا تعالی کا اپنی ذات اور اپنی قدرتون اور اپنی حکمتون مین بے انتہا ہونا قایم رہ سکتا ہے اُسکی غیر محدود حکمتون اور قدرتون کو سمجھنے کے لئے یہی تو ایک راہ ہے کہ ایک ذرہ کے موافق بھی اگر کوئی چیز ہو تو اُسپر اگر تمام انسانی عقلین قیامت تک غور کرین تو اُسکے عجائبات کی تہ تک نہین پہنچ سکتین کیا جسنے یہ چپہ سا آسمان جو مہر و ماہ اور ستارون کے چراغون سے سج رہا ہے اور یہ رشک گلزار زمین جو زنگا رنگ مخلوقات سے آباد ہو رہی ہے بغیر ایک ذرہ مشقت اُٹھانے کے صرف اپنے ارادہ سے پیدا کر دیا اُسکی قدرتون کا کوئی انتہا پا سکتا ہے اور یہ بات نہایت ظاہر و بدیہی ہے کہ جبتک علوم و خواص جدیدۃ الظہور کی اس عالم بے ثبات کے ساتھہ دُم لگی ہوی ہے تب تک کوئی دانا اپنے معلومات محدودہ معدودہ کو قانون قدرت کے نام سے موسوم نہین کر سکتا اور خود ہمین اپنی اس غیر مستقل اور اوباشانہ عادت سے شرمندہ ہونا چاہئے کہ اول ہم کسی بات کے عدم امکان پر ایسا سخت اصرار کرین - کہ گویا خدا تعالے کو اُسکی خدائی کے کامون سے ہی جواب دے دین اور پھر اُسی بات کا وقوع اور ظہور اور ثبوت دیکھکر اُسی منہ سے یہ کہنا شروع کر دین کہ ہان یہ قانون قدرت مین ہی داخل ہے ایسے لوگ جنمین فطرتی طور پر مادہ حیا کا کم پایا جاتا ہے وہ اگر یہ سیرت اختیار رکھین تو اُنہین کچھہ مضایقہ نہین لیکن اگر ایک باعزت اور باتہذیب و بامروت جنٹلمین یہ طریقہ تنزل اختیار کرے جو اُسے بیسون بے سخت انکارون کے بعد اقرار کرنا پڑے تو البتہ یہ افسوس کا مقام ہے بعض کہتے ہین کہ اگر ہم اپنے مجربات و مشاہدات کا اعتبار نہ کرین تو پہر سب علوم ضائع ہو جاوینگے مگر مین اسکے جواب مین بجز اسکے دعا کرے کہ ایخدا قادر مطلق انکو حقیقت شناسی کی سمجھہ بخش اور کیا کہہ سکتا ہون - کیا خواص جدیدہ کے پیدا ہونے سے پہلے علوم ضائع ہو جایا کرتے ہین مثلاً آگ بالخاصیت محرق ہے جسکی اس خاصیت کو بارہا ہم تم آزما چکے ہین بلکہ یہ خاصیت ہمارے مجربات و مشاہدات متواترہ مین سے ہے مگر بااینہمہ یہ بہی ممکن ہے کہ کوئی ایسی دوا یا روغن پیدا ہو کہ جب وہ کسی عضو یا کسی اور چیز پر لگایا جاوے تو آگ اپنی خاصیت احراق سے

ظاہر نکر سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود آگ مین ہی باذنہٖ تعالیٰ کسی اندرونی یا بیرونی حوادث سے یہ صورت پیدا ہوجائے ایسا ہی یہ بھی ممکنات سے ہے کہ کوئی اُس قسم کی آگ زمین سے یا آسمان سے پیدا ہو جو اپنے خواص مین اِس آگ سے اختلاف رکھتی ہو جیسے نار حجاز جسکے نکلنے کی خبر چھہ سو باون برس پہلے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے دی تھی جو صحیح بخاری اور مسلم مین پانسو برس پہلے ظہور سے مندرج اور شائع ہوچکی تھی غرض صدہا ایسی صورتین تاثیرات ارضی یا سماوی اور موجبات اندرونی یا بیرونی سے ظہور مین آسکتی ہین کہ جو ایک چیز کی خاصیت موجودہ صحیحہ مین خلل انداز ہوسکین اور علوم جدیدہ کا دروازہ جو نہایت وسیع اور غیر متناہی طور پہ کھلا ہوا ہے وہ اسی بنا پر تو ہے مین یہ نہین کہتا کہ تم بے سمجھے سوچے میری بات کو اپنی رائے کی بنیاد قرار دو بلکہ مین کہتا ہون کہ تم خوب جانچو اور پرکھو اور کھوٹے کھرے مین تمیز کرو اور جو کچھہ زمانہ تمہین دکھلا رہا ہے اُسے اچھی طرح آنکھین کھولکر دیکھو پھر اگر یہی رائے غالب اور فائق نظر آئے (نواحی ملک کے نوجوانون) اُسے قبول کرو ؎

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند   جوانانِ سعادتمند پند پیر دانا را

میری رائے مین فلسفیون سے بڑھکر اور کسی قوم کی دلی حالت خراب نہوگی خدا مین اور بندہ مین جو چیز جو بہت جلد جدائی ڈالتی ہے وہ شوخی اور خودبینی اور متکبری ہے سو وہ اس قوم کے اصول کو ایسی لازم پڑی ہوئی ہے کہ گویا انہین کے حصہ مین آگئی ہے یہ لوگ خدا تعالیٰ کی قدرتون پر حاکمانہ قبضہ کرنا چاہتے ہین اور جسکے منہ سے اسکے برخلاف کچھہ سنتے ہین اُسکو نہایت تحقیر اور تذلیل کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور افسوس کا مقام ہے کہ نوخیزون کے عام خیالات اسیطرف بڑھتے جاتے ہین یہ کسی قوی دلیل کا اثر نہین بلکہ ہمارے ملک کے لوگون مین بھیڑیا چال چلنے کا بہت سا مادہ موجود ہے جس سے تعلیم یافتہ جماعت بھی مستثنےٰ نہین سو اس فطرت اور عادت کے جو لوگ ہین وہ لوگ بڑی ڈاڑھی والے کو گڑھے مین پڑا ہوا دیکھہ کر اُسمین کود پڑتے ہین اور اس سے بڑھکر اُن کے ہاتھہ مین اور کوئی دلیل نہین ہوتی کہ فلان عقلمند کا قول ہے غرض زہرناک ہوا کے چلنے سے کمزور لوگ بہت جلد ہلاک ہوتے ہین لیکن ایک روشن دل آدمی جسکی فطرت مین خدا تعالیٰ نے وسعت علمی کی استعداد رکھی ہوئی ہے وہ ایسے خیالات کو کہ خدا تعالیٰ کے اسرار پر احاطہ کرنا کسی انسان کا کام ہے نہایت درجہ عقل و ایمان سے دور سمجھتا ہے واقعی جتنا انسان عجائبات غیر متناہیہ حضرت باری جلشانہ پر اطلاع پاتا ہے اتنا ہی غرور اور گھمنڈ اسکا ٹوٹتے

جاتا ہے اور نئے طالب علمون کی شوخیان اور بے راہیان اُسکے دل و دماغ سے جاتی رہتی ہین اور بہت دہاڑ تک ٹھوکرین کہانے کی وجہ سے ابتدائی حالت کے تہ و بالا ہوئے ہوئے خیالات کچہہ کچہہ درست ہوتے جاتے ہین جیسے ایک بڑے فلاسفر کا قول ہے کہ مینے علم اور تجربہ مین ترقیات کین یہان تک کہ آخری علم اور تجربہ یہہ تھا کہ مجہہ مین کچہہ علم اور تجربہ نہین سچ ہے دریاے غیر متناہی علم و قدرت باری جلشانہ کے آگے ذرہ ناچیز انسان کیا حقیقت ہے کہ دم مارے اور اُسکا علم اور تجربہ کیا شئے ہے تا اُسپر ناز کرے سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا کیا عمدہ اور صاف اور پاک اور خدا تعالی کی عظمت اور بزرگی کے موافق یہ عقیدہ ہے کہ جو کچہہ اُس سے ہونا ثابت ہے وہ قبول کیا جائے اور جو کچہہ آئندہ ثابت ہو اُسکے قبول کرنے کے لئے آمادہ رہین اور بجز امور منافی صفات کمالیہ حضرت باری عز اسمہ سب کامون پر اُسکو قادر سمجہا جائے اور امکانی طور پر سب ممکنات قدرت پر ایمان لایا جائے یہی طریق اہل حق ہے جس سے خدا تعالی کی عظمت و کبریائی قبول کیجاتی ہے اور ایمانی صورت بہی محفوظ رہتی ہے جسپر ثواب پانے کا تمام مدار ہے نہ یہ کہ چند محدود باتین اُس غیر محدود کے گلے کا ہار بنائی جائین اور یہ خیال کیا جائے کہ گویا اُسنے اپنے ازلی ابدی زمانہ مین ہمیشہ اسیقدر قدرتون مین اپنی جمیع طاقتون کو محدود کر رکہا ہے یا اسی حد پر کسی تا سر سے مجبور ہو رہا ہے اگر خدا تعالی الہامی محدود القدرت ہوتا تو اُس کے بندون کے لئے بڑے ماتم اور مصیبت کی جگہ تہی وہ عظیم الشان قدرتون والا اپنی ذات و صفات مین لایدرک والا انتہا ہے کون جانتا ہے کہ اُسنے پہلے کیا کیا کام کیا اور آئندہ کیا کیا کریگا تعالی اللہ علوا کبیرا - ایک حکیم کا قول ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی بہی گمراہی نہین کہ انسان اپنی عقل کے پیمانہ سے باری عز اسمہ کے ملک کو ناپنا چاہئے یہہ باتات بہت صاف ہین جنکے سمجہنے مین کوئی دقت نہین لیکن بڑی مشکل کی یہ بات ہے کہ دنیا پرست آدمی جسکی نظر دنیا کی مدح و ذم پر لگی ہوئی ہے وہ جب ایک راے اپنی قایم کرکے مشہور کر دیتا ہے تو پہر اُس راے کا چہوڑنا (خواہ کیسی ہی وجوہات بینہ مخالف راے نکل آوین) اُسپر بہت مشکل ہو جاتا ہے اور پہر جب ایسے غلط خیالات مین چند نامی عقلا مبتلا ہو جائین تو ادنی استعداد کے آدمی اُن خیالات کی تقلید کرنا اور بے سوچے سمجہے اُسپر قدم مارنا اپنی عقلمندی ثابت کرنیکے لئے ایک ذریعہ سمجہہ لیتے ہین فلسفی تقلید ہمیشہ اسیطرح پہیلتی رہی ہے کم استعداد لوگ جو تحقیق کی بہی کمزوری رکہتے ہین وہ بڑے بابا کا مُنہ دیکہکر وہی باتین کہنے لگتے ہین جو اُس بزرگ کے مُنہ سے نکلین

گو وہ واقعی ہوں یا غیر واقعی اور صحیح ہوں یا غیر صحیح اُن کو اپنی سمجھ تو ہوتی ہی نہیں ناچار وہ کسی نامی صیاد کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ فی الواقعی جتنا انسان تقلید سے نفرت کر کے بھاگتا ہے اُتنا ہی تقلید میں بار بار پڑتا ہے ۔

اسجگہ اس بات کا جواب دینا بھی مناسب ہے کہ اگر سب امور قوانین ازلیہ و ابدیہ میں داخل ہیں یعنی پہلے ہی سے بندھے ہوئے چلے آتے ہیں تو پھر معجزات کیا شئے ہیں سو جاننا چاہیئے کہ بیشک یہ تو سچ ہے کہ قوانین ازلیہ و ابدیہ سے یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کے ازلی ارادہ اور اُسکے تقاضا و تقدیر سے کوئی چیز باہر نہیں گو ہم اُسپر اطلاع پاویں یا نہ پاویں جف القلم بما هو کائن مگر اُسی عادت الہیہ نے جو دوسرے لفظوں میں قانون قدرت سے موسوم ہو سکتی ہے بعض چیزوں کے ظہور کو بعض کے ساتھ مشروط کر رکھا ہے پس جو امور ازلی ابدی ارادہ نے مقدسوں کی دعاؤں اور اُنکی برکات انفاس اور اُنکی توجہ اور اُنکی عقد ہمت اور اُن کے اقبال الی اللہ سے وابستہ کر رکھے ہیں اور اُنکے تضرعات اور ابتہالات پر مترتب کیجاتی ہیں وہ امور جب اُنہیں شرائط اور اُنہیں وسائل سے ظہور میں آتے ہیں تب اُن امور کو اُس خاص حالت میں معجزہ یا کرامت یا نشان یا خارق عادت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسجگہ خارق عادت کے لفظ سے اس شبہ میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ وہ کونسا امر ہے جو عادت الہیہ سے باہر ہو کیونکہ اس محل میں خارق عادت کے قول سے ایک مفہوم اضافی مراد ہے یعنی یوں تو عادات ازلیہ و ابدیہ خدائے کریم جلشانہ سے کوئی چیز باہر نہیں مگر اُسکی عادات جو بنی آدم سے تعلق رکھتی ہیں دو طور کی ہیں ۔ ایک عادات عامہ جو معمولی اسباب ہو کر سب پر مؤثر ہوتی ہیں دوسری عادات خاصہ جو بتوسط اسباب خاص اُن لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں جو اُسکی محبت اور رضا میں کھوئے جاتے ہیں یعنی جب انسان بکلی خدائے تعالیٰ کیطرف انقطاع کر کے اپنی عادات بشریہ کو استغفار حق کے لئے تبدیل کر دیتا ہے ۔ تو خدا تعالیٰ اُسکی اُس حالت تبدیلہ کے موافق اُسکے ساتھ ایک خاص معاملہ کرتا ہے جو دوسروں سے نہیں کرتا یہ خاص معاملہ نسبتی طور پر گویا خارق عادت ہے جسکی حقیقت اُنہیں پر کھلتی ہے جو عنایات الٰہی سے اُسطرف کھینچے جاتے ہیں جب انسان اپنی بشری عادتوں کو جو اُسمیں اور اُسکے رب میں حائل ہیں بتوسل الٰہی ہی توڑتا ہے جو خدا تعالیٰ بھی اپنی عام عادتوں کو اُسکے لئے توڑ دیتا ہے یہ توڑنا بھی عادات ازلیہ میں سے ہے کوئی امر محدث نہیں ہے جو مورد اعتراض ہو سکے گویا قدیم قانون حضرت احدیت

جلشانہ اُسی طور پر چلا آتا ہے کہ جیسے جیسے انسان کا بھروسا خدا تعالیٰ پر بڑھتا ہے ایسا ہی اُسطرف
سے الوہیت کی قدرتون کے چمکار اور اُسکی کرنیں زیادہ سے زیادہ اُسپر پڑتی ہین اور جیسے
اسطرف سے ایک پاک اور کامل تعلق ہوتا جاتا ہے ایسا ہی اُسطرف سے بھی کامل اور طیب برکتین
ظاہر و باطن پر اُترتی ہین اور جیسی جیسی محبت الٰہی کی موجین عاشق صادق کے دل سے اُٹھتی ہین۔
ایسا ہی اُسطرف سے بھی ایک نہایت صاف اور شفاف دریاے محبت کا زور شور سے چھوٹتا ہی
اور دائرہ کیطرح اُسکو اپنے اندر گھیر لیتا ہے اور اپنے آلہی زور سے کھینچ کر کہین کا کہین پہونچا دیتا ہے
اور جیسا یہ امر صاف صاف ہے ویسا ہی ہمارے نیچر کے مطابق بھی ہے ہم تم بھی جیسے جیسے دوستی
اور محبت اور اخلاص مین بڑھتے ہین تو اُسی دوطرفہ صفائی محبت کی یہی نشانی ہوا کرتی ہے کہ دونو
طرف سے آثار خلوص و اتحاد و یگانگت کے ظاہر ہون نہ صرف ایک طرف سے سو ہر یک دوست اپنے دوست
کے ساتھ عوام الناس کی نسبت معاملہ خارق عادت رکھتا ہے جب انسان اپنی پہلی زندگی کی نسبت ایک
ایسی نئی زندگی حاصل کرتا ہے جسکو نسبتی طور پر خارق عادت کہہ سکتے ہین تو اُسی سے وہی قدیم خدا
اپنی تجلیات نادرہ کے رو سے ایک نیا خدا اُسکے لئے ہو جاتا ہے اور وہ عادتین اُسکے ساتھ ظہور مین
لاتا ہے جو پہلی زندگی کی حالت مین کبھی خیال مین بھی نہین آئی تھین۔ خوارق کی کل جس سے
عجائبات قدرتیہ حرکت مین آتی ہین انسان کی تبدیل یافتہ روح ہے اور وہ یہی تبدیلی یہان تک آثار
نمایان دکھاتی ہے کہ بعض اوقات ایک ایسے طور سے شور محبت و استیلا پکڑتا ہے اور عشق الٰہی کے پرزور
جذبات اور صدق اور یقین کی سخت کششین ایسے مقام پر انسان کو پہونچا دیتی ہین کہ اُس عجیب حالت
مین اگر وہ آگ مین ڈالا جائے تو آگ اُسپر کچھ اثر نہین کر سکتی اگر وہ شیرون اور بھیڑیون اور چیتون کے
آگے پھینکا جائے تو وہ اُسکو نقصان نہین پہنچا سکتے کیونکہ وہ صدق اور عشق کے کامل اور قوی جذبات
سے بشریت کے خواص کو پھاڑ کر کچھہ اور ہو جاتا ہے اور جسطرح لوہے کے ظاہر و باطن پر آگ مستولی ہوکر
اُسکو اپنے رنگ مین لے آتی ہے اسیطرح یہ بھی آتش محبت الٰہی کے ایک سخت استیلا سے کچھہ کچھہ اُس
طاقت عظمیٰ کے خواص ظاہر کرنے لگتا ہے جو اُسپر محیط ہوگئی ہے سو یہ کچھہ تعجب کی بات نہین کہ عبودیت پر
ربوبیت کا کامل اثر پڑنے سے اُس سے ایسے خوارق ظاہر ہون بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ایسے اثر کے بعد بھی عبودیت
کی معمولی حالت مین کچھہ فرق پیدا نہو کیونکہ اگر لوہا آگ مین تپانے سے کسیقدر خاصہ آگ کا ظاہر کرتے

لگے تو یہ امر سراسر مطابق قانون قدرت ہے لیکن اگر سخت تپانے کے بعد بھی اُسکی پہلی حالت پر رہے اور کوئی خاصیت جدید اُسمین پیدا نہو تو یہ عندالعقل صریح باطل ہے سو فلاسفی تجارب بھی اُن خوارق کے ضروری ہونے پر شہادت دے رہے ہین یہ افسانہ نہین اسپر عارفانہ روح لیکر غور کرو۔ کیا بدنصیب وہ شخص ہے جو اسکو افسانہ سمجھے اور غور نہ کرے استحالت خارقہ کو عارف کا دل جو مبدل ہے خوب شناخت کرتا ہے دنیا اِس حالت سے غافل ہے اور انکار کرتی ہے پر وہ جو اِس مرتبہ تک پہنچا ہے وہ اِس یقینی صداقت کے تصور سے سرور مین ہے یہ تجلیات الٰہیہ کا ایک دقیق بھید ہے اور اعلیٰ درجہ کا راز معرفت ہے اور انسانی روح کے تعلقات جو در پردہ اپنے رب کریم سے نہایت نازک اور لایدرک طور پر واقعہ ہین وہ اُسی نقطہ پر آکر کھلتے ہین اور اسی نقطہ پر ایک طرفۃ العین کے لئے بندہ کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اُسکی آنکھین خدا کی آنکھین اور اُسکی زبان خدا کی زبان کہلاتی ہے اور ربوبیت کی چادر ذرہ عبودیت پر پڑکر اُسکو اپنے انوار مین متواری اور اپنی پر نور موجون کے نیچے گم کردیتی ہے ۔ فلاسفیون کی پرزور روحین اِس انتہائی مرتبہ کے دریافت کرنے سے بے نصیب گئین اور خدائے عزوجل نے دل کے غریب اور سادہ لوگون کو یہ حالتین دکھا دین اور اُن پر وارد کر دین وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اب خلاصہ کلام یہ کہ خدا تعالےٰ کی ذات مین بہت سی عجائب رحمتین اور بہت سی نادر وفاداریان ہین مگر کھلے کھلے طور پر اُنہین پر ظاہر ہوتی ہین کہ جو لوگ اُسی کے ہوجاتے ہین اور اُسی کے ہو رہتے ہین اور اُس ایک کے پانے کے لئے بہتون کی جدائی اختیار کرتے ہین خاک مین گرتے ہین تا وہ پکڑلے ۔ نام و ننگ سب کھو دیتے ہین تا وہ راضی ہوجائے ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وادخلنا فی عبادک المخلصین آمین ؎

جنس نام و ننگ و حرمت از دامان ریختیم — یار اگر خیزد و گر با ما بخاک آمیختیم
دل بدادیم از کف و جان در رہے انداختیم — از پئے وصل نگارے حیلۂ انگیختیم

اب ہم وہ **مباحثہ مذہبی** جو بابین ہمارے اور لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر کے بالمواجہ وقوع مین آیا ذیل مین درج کرتے ہین ؎

وہ یہ ہے

اعتراض از طرف لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر

مینے اسوقت چھ سوال پوچھے ہین جن مین سے پہلا یہ ہے - کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی معجزے دکھلاتے رہے ہین - چنانچہ حضرت محمد صاحب (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چاند کے دو ٹکڑے کرکے دونون آستینون سے نکال دیا - سو یہ امر قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ ایک شئے ہزارون میل لمبی چوڑی یا ہزارون میل قطر والی چھ انچ یا ایک فٹ کے سوراخ سے نکلجاوے اور چاند جو ہوا کی گردش مین لگے دوپہر رہا ہے وہ اپنی گردش کو چھوڑکر ادھر اُدھر ہوجائے جس سے انتظام عالم مین ہی فرق آجائے اور پھر علاوہ اس کے سوائے دو چار شخصون کے کوئی نہ دیکھے کیونکہ کسی ملک مین مثلاً ہندوستان - چین - برہما - وغیرہ کی تاریخون مین اُسکا کچھہ ذکر نہین پایا جاتا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتین بالکل بناوٹی ہین - اگر اصلی ہین تو ان کا کیا ثبوت ہے ‬

مرلی دھر

جواب از مؤلف رسالہ ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماسٹر صاحب نے جو معجزہ شق القمر پر اعتراض کیا ہے کہ شق قمر ہونا خلاف عقل ہے اور دوسرے یہ کہ آستین میں سے چاند کا دو ٹکڑے ہوکر نکل جانا صریح عقل کے برخلاف ہے اس کے جواب مین واضح ہو کہ یہ اعتراض کہ کیونکر چاند دو ٹکڑے ہوکر آستین مین سے نکل گیا تھا یہ سراسر بے بنیاد و باطل ہے کیونکہ ہم لوگون کا ہرگز یہ اعتقاد نہین ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آستین مین سے نکلا تھا اور نہ یہ ذکر قرآن شریف مین یا حدیث مین ہے اور اگر کسی جگہ قرآن یا حدیث مین ایسا ذکر آیا ہے تو وہ پیش کرنا چاہئے یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے کوئی آریہ صاحب جو نیر یہ اعتراض کرے کہ آپکے یہان لکھا ہے کہ مہان دیوجی کی لٹون سے گنگا نکلی ہے پس جب اعتراض کی ہمارے قرآن یا حدیث مین کچھ بھی اصلیت نہین اُس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ ماسٹر صاحب کو اصول اور کتب معتبرہ اسلام سے کچھ بھی واقفیت نہین بھلا اگر یہ اعتراض ماسٹر صاحب کا کسی اصل صحیح پہ

بنی ہے تو لازم ہے کہ ماسٹر صاحب اسی جلسہ مین وہ آیت قرآن شریف پیش کرین جسمین ایسا مضمون درج ہے یا اگر آیت قرآن نہو تو کوئی حدیث صحیح ہی پیش کرین جسمین ایسا کچھ بیان کیا گیا ہو اور اگر ہان نکر سکین تو ماسٹر صاحب کو ایسا اعتراض کرنے سے شرمندہ ہونا چاہئیے کیونکہ منصب بحث ایسے شخص کے لئے زیبا ہے جو فریق ثانی کے مذہب سے کچھ واقفیت رکھتا ہو باقی رہا یہ سوال کہ شق قمر ماسٹر صاحب کے زعم مین خلاف عقل ہے جس سے انتظام فلکی مین خلل پڑتا ہے یہ ماسٹر صاحب کا خیال سراسر قلت تدبر سے ناشی ہے کیونکہ خدا تعالی جلشانہ جو کام صرف قدرت نمائی کے طور پر کرتا ہے وہ کام سراسر قدرت کاملہ کی ہی وجہ سے ہوتا ہے نہ قدرت ناقصہ کی وجہ سے پس جس ذات قادر مطلق کو یہ اختیار اور قدرت حاصل ہے کہ چاند کو دو ٹکڑے کر سکے اسکو یہ بھی تو قدرت حاصل ہے کہ ایسے پرحکمت طور سے یہ فعل ظہور مین لاوے کہ اسکے انتظام مین بھی کوئی خلل عائد نہو اسی وجہ سے تو وہ سرب شکتی مان اور قادر مطلق کہلاتا ہے اور اگر وہ قادر مطلق نہوتا تو اسکا دنیا مین کوئی کام نہ چل سکتا ہان یہ شناعت عقلی آریون کے اکثر عقائد مین جا بجا پائی جاتی ہے جس سے ایک طرف تو ان کے اعتقادات سراسر خلاف عقل معلوم ہوتے ہین اور دوسری طرف خلاف قدرت و عظمت الہی بھی جیسے روحون اور اجزا صغار عالم کا غیر مخلوق اور قدیم اور انادی ہونا اصول آریہ سماج کا ہے اور یہ اصول صریح خلاف عقل ہے اگر ایسا ہو تو پرمیشر کی طرح ہر ایک چیز واجب الوجود ٹھہر جاتی ہے اور خدائے تعالی کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہین رہتی بلکہ کاروبار دین کا سب کا سب ابتر اور خلل پذیر ہو جاتا ہے کیونکہ اگر ہم سب کے سب خدا تعالی کی طرح غیر مخلوق اور انادی ہی ہین تو پھر خدائے تعالی کا ہم پر کونسا حق ہے اور کیون وہ ہم سے عبادت اور پرستش اور شکر گذاری چاہتا ہے اور کیون گناہ کرنے سے ہمکو سزا دینے کو تیار ہوتا ہے اور جس حالت مین ہماری روحانی بینائی اور روحانی تمام قوتین خود بخود قدیم سے ہین تو پھر ہمکو فانی قوتون کے پیدا ہونے کے لئے کیون پرمیشر کی حاجت ٹھہری۔ غرض خلاف عقل بات اگر تلاش کرنی ہو تو اس سے بڑھکر اور کوئی بات نہین جو خدا تعالی کو اول اپنا خدا کہہ کر پھر اسکو خدائی کے کامون سے الگ رکھا جائے لیکن جو کام خدا تعالی کا صرف قدرت سے متعلق ہے اسپر وہ شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ اول خدائے تعالی کی تمام قدرتون پر اسنے احاطہ کر لیا ہو اور اسجگہ یہ بھی واضح ہے کہ مسئلہ شق القمر ایک تاریخی واقعہ ہے جو قرآن شریف مین درج ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو آیت آیت اسکی بروقت نزول ہزارہا مسلمانون اور منکرون کو

سنائی جاتی تھی اور اسکی تبلیغ ہوتی تھی اور صدہا اسکے حافظ تھے مسلمان لوگ نماز اور خارج نماز
اسکو پڑہتے تھے پس جسحالت مین صریح قرآن شریف مین وارد ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا - اور جب
کافرون نے یہ نشان دیکھا تو کہا کہ جادو ہے جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے اقتربت الساعة وانشق
القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر تو اسصورت مین اسوقت کے منکرین پر
لازم تہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر جاتے اور کہتے کہ آپ نے کب اور کسوقت
چاند کو دو ٹکڑے کیا اور کب اسکو ہمنے دیکھا لیکن جسحالت مین بعد مشہور اور شائع ہونے اس آیت کے
سب مخالفین چپ رہے اور کسی نے دم بھی نہ مارا تو صاف ظاہر ہے کہ انہون نے چاند کو دو ٹکڑے
ہوتے ضرور دیکھا تھا تب ہی تو اُن کو چون وچرا کرنیکی گنجائش نرہی غرض یہ بات بہت صاف
اور ایک راست طبع محقق کے لئے بہت فائدہ مند ہے کہ قرآن شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کوئی جہوٹا معجزہ بحوالہ اپنے مخالفون کی گواہی کے لکھ نہین سکتے تھے اور اگر کچھ جہوٹ لکھتے تو اُن کے
مخالف ہمعصر اور ہم شہر اُس زمانہ کے اُسے کب پیش جانے دیتے تھے علاوہ اسکے سوچنا چاہئے کہ وہ مسلمان
لوگ جنکو یہ آیت سنائی گئی اور سنائی جاتی تھی وہ بھی تو ہزارون آدمی تھے اور ہر یک شخص اپنے دل سے
بحکم گواہی پاتا ہے کہ اگر کسی پیر یا مرشد یا پیغمبر سے کوئی امر محض دروغ اور افترا ظہور مین آوے تو سارا اعتقاد
ٹوٹ جاتا ہے اور ایسا شخص ہر ایک شخص کی نظر مین بُرا معلوم ہونے لگتا ہے اسصورت مین صاف ظاہر ہے
کہ اگر یہ معجزہ ظہور مین نہین آیا تھا اور افترا محض تھا تو چاہئے تھا کہ ہزارہا مسلمان جو آنحضرت پر ایمان لائے
تھے ایسے کذب صریح کو دیکھہ کر یکلخت سارے کے سارے مرتد ہوجاتے لیکن ظاہر ہے کہ ان باتون مین
سے کوئی بات بھی ظہور مین نہین آئی پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ شق القمر ضرور وقوع مین آیا تھا -
ہر ایک منصف اپنے دل مین سوچکر دیکھ لے کہ کیا تاریخی طور پر یہ ثبوت کافی نہین ہے کہ معجزہ شق القمر اُسی زمانہ
مین بحوالہ شہادت مخالفین قرآن شریف مین لکھا گیا اور شائع کیا گیا اور پھر سب مخالف اس مضمون کو سنکر
چپ رہے کسی نے تحریر یا تقریر سے اسکا رد نہ کیا اور ہزارون مسلمان اس زمانہ کی رویت کی گواہی دیتے رہے
اور یہ بات ہم مکرر لکھنا چاہتے ہین کہ قدرت اللہ پر اعتراض کرنا خود ایک وجہ سے انکار خدا تعالی ہے
کیونکہ اگر خدا تعالی کی قدرت مطلقہ کو نہ مانا جائے اور حسب اصول تناسخ آریہ صاحبان کا یہ اعتقاد رکہا جاے
کہ جبتک زید نہ مرے بکر ہرگز پیدا نہین ہوسکتا اسصورت مین تمام خدائی اُسکی باطل ہوجاتی ہے بلکہ اعتقاد

صحیح اور حق یہی ہے کہ پرمیشر کو سرب شکتی مان اور قادر مطلق تسلیم کیا جاوے اور اپنے ناقص ذہن اور ناتمام تجربہ کو قدرت کے بے انتہا اسرار کا محک امتحان نہ بنایا جاوے ورنہ ہمہ دانی کے دعوے پر اسقدر اعتراض وارد ہونگے اور ایسی خجالتیں اُٹھانی پڑینگی کہ جنکا کچھ ٹھکانا نہین انسان کا قاعدہ ہے کہ جو بات اپنی عقل سے بلند تر دیکھتا ہے اُسکو خلاف عقل سمجھ لیتا ہے حالانکہ بلند تر از عقل ہونا شئے دیگر ہے اور خلاف عقل ہونا شئے دیگر بھلا مین ماسٹر صاحب سے پوچھتا ہون کہ خدائیتعالیٰ اس بات پر قادر تھا یا نہین کہ جسقدر اب جرم قمری مشہود و محسوس ہے اس سے آدھے سے بھی کام لے سکتا اور اگر قادر نہین تو اُسپر عقلی دلیل جو عند العقل تسلیم ہو سکے کونسی ہے اور کس کتاب مین لکھی ہے تو جس حالت مین معجزہ شق القمر مین بات ماخوذ ہے کہ ایک ٹکڑا ایک حالت معہودہ پر رہا اور ایک اُس سے الگ ہو گیا وہ بھی ایک یا آدھ منٹ تک یا اس سے بھی کم تو اسمین کونسا استبعاد عقلی ہے اور بفرض محال اگر استبعاد عقلی بھی ہو تو ہم کہتے ہین کہ عقل ناقص انسان کی ہر ایک کام ربّانی تک کب پہونچ سکتی ہے بھلا آپ ہی بتلاوین کہ یہ مسئلہ جو آپکے اصول کے رو سے ستیارتھ پرکاش مین پنڈت دیانند صاحب نے لکھا ہے کہ روح انسانی اوس کیطرح کسی گھاس پات وغیرہ پر گرتی ہے پھر اُسکو کوئی عورت کہا لیتی ہے اُس سے بچہ پیدا ہوتا ہے یہ کسقدر عقل کے برخلاف اور تمام اطبا اور فلاسفہ کی تحقیق کے مخالف ہے ٭ کیونکہ ظاہر ہے کہ بچہ صرف عورت ہی کی منی سے پیدا نہین ہوتا بلکہ عورت اور مرد دونون کی منی سے پیدا ہوتا ہے اور اُسکے اخلاق روحانی بھی صرف ماں سے مشابہت نہین رکھتے بلکہ ماں اور باپ دونون سے مشابہت رکھتے ہین تو پھر یہ اعتقاد کسقدر نامعقول اور خلاف عقل ہے کہ گویا ایک عورت کی غذا مین ہی وہ روح مخلوط ہو کر کھائی جاتی ہے اور مرد اُس سے محروم رہجاتا ہے پھر سوچنا چاہئے کہ کیا روح کوئی جسم کی قسم ہے کہ جسم سے مخلوط ہو جاتی ہے دیکھو کسقدر یہ اصول بعید از عقل ہے ماسوا اسکے زمین کے نیچے سے ہزار ہا جانور زندہ نکلتے ہین اور بہت سی چیزون مین سیکڑون برسون کے بعد کیڑے پڑ جاتے ہین ان چیزون مین کہان سے اور کس راہ سے روح آجاتی ہے غرض اگر آپ یہ دعوے نہ کرتے کہ جو امر بظاہر برتر از عقل معلوم ہو وہ خدائیتعالے کی قدرت سے بعید ہے تو ہمین کچھ ضرور نہ تھا کہ آپ پر اعتراض کرتے لیکن اب تو ماسٹر صاحب آپ پر فرض ہو گیا کہ اول اپنے گھر کی باتون کو

٭ حاشیہ لالہ مرلیدہر صاحب ڈرائنگ ماسٹر نے چودہوین مارچ ۱۸۸۶ء کے جلسہ بحث مین جسمین راقم رسالہ ہذا کا حق تھا کہ پہلے اپنا اعتراض پیش کرے وقت کو ناحق ضائع کرنیکے لئے گیارہ مارچ ۱۸۸۶ء کو بحث کی

تو جو صریح خلافِ عقل معلوم ہوتی ہیں) عقل کے روسے ثابت کرلیں پھر کہیں دوسرے پر اعتراض کریں پہلا جسحالت میں آپکے نزدیک روح بھی ایک باریک جسم ہے جو اوس یعنی شبنم کیطرح ہوکر آسمان سے گرتا ہے تو آپ پر یہ بھی سوال وارد ہوگا کہ انڈے میں جب بچہ مرجاتا ہے تو وہ کس راہ سے نکلجاتی ہے اور پھر جب اُس لاش بابیت میں اندر ہی اندر کیڑے پڑجاتے ہیں تو وہ کس راہ سے آتے ہیں پانی کے کیڑے اور ہوا کے کیڑے اور پھلوں کے کیڑے کس اوس سے پیدا ہوتے ہیں ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات کہنا کہ یہ امر خلافِ عقل ہے اُس شخص کے لئے حق پہنچتا ہے کہ جسنے اوّل اپنے گھر کی صفائی کرلی ہو۔ لیکن درحقیقت عقائد اسلام میں تو ایک بات بھی خلافِ عقل پائی نہیں جاتی ہاں بعض امور دقیقہ برتر از عقول ناقصہ ہیں جو کمال معرفت کی حالت میں منکشف ہوجاتے ہیں مگر آپ کے مذہب میں تو ہزاروں باتیں خلافِ عقل اور خلافِ شانِ الوہیت پائی جاتی ہیں تو پھر آپ دوسروں پر کیونکر اعتراض

بقیہ حاشیہ متعلق ایک فضول جھگڑا شروع کردیا اور چند سطریں مندرجہ ذیل لکھکر اور اُن پر اپنے دستخط کرکر جلسۂ عام میں ایک بڑے جوش سے کھڑے ہوکر سنائیں اور وہ یہ ہیں :-

آج پہلے اسکے کہ میں کوئی نیا سوال پیش کروں مرزا صاحب کی پہلے روز کی تقریر میں سے وہ حصہ جو اُنہوں نے فرمایا ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ روحیں اوس وغیرہ پر پھیلتی ہیں اور عورتیں کھاتی ہیں تو آدمی پیدا ہوتے ہیں پیش کرتا ہوں یہ ستیارتھ پرکاش میں کسی جگہ نہیں اگر ہے تو ستیارتھ پرکاش میں دیتا ہوں اُنہیں سے نکالکر دکھلاویں تاکہ سچ اور جھوٹ کی فرق لوگ کرلیں۔

۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء مرلیدہر ڈرائینگ ماسٹر۔

اسکے جواب میں اول تو میںنے یہ کہا کہ پہلے روز کی تقریر اُسی روز کے ساتھ ختم ہوئی آپ پر لازم تھا کہ اُسی روز جھگڑا شروع کرتے اب یہ کیونکر اِس جلسۂ بحث میں تحریک کے لائق نہیں بلکہ از قبیل مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید۔ ہے اگر آپکو چار روز کی بات اب جاکر سوجھی ہے تو آپ بروقت شائع کرنے اپنے مضمون کے بطور خود لکھدیں کہ یہ حوالہ غلط ہے پھر دیکھا جائیگا۔ اور میں اب بھی کتاب نکالکر دکھلا دیتا لیکن مجھے وہ پتہ یاد نہیں اور نہ میں ناگری پڑھ سکتا ہوں یہ سب عذرات ماسٹر صاحب نے سراسر مکابرہ کی راہ سے اِسی پر ضد کرنا شروع کیا کہ جبتک اِسکا تصفیہ نہولے دوسری گفتگو نہیں کرسکتے اِسپر مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل نے بھی اُنہیں بہت سمجھایا کہ اِس موقع پر گزشتہ قصّوں کو لے بیٹھنا بیجا ہے آجکے دن آج

کرسکتے ہین پس اسی قدر کافی ہے ❊

ماسٹر صاحب کا جواب الجواب معہ اُس کی ردّ کے

قولہ مرزا صاحب میرے سے حدیث یا آیت مانگتے ہین اور ساتھ ہی قرآن کی آیت تحریر فرماکر اقرار کرتے ہین کہ قمر کے دو ٹکڑے حضرت نے کئے ❊

اقول - صاحب من مینے چاند کے دو ٹکڑے ہونے پر تو آپ سے کسی آیت یا حدیث کی سند نہین مانگی بلکہ ایک ادنی استعداد کا اردو خوان بھی میرے جواب کو پڑھ کر سمجھہ سکتا ہے کہ مینے تو آپ سے یہ ثبوت مانگا تہا کہ قرآن شریف یا حدیث مین کہان لکھا ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی آستینون مین سے اُس کو نکالدیا سو آپ نے اس کا

بقیہ حاشیہ ہی کی بحث ہونی چاہئے بہلا اتنی بڑی کتاب جسکا پتہ و مقام خاص یاد نہین اگر کسی سے پڑھنی ہی چاہئے تو کیا دو چار روز سے کم مین ختم ہوسکتی ہے اُسکے جواب مین لالہ صاحب نے تند ہو کر اُن کو فرمایا کہ کیا آپ عدالتون مین ایسی ہی وکالتین کیا کرتے ہین یہ رعایت کی بات ہے غرض جب دیکھا گیا کہ خدا نے ماسٹر صاحب کی کچھہ ایسی ہی سمجھہ رکھی ہے - کہ وہ بہرحال اپنے اُلٹے کو سیدھا اور دوسرے کے سیدھے کو اُلٹا خیال کرتے ہین تو قصہ کوتاہ کرنے کی غرض سے انکو کہا گیا کہ جب ہم یہ بحث شائع کرینگے تو اس مقام پر ستیارتھہ پرکاش کا حوالہ ہی ضرور لکھہ دینگے چنانچہ ماسٹر صاحب نے جبتک یہ اقرار تحریری لکھا لیا تب تک صبر نہ آیا سو آج وہ روز ہے جو ہم اس وعدہ کو پورا کرین اور دیکھین کہ ماسٹر صاحب کسقدر انسانی غیرت کو کام مین لاکر شرمندہ اور منفعل ہوتے ہین -

لیکن اول اسبات کا کہولدینا از بس ضروری ہے کہ جسحالت مین ستیارتھہ پرکاش مین وہ مضمون جسکا حوالہ دیا گیا تہا صاف درج تھا تو پہر کیون ماسٹر صاحب نے اسکے اندراج سے صاف انکار کیا اور اُسکے مطالبہ مین اسقدر بیجا ضد کی کہ بہت سے وقت کو کہو یا جس سے ہمارا حق بالمقابل اعتراض کرنیکا بہت سا ضائع ہوا اسکا سبب تین مین سے ایک ہے یا تو یہ کہ ابھی ماسٹر صاحب کو اپنے مذہب کی کتابون کی کچھہ خبر ہی نہین صرف دیکھا دیکھی بحث کرنیکا شوق ہو گیا ہے - یا دوسرا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خبر تو تھی لیکن خیانت کی راہ سے دوسرون کو بہکانے اور دہوکا دینے کے لئے ایک امر حق کو چھپانا چاہا ہے - یا یون ہی کہہ

کچھہ ثبوت نہ دیا ۔

قولہ - میرا سوال تھا کہ جو بات خلاف قانون قدرت ہے (یعنے شق القمر) وہ کس طرح ہو سکتی ہے ۔

اقول - بیشک اِسقدر حصہ آپکے سوال کا تو بہت صحیح اور درست ہے کہ خلاف قانون قدرت ازلی و ابدی کوئی بات ظہور مین نہین آتی لیکن ساتھ اسکے یہ دعوی آپکا کہ اُس قانون ازلی و ابدی پر انسانی عقل نے احاطہ تام کر لیا ہے اور پھر اُس خیال باطل کے روسے شق القمر پر اعتراض کرنا یہ بالکل غلط اور سراسر سمجھہ کا پھیر ہے عقلمندی یہ ہے کہ قانون قدرت جو ہنوز انسانی دفترون مین غیر مکمل ہے اُسکو ہمیشہ عجائبات جدید الظہور کا تابع رکھنا چاہئے نہ یہ کہ جو عجائبات خواص عالم نئے نئے کھلتے جاوین اُنکو باوجود ثبوت کے اِسوجہ سے رد کر دین کہ جو کچھہ آجتک ہمین معلوم ہے یہ اُس سے زائد امر ہے اس سے

بقیہ حاشیہ سکتے ہین کہ اِس قسم کے جھوٹے اور لغو مسائل کا حتی الوسع لوگون کے روبرو ظاہر کرنا پنڈت دیانند کی طرف سے بطور وصیت فہمائش ہے جسپر اُنکے پیرو عمل کر رہے ہین اور یہ آخری سبب قرین قیاس ہے اور یہی وجہ تھی کہ ماسٹر صاحب نے اپنا تمام جوش اِسی مین خرچ کیا کہ ایسا نالائق مضمون والا ایسا باطل خیال ستیارتھہ پرکاش مین ہرگز نہین ہے اور نہ پنڈت دیانند صاحب کی شان کے لائق ہے کہ ایسی احمقانہ باتین اُنکے قلم سے نکلین مگر شکر ہے کہ آخر چور پکڑا گیا اور اِسجگہ ماسٹر صاحب کو بھی معلوم ہے کہ پنڈت صاحب کی یہ ایک ہی غلطی نہین بلکہ اُنکی اکثر تحریرین ایسی ہی ہین کہ جنکو غلطستان کہنا چاہئے اُنکی فطرت ہی کچھہ ایسی واقعہ تھی کہ باریک باتون تک اُنکی عقل نہین پہنچ سکتی تھی اور خالص اور مغشوش دلائل مین فرق نہین کر سکتے تھے ہان بعض اوقات پیچھے سے وقت گذرنے کے بعد سمجھہ بھی جاتے تھے کہ ہم سے غلطی ہوئی مگر وہ سمجھنا کچھہ اپنی لیاقت سے نہین بلکہ لوگون کے اعتراضات بارش کیطرح چارون طرف سے برس کر متنبہ کرتے تھے اور اسی نقصان فہم کیوجہ سے پنڈت دیانند کا اپنی تمام زندگی مین یہ طریق رہا ہے کہ اول ایک بات کا دعوی کرتا کہ یہ مسئلہ وید کا ہے اور ہمارے ویدون مین یون ہی لکھا ہے اور پھر اُسکو کسی رسالہ وغیرہ مین چھپوا دینا اور پھر جسوقت دانشمند لوگ اُسپر اعتراض کر کے اُسکا باطل ہونا کھولدین اور لاجواب کر دین تو پھر اُس مسئلہ سے گریز کر جانا اور یہ عذر پیش کر دینا کہ جو کچھہ لکھا گیا ہے وہ ہمارا قصور نہین ہے بلکہ سہو کاتب ہے چنانچہ پہلے اُنہون نے اپنے ستیارتھہ پرکاش مین جو وید بھاش کے مشتہر کرنے سے پہلے

زیادہ تر کونسی فضول گوئی ان سے سمجھی ہوگی کہ اپنے چند روزہ اور محدود وا وسشتبہ تجربہ کو خدا تعالے کا مکمل قانون قدرت خیال کر بیٹھین اور پہر جو آیندہ اسرار کھلتے جائین انکو اس بنا پر خلاف قانون قدرت سمجھ لین کہ وہ ہمارے معلومات سابقہ سے زیادہ ہین مجھے یقین ہے کہ آپ نے اس رسالہ کے مقدمہ مذکورہ بالا کو پڑہ کر سمجھ لیا ہوگا کہ قانون قدرت کیا چیز ہے اور کس حالت مین کسی امر کو کہہ سکتے ہین کہ یہ خلاف قانون قدرت ہے اور اگر آپ نے اب تک اس مقدمہ کو غور کر کے نہین دیکھا تو مین آپکو توجہ دلاتا ہون کہ آپ غور سے اُس مفید مقام کو پڑہین کیونکہ اُن علمی نکات کے جانے بغیر آپ قانون قدرت کی حقیقت نہین سمجھ سکتے ؀

قولہ شق القمر سے انتظام عالم مین فتور واقعہ ہو جاتا ہے -

اقول اگر کسیکی خود اپنی ہی عقل مین فتور نہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کسی چیز کے ایک نئے خاصہ کا ظہور مین آنا

بقیہ حاشیہ لکھی گئی ہے صفحہ ۴۴ مین لکھا تہا کہ اتہرون مین سے جو کوئی جیتا ہو اُسکا ترپن ذکر ہے اور جتنے مر گئے ہون اُنکا تو ضرور کیے ہے اور اسپر چند فوائد اور دلائل بہی بیان کئے تھے لیکن پھر مدت کے بعد اُنہون نے اشتہار دیا کہ یہ سہو کاتب ہے گویا کاتب نے اپنی طرف سے ایک صفحہ مع دلائل و فوائد لکھہ مارا اور پنڈت صاحب سوئے رہے وہ انہین کچھہ خبر نہین ؀

پہر شاید عرصہ بارہ سال کا یا کچھہ کم و بیش ہوا ہوگا کہ پنڈت صاحب نے ایک اشتہار اپنا دستخطی کا چہپوا مشتہر کیا تہا کہ اکیس شاستر الشیر کرت یعنے خدا کا کلام ہے پہر رفتہ رفتہ جیسے شاسترون کی خوبیان پنڈت صاحب پر کہلتی گئین اُن کو انسان کا کلام سمجھتے گئے یہان تک کہ تہوڑے ہی عرصہ مین چار وید الشیر کرت رہ گئے اور باقی سب انسانی کتابین ٹہرائی گئین پہر اس کے بعد ویدون کا حصہ جسکو براہمن کہتے ہین اُن کی نظر مین صحیح ثابت نہین ہوا تو آخر اُسکو بہی الشیر کرت سے باہر کر دیا اور صرف اُسکے دوسرے حصہ سنگتا (منتر بہاگ) کو الہامی سمجھا گیا کاش پنڈت صاحب ایک دو سال اور بہی جیتے تا ان تو خیال آریون کو چارون ویدون سے بہی آزاد کر جاتے اتہرون وید کا قصہ تو جلد پاک ہو جاتا کیونکہ اُسکی نسبت تو پہلے ہی بعض ہندون کا خیال ہے کہ وہ براہمن شتپک ہے اور تین ویدون مین اُسکا کہین بہی ذکر نہین - خیر یہ جہگڑہ ہمارے اس وقت کی بحث سے متعلق نہین صرف یہ ظاہر کرنا تہا کہ پنڈت دیانند قایم الراے آدمی نہین

اُسکے پہلے خاصہ کے ابطال کے لئے ایک لازمی امر نہین ہے سو اسی قاعدہ کے رو سے دانشمند لوگ
جو خدا تعالی کی عظیم الشان قدرتون سے ہمیشہ ہیبت زدہ رہتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ حکیم مطلق
جسکی حکمتون کا انتہا نہین اُسکی طرف سے قمر و شمس مین ایسی خاصیت مخفی ہونا ممکن ہے کہ باوجود انشقاق
کے اُنکے فعل مین فرق نہ آوے اسیکی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو اللہ تعالی نے فرمایا اقتربت الساعۃ
وانشق القمر نزدیک آگئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ روز ازل سے حکیم
مطلق نے ایک خاصہ مخفی چاند مین رکھا تھا کہ ایک ساعت مقررہ پر اُسکا انشقاق ہوگا اور یہ ظاہر ہے
کہ نجوم اور شمس اور قمر کے خواص کا ظہور ساعات مقررہ سے وابستہ ہے اور ساعات کو حدوث عجائبات
سماوی و ارضی مین بہت کچھہ دخل ہے اور حقیقت مین قوانین قدرتیہ کا شیرازہ انہین ساعات باندھا
گیا ہے سو کیا عمدہ اور پر حکمت اور فلسفیانہ اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالی نے آیت مندرجہ بالا مین فرمایا کہ چاند

بقیہ حاشیہ تہا اور فطرت سے اُنکو ایک موٹی عقل ملی تہی جسکی وجہ سے وہ دوسرون کی باتونکو
تو کیا سمجہتے اپنی رائے کے آخری نتائج سے بہی اکثر بیخبر رہتے تھے یہی وجہ تہی کہ اُنکے خیالات ایک ہی
مرکز پر قایم نہین رہ سکتے تھے اوائل مین اُنکی یہ رائے تہی کہ تناسخ باطل ہے چنانچہ یہہ رائے اُنکی
ایک مرتبہ وکیل ہندامرتسر مین بہی چہپی تہی پہر اُسی اخبار مین لکہا تھا کہ اب پنڈت صاحب فرماتے
ہین کہ اب ہمنے عقیدہ تناسخ کو اختیار کر لیا ہے گو پہلے نہین تہا پہر جاندپور کے مباحثہ پر جو اُنکی طرف
سے ایک رسالہ نکلا تہا اُسمین اُنہون نے گنتی جاودانی کا صاف اقرار کیا تہا چنانچہ اجتک رسالہ موجود ہے
اور جب سوال کیا گیا کہ اگر گنتی جاودانی ہے تو پہر روح کسی نہ کسی دن گنتی پاکر ختم ہو جائینگے کیونکہ پرمیشر
مین تو یہ قدرت ہی نہین کہ کوئی روح پیدا کر سکے اِسکے جواب مین اُنہون نے اپنے چیلون کو یہہ
پٹی پڑہائی کہ روح بے انت ہین کبہی ختم نہین ہونگے پہر جب ہمنے اخبار وکیل ہند مین مشتہر کیا کہ کیا
پرمیشر بہی جانتا ہے یا نہین کہ اسقدر روح ہین تو یہ جواب ملا کہ روحون کی تعداد کی پرمیشر کو بہی خبر
نہین اُسکی بیخبری سے ہی یہ سارا انتظام دنیا کا چلا جاتا ہے پہر جب لوگون نے اس اعتقاد پر بہت
ہنسی ٹہٹہا شروع کیا تب پنڈت صاحب تنگ اور لاچار آکر دوسری طرف لُٹے اور فرمایا کہ ان روح تو
بے انت نہین ہین مگر یہ بات سچ ہے کہ کسیکو اوتار ہو یا رشی ہو کبہی ہمیشہ کی نجات نہین ملیگی اور کیسا ہی
کوئی اعلے درجہ کا نیک اور عاشق الٰہی ہو جائے مگر تب بہی جونون کی دائمی بلا سے اُسکو مخلصی نہین

کی پھٹنے کی جو ساعت مقرر اور مقدر تھی وہ نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے آگے بھی فرماتا ہے وکذبوا واتبعوا اهواءهم وکل امر مستقر یعنے کفار نے تو چاند پھٹنے کو سحر پر حمل کیا اور تکذیب کی مگر یہ سحر نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے اُن امور یعنی قوانین قدرتیہ میں سے ہے جو اپنے اپنے وقتوں میں قرار پکڑنے والے ہیں اور عقلمند انسان اس نشان قدرت سے کیوں تعجب کرے کیا اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت میں یہی ایک بات بالاتر از عقل ہے جو حکیموں اور فلسفیوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور باقی تمام اسرار قدرت اُنہوں نے سمجھ لئے ہیں اور کیا یہ ایک ہی عقدہ لاینحل ہے اور باقی سب عقدوں کے حل کرنے سے فراغت ہو چکی ہے اور کیا اللہ تعالیٰ کے عجائبات کاموں میں سے یہی ایک عجیب کام ہے اور کوئی نہیں بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو اس قسم کے ہزارہا عجائبات کام اللہ تعالیٰ کے دنیا میں پائے جاتے ہیں زمین پر سخت سخت زلازل آتے رہتے ہیں اور بسا اوقات کئی میل زمین تہ و بالا ہو گئی ہے مگر پھر بھی نظام عالم میں فتور واقع نہیں ہوا حالانکہ جیسے چاند کو اس انتظام میں دخل ہے ویسا ہی زمین کو غرض یہ ملحدانہ شکوک انہیں لوگوں کے

بقیہ حاشیہ ہوگی پرمیشر تو رحیم ہی تھا مگر وہ بیچارہ کیا کر سکے ہمیشہ کی نجات دینا اُسکی قدرت سے باہر ہے کیونکہ وہ کسی روح کو پیدا نہیں کر سکتا اُسکی ساری بدنامیوں کی جڑھ یہی ہے غرض پنڈت صاحب کی کارروائیوں میں اس قسم کی خیانتیں بہت تھیں کہ ایک بات کو اپنے مُنہ سے نکال لینا یا چھپوا دینا اور جب اُسکا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو فی الفور منکر ہو جانا اور پھر طبع شدہ کتاب کی ترمیم کرکے دوسری کتاب چھپوانا۔ اب ہم اصل مقصود کیطرف رجوع کرکے ستیارتھ پرکاش کا وہ مقام لکھتے ہیں جسکے لکھنے کا ماسٹر مرلیدھر صاحب کو وعدہ دیا گیا تھا اور وہ یہ ہے:-

ستیارتھ پرکاش ۱۸۷۵ء اٹھواں سمولاس صفحہ ۲۶۳

سوال جنم اور موت وغیرہ کس طرح سے ہوتے ہیں۔

جواب۔ لنگ شریر یعنے جسم رقیق (روح) اور ستھول شریر جسم کثیف باہم ملکر جب ظاہر ہوتے ہیں تب اُسکا نام جنم یعنے پیدائش ہوتا ہے اور دونوں کی علیحدگی سے غائب ہو جانیکو موت کہتے ہیں۔

سو اسطرح سے ہوتا ہے کہ روح اپنے اعمال کے نتائج سے گردش کرتی اور اپنے افعال کی تاثیر سے گھومتے ہوئے پانی یا کسی اناج یا ہوا میں ملتی ہے پھر جب وہ پانی یا کسی بوٹے وغیرہ کے ساتھ ملجاتی ہے تو جیسے جسکے افعال کا اثر یعنے فعل جسکو سُکھ یا دُکھ ہونا ضروری ہے خدا کے حکم کے موافق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم میں ملکے شکم مادر میں داخل ہو جاتی ہے پھر جب حیوان یا انسان میں وہ غذا کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اُسکے جسم کے

دلون مین اُٹھتے ہین کہ جو خدا تعالیٰ کو اپنے جیسا ایک ضعیف اور کمزور انوِ محدود الطاقت خیال کرتے ہین اگر خدا تعالیٰ پر اس قسم کے اعتراضات وارد ہو سکتے ہین تو پھر کسطور سے عقل تسلی نہین پکڑ سکتی کہ یہ بڑے بڑے اجرام علوی و سفلی کیونکر اور کن ہتھیارون سے اُسنے بنا ڈالے ۔

قولہ ممالک غیر اور اقوام غیر کی تاریخ مین ایسی بڑی بات کا ذکر (یعنی شق القمر کا ذکر) ضرور چاہیے ۔

اقول مین کہتا ہون کہ آپ اپنے اسی قول سے ملزم ٹھہر سکتے ہین کیونکہ جبحالت مین چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا دعوے زور شور سے ہو چکا تھا یان تک کہ خاص قرآن شریف مین مخالفون کو الزام دیا گیا کہ انھون نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھا اور اعراض کر کے کہا کہ یہ پکا جادو ہے اور پھر یہ دعویٰ نہ صرف عرب مین بلکہ اُسی زمانہ مین تمام ممالک روم و شام و مصر و فارس وغیرہ دور دراز ممالک مین پھیل گیا تھا تو اس صورت مین یہ بات کچھ تعجب کا محل نہ تھا کہ مختلف قومین جو مخالف اسلام تھین دم بخود اور خاموش رہتین اور بوجہ عناد

بقیہ حاشیہ حصہ کی کشش سے اُسکا جسم بنتا ہے اُسی طریقہ سے جو پرمیشر نے مقرر کر رکھا ہے ۔ روح نکلنے کے بعد آفتاب کی کرنون کے ساتھ اوپر کو کھنچی جاتی ہے اور پھر چاند کے نور کے ساتھ (اُوس کیطرح) زمین پر کسی بوٹے وغیرہ پر گرتی ہے پھر موجب طریقہ مذکورہ بالا جسم اختیار کرتی ہے ۔

یہ پنڈت صاحب کی عبارت ہے جو ہمنے ستیارتھ پرکاش سے نکالکر اسجگہ لکھی ہے اب ہم ماسٹر صاحب سے پوچھتے ہین کہ کیون صاحب کبھی سچ اور جھوٹ کی تمیز بھی ہوئی یا نہین اسوقت ذرا آپ فرمائین تو سہی کہ آپ کے دل کا کیا حال ہے کیا وہ آپکا قول سچ نکلا کہ مضمون مذکورہ بالا ستیارتھ پرکاش مین کسی جگہ نہین ۔ افسوس کہ ناحق آپ نے ہماری اوقات کو ضائع کیا اور اپنی علمی حیثیت کا پردہ پھاڑا اور آج آپ ہی جھوٹے نکلے ۔ ہر کہ باصادق آویخت آبروے خود بریخت ۔

اب آپ سوچ لین کہ آپ کے پنڈت صاحب ویدوان نے کیسا ایک ناقص خیال خلافِ عقل و خلافِ تجارب طبیعی و طبابت ظاہر کیا ہے تمام عقلا جانتے ہین کہ روح کا تعلق صرف بچہ کی والدہ سے نہین ہوتا بلکہ والد اور والدہ دونون سے ہوتا ہے اور روحانی اخلاق کا اضافہ بچہ کے وجود پر والدین کیطرف سے ہوتا ہے نہ ان مین سے ایک کی طرف سے ۔ ہان اگر پنڈت صاحب یہ کہتے کہ روح دو ٹکڑے ہو کر کسی بوٹے وغیرہ پر گرتی ہے جسکو مرد اور عورت دونون کہا لیتے ہین اور دونون منیون مین روح کا عرق مخلوط ہو جاتا ہے تب بھی کچھ بات تھی مگر اسجگہ یہ شبہ پیدا ہوگا کہ کیا روح آدھی آدھی ہو کر گرتی ہے اور اگر ایسا ہی ہے

و بغض و حسد شق القمر کی گواہی دینے سے زبان بند رکھتے ہیں کیونکہ منکر اور مخالف کا دل اپنے کفر اور مخالفت کیحالت
میں کب چاہتا ہے کہ وہ مخالف مذہب کی تائید میں کتابیں لکھے یا اُسکے معجزات کی گواہی دیوے ابھی تازہ واقعہ ہے
کہ لالہ شرمپت و ملاوامل آریہ ساکنان قادیان و چند دیگر اُنکے آریہ بھائیوں نے قریب ۶۰ کے الہامی پیشگوئیاں اس
عاجز کی بچشم خود پوری ہوتی دیکھیں جنمیں پنڈت دیانند کی وفات کی خبر بھی تھی چنانچہ اتبک چند تحریری اقرار
بعضوں کے ہمارے پاس موجود پڑی ہیں لیکن آخر قوم کے طعن و ملامت سے اور نیز اُنکی اس دھمکی سے کہ ان باتوں کی شہادت
سے اسلام کو تائید پہنچیگی اور وہ امر ثابت ہوگا کہ جسمیں ہمارے وید کی بھی خبر نہیں ڈر کر مونہہ بند کر لیا اور راستی سے
پیار کر کے راستی کی شہادت سے کنارہ کش ہوگئے سو مخالف ہونیکی حالت میں اگر کوئی ادائے شہادت سے خاموش
رہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں بلکہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اگر مخالف کیطرف سے ایک دعویٰ کا جھوٹا ہونا کھلجاوے تو پھر
جھوٹ کی اشاعت کے لیئے قلم نہ اُٹھاویں اور دروغگو کو اُسکے گھر تک نہ پہنچاویں سو میں پوچھتا ہوں کہ اگر آنحضرت

بقیہ حاشیہ تو پھر دو ٹکڑے ہونیکے بعد اُسکا پیوند کیونکر ہوجاتا ہے غرض پنڈت صاحب نے اپنے
اِس باطل اعتقاد سے عجب جیص بیص میں اپنے پس ماندگان کو پھنسا گئے ہیں اور وید کے فلسفہ کا
عجب ایک نمونہ دکھا گئے ۔

اور ہم اسجگہ یہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ پنڈت دیانند صاحب کا یہ اعتقاد کہ روح جسم ہے یہ بھی
سراسر غلط اور فاسد ہے روح ہرگز جسم نہیں ہے جسم قسمت کو قبول کرتا ہے اور روح قابل انقسام نہیں اور اگر
یہ کہو کہ وہ جزء لایتجزّی ہے یعنے پرمانو (پرکرتی) ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کئی روحوں کو باہم جوڑ کر ایک
بڑا جسم تیار ہوجائے جسکو دیکھ سکیں اور ٹٹول سکیں کیونکہ جزء لایتجزّی جسکو آریہ لوگ پرکرتی یا پرمانو کہتے ہیں
یہی خاصیت رکھتی ہے جیسے پنڈت صاحب آپ بھی قائل ہیں کہ اجسام کثیف پرمانوں کے باہم ملنے سے تیار ہوتے
ہیں مگر کیا پنڈت صاحب کا کوئی شاگرد ایسا جسم ہمکو دکھا سکتا ہے جو دو چار ہزار یا دو چار لاکھ یا کسی اندازہ
پر روحوں کے باہم ملنے سے تیار ہوگیا ہو اور دیکھنے اور ٹٹولنے میں آسکتا ہو سو یہ دیانند صاحب کا پوچ
خیال ہے کہ روح بھی پرمانو ہی ہے ۔

ماسوا اسکے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جزء لایتجزّی دلائل عقلیہ اور ہندسیہ سے باطل ہے اور اسکے ابطال پر ایک
آسان دلیل یہ ہے کہ اگر جزء لایتجزّی یعنی پرمانو (پرکرتی) کو دو چیزوں کے درمیان رکھا جائے تو ضرور ہے کہ
وہ دونوں چیزیں اطراف مخالف سے اُسکو مس کرینگے اور یہ امر تقسیم کو ثابت کرنیوالا ہے ✦

صلے اللہ علیہ وسلم جنہون نے تمام اور خلافت پر پہونچے سے مشہور کر دیا تھا آخر پھر یا تو یہی معجزہ شق القمر تو وقوع مین آگیا ہی اور کفار نے اسکو بچشم خود دیکھ بھی لیا ہی مگر اسکو جادو قرار دیا اپنی اس دعوی مین سچے نہین ہین تو پھر کیون مخالفین آنحضرت جو اُسی زمانہ مین تھے جنکو یہ خبرین گویا نقارہ کی آواز سے پہونچ چکی تھین چپ رہے اور کیون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مواخذہ نہ کیا کہ آپ نے کب چاند کو دو ٹکڑے کرکے دکھایا اور کب ہمنے اسکو جادو کہا اور اُسکے قبول سے منہ پھیرا اور کیون اپنے مرتے دم تک خاموشی اختیار کی اور منہ بند رکھا یہانتک کہ اس عالم سے گذر گئے کیونکہ انکی یہ خاموشی جو انکی مخالفانہ حالت اور جوش مقابلہ کے بالکل برخلاف تھی اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ کوئی ایسی سخت روک تھی جسکی وجہ سے کچھ بول نہیں سکتے تھے مگر بجز ظہور سچائی کے اور کونسی روک تھی یہ معجزہ کہ جو ظہور مین آیا تھا اور مسلمان ابھی بہت کمزور اور غریب اور عاجز تھے پھر تعجب یہ کہ اُنکے بیٹوں اور پوتوں نے بھی انکار مین کچھ زبان کشائی نہ کی حالانکہ اُنپر واجب و لازم تھا کہ اتنا بڑا دعوی اگر افترا محض تھا اور صدہا کوسون مین مشہور ہو گیا تھا اُسکی رد مین کتابین لکھتے

تقیہ حاشیہ ۞ دوسرے یہ کہ نقطہ بھی جزلایتجزی ہے اور بموجب اصول موضوعہ علم ہندسہ کے ہمکو اختیار ہے کہ ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک خط مستقیم کھینچ لین مثلاً ہم مختار ہین کہ نقاط ا اور ب مین ا ——— ب ایک ایسا خط مستقیم کھینچ لین جسکا کل مجموعہ گیارہ نقطہ ہون پھر بعد اسکے ہم یہ بھی اختیار رکھتے ہین کہ بموجب شکل دہم مقالہ اولی تحریر اقلیدس اس خط محدود کی تنصیف کرین سو ظاہر ہے کہ اس خط کے دو ٹکڑے برابر کرنے سے درمیانی نقطہ (جو پانچوان ہے) منقسم ہو جائیگا۔ اور یہی مطلب تھا۔ ماسوا اسکے جو شخص علم نفس مین سے کچھ پڑھا ہوگا اور دلایل عدم تجسم روح اُسنے دیکھے ہونگے اُسپر صاف کھل جائیگا کہ پنڈت دیانند نے اپنے اس اعتقاد مین ایسی ڈبل غلطی کھائی ہے جس سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ بالکل علم روح سے بیگانہ اور ناآشنا ہے کیا روح مین جسمانی لوازم و خواص بھی پائے جاتے ہین ؟ کیا وہ اپنے تعلق بالبدن مین تعلق جسمانی سے مشابہ ہے کیا اُنکے دخول اور خروج مین اجسام کی طرز اور طریق پر ہے۔ پس جس حالت مین نہ جسم کو روح سے کچھ مشابہت ہے اور نہ روح کو جسم سے کچھ مماثلت تو کس قدر بے سمجھی ہے کہ روح کو جسم تسلیم کیا جائے اور پھر غذا کی طرح عورتون اور دیگر مادہ حیوانات کو کھلایا جائے۔ ہم حیران ہین کہ یہ کس قسم کی باتین وید مین درج ہین اور کیون لوگون نے ان فاش غلطیون کو قبول کر لیا ہے افسوس افسوس افسوس۔ منہ

اور دنیا میں شائع اور مشہور کرتی اور جبکہ اِن لاکھوں آدمیوں عیسائیوں عربوں یہودیوں مجوسیوں وغیرہ میں سے
رد لکھنے کی کسیکو جرأت نہوئی اور جو لوگ مسلمان تھے وہ علانیہ ہزاروں آدمیوں کے روبرو چشمدید گواہی دیتے
ہیں جنکی شہادتیں آجتک اُس زمانہ کی کتابوں میں مندرج پائی جاتی ہیں تو یہ صریح دلیل اثبات پر ہے کہ مخالفین
ضرور شق القمر مشاہدہ کرچکے تھے اور رد لکھنے کے لئے کوئی بھی گنجائیش باقی نہیں رہی تھی اور یہی باعث تھی
جسنے انکو منکرانہ شور و غوغا سے چپ رکہا تہا سو جبکہ اسی زمانہ میں کروڑہا مخلوقات میں شق القمر کا معجزہ
شیوع پاگیا مگر اُن لوگوں نے خجلت زدہ ہوکر اُسکے مقابلہ پر دم بھی نہ مارا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس
زمانہ کے مخالفین اسلام کا چپ رہنا شق القمر کے ثبوت کی دلیل ہے نہ کہ اُسکے ابطال کی کیونکہ اثبات کا جواب
مخالفین اسلام کے پاس کوئی نہیں کہ جس معجزے کا رد اُنہیں ضرور لکھنا چاہئے تہا اُنہوں نے کیوں نہیں
لکھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کوئی معمولی درویش یا گوشہ نشین نہیں تھے تا یہ عذر پیش کیا جائے کہ ایک
فقیر صلح مشرب جسنے دوسرے مذاہب پر کچھہ حملہ نہیں کیا چشم پوشی کے لائق تہا بلکہ آن نبی کریم صلے اللہ
علیہ وسلم اپنے تمام مخالفین کا جہنمی ہونا بیان کرتے تھے اس صورت میں مطلق طور پر جوش پیدا ہونے کے
موجبات موجود تھے ماسوا اسکے یہ بھی کچھہ ضروری معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ شق القمر سے جو تا چند سکینڈ سے
کچھہ زیادہ نہیں تہا ہر یک ولایت کے لوگ اطلاع پا جائیں کیونکہ مختلف ملکوں میں دن رات کا قدرتی
تفاوت اور کسی جگہہ مطلع صاف اور پرغبار ہوتا اور کسی جگہہ ابر ہونا ایسا ہی کئی اور ایک موجبات عدم رویت
ہوجاتے ہیں اور نیز بالطبع انسان کی طبیعت اور عادت اسکے برعکس واقعہ ہوئی ہے کہ ہر وقت آسمان
کی طرف نظر نگاہ لگائے رکھے بالخصوص رات کے وقت جو سونے اور آرام کرنیکا اور بعض موسموں میں
اندر بیٹھنے کا وقت ہے ایسا التزام بہت بعید ہے -

پھر اِن سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی لکھتے ہیں کہ شق القمر کے واقعہ پر ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں بھی
شہادت پائی جاتی ہے مہابھارت کے دھرم پرب میں بیاس جی صاحب لکھتے ہیں کہ اُن کے زمانہ
میں چاند دو ٹکڑے ہوکر پہر مِلگیا تھا اور وہ اِس شق القمر کو اپنے ہی ثبوت خیال سے بوا منتر کا معجزہ قرار دیتے
ہیں لیکن پنڈت دیانند صاحب کی شہادت اور یورپ کے محققوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ مہابھارت
وغیرہ پُران کچھہ قدیم اور پُرانے نہیں ہیں بلکہ بعض پُرانوں کی تالیف کو تو صرف آٹھہ سو یا نو سو برس ہوا ہے
اب قرین قیاس ہے کہ مہابھارت یا اسکا واقعہ بعد مشاہدہ واقعہ شق القمر جو معجزہ آنحضرت تھا لکھا گیا اور بوا منتر کا

نام صرف بچا طور کی تعریف پہ جیسا کہ قدیم سے ہندؤون کے اپنے بزرگون کی نسبت عادت ہے درج کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت ہندوؤن مین مؤلف تاریخ فرشتہ کے وقت مین بھی بہت کچھ پھیلی ہوئی تھی کیونکہ آپ نے اپنی کتاب کے مقالہ یازدہم مین ہندؤون سے یہ شہرت یافتہ نقل لیکر بیان کی ہے کہ شہر دھارکہ بر متصل دریاے چنبل صوبہ مالوہ مین واقع ہے اب اُسکو شاید دھارانگری کہتے ہین وہان کا راجہ اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا یکبارگی اُسنے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور پھر مل گیا تفتیش سے راجہ پر کھل گیا کہ یہ نبی عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے تب وہ مسلمان ہوگیا اسکے ملک کے لوگ اُسکے اسلام کی وجہ بھی بیان کرتے تھے اور اُس گرد نواح کے ہندؤن مین یہ ایک واقعہ مشہور تھا جس بنا پر ایک محقق مؤلف نے اپنی کتاب مین لکہا ہے ہر حال جب آریہ دیس کے راجون تک یہ خبر شہرت پا چکی ہے اور آریہ صاحبون کے مہابھارت مین درج بھی ہوگئے اور پنڈت دیانند صاحب پرانون کے زمانہ کو داخل زمانہ نبوی سمجھتے ہین اور قانون قدرت کی حقیقت بھی کھل چکی تو اگر اب بھی لالہ مرلیدھر صاحب کو شق القمر مین کچھ تامل باقی ہو تو انکی سمجھ پر ہمین بڑے بڑے افسوس ہینگے ؂

قولہ۔ قرآن (شریف) مین لکھا جانا تاریخی ثبوت نہین ورنہ دنیا مین جسقدر جدے جدے مذاہب والے اپنے اپنے دیوتاؤن وغیرہ کی نسبت عجائبات بیان کرتے ہین وہ سب سچے ہوجائینگے ؂

اقول۔ اے ماسٹر صاحب افسوس کہ تعصب کے جوش نے آپ کی کہان تک نوبت پہنچادی کہ آپکی نظر مین قرآنی واقعات عام لوگون کے مزخرفات کے برابر ہوگئے ایسی باتین جنکو لوگ بے ٹھکانہ اور بے بنیاد اپنے دیوتاؤن وغیرہ کی نسبت سیکڑون یا ہزارون برسون کے بعد بنا دیتے ہین چونکہ اُن دیوتاؤن کے زمانہ مین تحریر ہوکر شائع ہوتے ہین اور نہ معتبر ذریعہ و معتبر دیکھنے والون تک اُنکا سلسلہ متواتر اور معتبر طور پر پہنچا ہے بلکہ سراسر وہ مخلوق پرستون کے مفتریات ہوتے ہین جنکے ساتھ کوئی روشن دلیل نہین ہوتی ایسی بے اصل اور بے ثبوت مفتریات کو قرآنی واقعات سے آپ تشبیہ دیتے ہین آپ فرماتے ہین کہ قرآن مین لکھا جانا تاریخی ثبوت نہین تو پھر آپ ہی فرماوین کہ جس حالت مین ایسی کتاب کی تحریر تاریخی ثبوت نہین ہوسکتی جو اپنے زمانہ کا ایک مشہرت یافتہ واقعہ مخالفون کی گواہی کے حوالہ سے بتلاتی ہے اور کتاب بھی ایک ایسے شخص کی کتاب ہے جو تمام دنیا مین عزت اور مرتبت کے ساتھ مشہور ہے

تو پھر تاریخی ثبوت کسے کہتے ہین؟ کیا تاریخون کے تمام مجموعہ مین اس سے عمدہ تر کوئی ثبوت مل سکتا ہے کہ کوئی واقعہ ہم ایسی کتاب مین لکھا ہوا پاوین جو اُسی زمانہ کا واقعہ ہو جس زمانہ کی وہ کتاب ہے اور اُسی مصنف نے اُسکو لکھا ہو جسنے اُسکو دیکھا بھی ہو اور وہ مؤلف کتاب بھی اپنی شہرت اور عزت مین سرآمد روزگار ہو اور پھر باوجود ان سب باتون کے مصنف نے مخالفون کو بطور گواہ واقعہ قرار دیا ہو اور پھر وہ کتاب بھی ایسی محفوظ چلی آتی ہو کہ اُسی زمانہ مین اکثر حصہ دنیا مین شہرت پا گئی ہو اور ہزارہا حافظ اُسکی ابتدا سے ہوتے آئے ہون یہان تک کہ لاکھون حافظون تک نوبت پہونچ گئی ہو اور اُسی زمانہ کے اُسکے قلمی نسخے اور بعض تفسیرین بھی موجود ہون اور بیشمار بندگان خدا ابتدا سے اُسکو اپنی پنجگانہ نمازون مین پڑھتے اور تلاوت کرتے اور نیز پڑھتے چلے آئے ہون اگر کوئی تاریخی کتاب ان سب صفتون کی جامع دنیا بھر مین بجز قرآن شریف کے آپ کی نظر مین گذری ہے تو آپ اُسکو پیش کرین اور اگر پیش نہ کر سکین تو آپکی سزا یہی درد و خجالت اور انفعال کافی ہے جو لاجواب رہنے کی حالت مین آپ کے عائد حال ہوگی۔ آپکو خبر نہین کہ دنیا مین جسقدر بڑے بڑے مخالف باعلم عیسائی یہودی مجوسی وغیرہ ہین وہ قرآنی شہادتون سے یعنی اُن واقعات سے جو قرآن شریف نے اپنے زمانہ کے متعلق لکھے ہین انکار نہین کر سکتے ہان تعصب کی راہ سے بعض آیات کے معنے اور طور پر کر لیتے ہین مثلاً شق القمر مین وہ آپکی طرح یہ نہین کہتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ امر خلاف واقعہ قرآن شریف مین لکھدیا ہے چنانچہ اسبات کی تو آپ بھی شہادت دے سکتے ہین کہ آپ نے تمام عمر مین کوئی ایسی کتاب کسی فاضل انگریز یا یہودی کی نہین دیکھی ہوگی جسمین اُنہون نے آپکی طرح یہ رائے ظاہر کی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک جھوٹا دعوی شق القمر کا قرآن مین لکھ دیا ہے کیونکہ جو فاضل قسیس اور باخبر انگریز ہین وہ لوگ بباعث اپنے علم اور وسیع واقفیت کے خوب جانتے ہین کہ جس طور اور التزام سے قرآن شریف نے اشاعت پائی ہے اور جس تشدد سے مخالفون اور موافقون کی نگرانی اُسکی آیت آیت پر رہی ہے اور جس سُرعت اور جلدی سے اِسکے ہر ایک مضمون کی تبلیغ لاکھون آدمیون کو ہوتی رہی ہے اور جس قلیل عرصہ مین جو بعد زمانہ نبوی تیئیس برس سے بھی کم تھا وہ دنیا کے اکثر حصون مین شہرت پا گیا ہے وہ ایسا طور اور طریق چارون طرف سے محفوظ ہے کہ اُسمین یہ گنجائش ہی نہین کہ کوئی جھوٹا معجزہ یا کوئی جھوٹی پیشگوئی افترا کر کے قرآن شریف مین درج ہو سکتی جسکے افترا پر عیسائیون یہودیون عربین مجوسیون مین سے کسی کو بھی

اطلاع نہوتی اسیوجہ سے اگرچہ آجتک صدہا فاضل انگریزون نے بوجہ شدت عناد بہت کچھ مخالفانہ حملے اپنی کتابون اور تفسیرون مین قرآن شریف پر کرنے چاہے ہین جنمین وہ باطل پر ہونے کی وجہ سے کامیاب نہین ہوسکے مگر یہ راے جو آپ نے بیان کی آجتک اُن مین سے کسی نے بھی نہین کی۔ سو آپ کا ایسی کتاب کو موردخانہ وقعت سے باہر سمجھنا اور جو ہر صافی اور خس و خاشاک برابر خیال کرلینا اور صاف صاف فرق دیکھ کر اپنی آنکھون پر پردہ ڈال لینا صرف نظر کا کھوٹا ہے وبس۔

قولہ۔ اگر خلاف قانون قدرت پر اس وجہ سے یقین کیا جاے کہ پرمیشر سرب شکتی مان ہے تو پھر دنیا مین ہم کسی بات کو بھی جھوٹ نہین کہہ سکتے اور فریبی اور دغاباز لوگ روز بروز بہکا سکتے ہین ؛

اقول۔ اے صاحب مینے آپکو کب اور کسوقت کہا ہے کہ بے ثبوت اور تحقیق ہر یک بات کو مان لیا کرو مین تو آپکو کھلا کھلا ثبوت دے رہا ہون اور خود میرا یہی اصول ہے کہ بے تحقیق کسی تاریخی واقعہ کو نہین ماننا چاہئے لیکن مین ساتھ اسکے آپکو یہ بھی کہتا ہون کہ اگر حقیقی دانائی سے کچھ بہرہ حاصل کرنیکا شوق ہے تو چند ناکارہ اور محدود تجارب کا نام قانون قدرت مت رکھو اور کوئین کے مینڈک کیطرح دنیا مین اُسیقدر پانی مت سمجھو جو آپکی نظر کے سامنے ہے ایک تو آپکے مذہب مین پہلے ہی سے یہ خرابی ہے کہ آپ لوگ اپنے تئین واجب الوجود اور قدیم ہونے مین پرمیشر کے بھائی بند خیال کر رہے ہو پھر اگر یہ دوسرا اعتقاد فاسد بھی اُسکے ساتھ ملگیا کہ پرمیشر کی طاقتین اور قدرتین بھی آپکے معلومات سے زیادہ نہین تو اسصورت مین آپ صرف بھائی بند نہی بلکہ پرمیشر کے بزرگ بھی ٹھہر گئے کیونکہ بزرگون اور باپون کو یہ کہنا بنتا ہے کہ وہ اپنے بچون کی نسبت یہ دعوے کرین کہ انکے معلومات ہمارے معلومات سے زیادہ نہین ؛

قولہ۔ باقی سوالات جو مرزا صاحب نے اس غرض سے کئے ہین کہ پہلے انسان اپنے گھر کو سوچ لے۔ اگر اپنے مین نقص ہو تو دوسرے سے سوال نہ کرے تمام جہان کے نزدیک یہہ مسئلہ غلط ہے ؛

اقول۔ ماسٹر صاحب آپ تمام جہان کو کیون ناحق بدنام کرتے ہین اپنے خیالات عجیبہ سے غرض کہین اس بات کو کون نہین جانتا کہ بحث مباحثہ اظہار حق کی غرض سے ہونا چاہئے یعنی اس نیت سے کہ اگر حق

ظاہر ہو تو اُسے قبول کر لین مگر وہ شخص جو ایک بات کو اپنے لئے تو جائز رکہتا ہے لیکن اگر فریق مخالف کے
کسی امر مسلم مین اُسکے ہزار جزو مین سے ایک جزو بھی پڑ جائے اور کیسی ہی خوبی سے پائی جائے
تب بھی اُسکو قبول نہین کرتا ایسے شخص کی نیت سے ہرگز بخیر نہین ہوتی اور جو وقت اُسکے ساتھ
بحث مین خرچ ہو وہ ناحق ضائع جاتا ہے پس کیا یہ بڑی بات ہے کہ ایسے شخص کو سمجھایا جائے کہ
بھائی جبکہ تو خود آپ ہی ایسی باتون کو مانتا ہے کہ صرف بالاتر از عقل بلکہ خلاف عقل بھی ہین تو جو امور
عقل محدود انسانی سے بالاتر ہین اور اُنکا ثبوت بھی تجھے دیا جاتا ہے اُن کے ماننے مین تجھے کیون
تامل ہے بلکہ تمامتر دینداری پرہیزگاری تو اسمین ہے کہ اگر انسان ایک بات کو اپنی رائے مین صحیح سمجھتا ہے تو
اُسی نوع کی بات مین اپنے مخالف کے ساتھ منکرانہ جھگڑا نہ لے بیٹھے کہ یہ اوباشانہ طریق ہے۔
جسمین فریقین کی تضیع اوقات ہے پھر ظاہر ہے کہ ایسا جھگڑا کسقدر بڑا اور خلاف طریق انصاف
ہوگا کہ ایسی بات سے انکار کیا جائے کہ جو اپنے مسلمات سے صد ہا درجہ صاف اور پاک اور قدرت الٰہی مین داخل
اور تاریخی طور پر ثبوت بھی اپنے ساتھ رکھتی ہو غرض ایسا نکما جھگڑا کرنیوالا اپنا اور اپنے مخالف کا وقت
عزیز کہونا چاہتا ہے جسکو الزامی جواب سے متنبہ کرنا اپنے حفظ اوقات کے لئے فرض طریق مناظرہ ہے
اور نیز چونکہ دنیا مین مختلف طبیعتون کے آدمی ہین بعض لوگ جو نادر الوجود ہین وہ تحقیقی بات سنکر اپنی
ضد چھوڑ دیتے ہین اور اکثر عوام جو تحقیقی جواب سمجھنے کا مادہ ہی نہین رکھتے یا بعض انہین سمجھ یا وہ تو
رکھتے ہین مگر چاند پر خاک ڈالنا چاہتے ہین اسلئے اُنکا منہ الزامی جوابون سے بند ہوتا ہے یہی وجہ ہے
کہ الزامی طور پر چند مسلمات آپکے آپکو سنائے گئے ورنہ اصل مدار جواب کا تو تحقیق پر ہی ہے بالآخر
یہ بھی واضح ہے کہ ہرچند وید دون مین بہت سی بے بنیاد کہانیان بطور معجزات گذشتہ دیوتاؤن کی لکھی
ہین مثلاً رگ وید اشٹک اول مین لکہا ہے کہ اسولون (دیوتاؤن) نے کسی نامعلوم زمانہ مین ایک
لولے کو لوہے کی ٹانگین دے دی تھین اور بانجھہ کو دودہیلا کر دیا تھا اور ایک اندھے کو سوجاکھا
بنا دیا تھا اور ایک شخص جسکا سر کٹ گیا تھا بجائے اس سر کے گھوڑے کا سر اُسپر لگا دیا تھا اور
سیاوارشی کو جسکے تین ٹکرے ہو گئے تھے از سرنو زندہ کر دیا تھا وغیرہ وغیرہ مگر ہم نے الزامی طور پر اون
مین اِن کہانیون کو پیش نہین کیا کیونکہ گو اِن بے اصل قصون کو جنکا حوالہ کسی ایسے بے نشان زمانہ
پر دیا گیا ہے جو وید کے وجود سے پہلے گذر چکا ہے تمام پرانون والے تو مانتے ہین مگر حال کے چند

آریہ سماج والے اِن مقامات وید مین بڑی جان کنی سے بے سروپا و پُر تکلف تاویلین کرتے ہین ٭

تتمہ

آریون کا اصولِ تناسخ قانونِ قدرت کے اصول سے منافی ہے

اے حضرات آریہ صاحبان اگر تمام جہان قانونِ قدرت کا قائل ہو جائے پھر بھی آپ لوگون کو قائل ہونیکی کوئی سبیل نہین کیونکہ قانون قدرت کے ماننے سے سب تار و پود آپ کے مذہب کا ٹوٹ جاتا ہے آپ لوگ تو تصرفات قدرتیہ جناب الٰہی کے قائل ہی نہین اور نہ ہو سکتے ہین اور قانونِ قدرت کو ماننا تو آپ کا مذہب ہی نہین اور نہ ہو سکتا ہے وجہ یہ کہ آپکا مسئلہ تناسخ تب قائم رہ سکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کو اُسکے مختارانہ کامون اور ارادی قدرتون سے اور اختیاری تصرفات سے اور ذاتی طاقتون اور ذاتی قوتون سے ازل سے ابد تک معطل اور بیکار اور عاجز اور لاچار سمجھا جائے پس اس سے ظاہر ہے ۔ کہ آپ لوگون کا اور اگون خدا تعالےٰ کے قانون قدرت کا ضد پڑا ہوا ہے اور ضد بھی ایسی ضد کہ ایک کے ماننے سے دوسرا قائم نہین رہ سکتا کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کے قادرانہ تصرفات کو تسلیم کیا جاے اور یہ مان لیا جائے کہ اُسنے تمام اجرام علوی اور اجسام سفلی کو اپنی قدرت ربوبیت سے پیدا کرکے اجزاے عالم کو باہم انضباط بخشا ہے اور محض اپنی قدرت کاملہ سے اور خاص اپنے ہی ارادہ اور مشیت سے تمام چیزون مادی و غیر مادی کو ایک پُر حکمت سلسلہ انتظام مین خود اپنی حکیمانہ مصلحت سے منسلک کیا ہے تو یہی مان لینا جسکا نام دوسرے لفظون مین قانون قدرت ہے آپ کے اصولِ تناسخ کی بیخکنی کرتا ہے وجہ یہ کہ آپکا مسئلہ تناسخ اِس بنا پر کھڑا کیا ہے کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے پرمیشر کے ارادہ اور قدرت سے نہین اور نہ اُسکی حکمت اور مصلحت سے بلکہ گنہگارون کے گناہ نے یہ مختلف صورتون کی چیزین پیدا کر دی ہین جنمین پرمیشر کا ذرا دخل نہین ۔ مثلاً گائے جو دودہ دیتی ہے یا گھوڑا جو سواری کے کام آتا ہے یا گدہا جو بوجھ اُٹھاتا ہے یا زمین جسپر ہم آباد ہین یا چاند اور سورج جو دو چمکتے ہوے چراغ اپنی مختلف قوتون اور خاصیتون سے انواع اقسام کے

قوائد دنیا کو پہنچاتے ہیں ۔ یا گیہوں اور چنے اور چاول وغیرہ ماکولات جنکو ہم کھاتے ہیں یہ سب بقول

حاشیہ شاید کسی ناواقف آریہ کو اسجگہ دھوکا لگے کہ آریہ سماج والے اسبات کے قائل نہیں ہیں کہ روح
بطور تناسخ چاند یا سورج یا زمین وغیرہ سے بھی تعلق پکڑتی ہی بلکہ وہ اُن چیزوں کو جڑ یا بیجان سمجھتے ہیں تو
اسکے جواب میں ماننا چاہئے کہ اول تو آریوں کا یہ خیال کرنا کہ سورج و چاند و زمین و اگنی و وایو وغیرہ بیحس
بے روح چیزیں ہیں جنمیں جان نہیں ہی سراسر غلط اور وید کی تعلیم سے بھی منافی ہے کیونکہ وید کے صدہا مقامات
سے ثابت ہی کہ سورج چاند اور اگنی وغیرہ ارکان اولیہ عالم کے لئے ایک ایک روح ہی ان روحوں کے یونانی و مجوسی
بھی قائل ہیں ایسا ہی بیاکہ تمام تناسخیہ فرقے ان ارواح کو مانتے ہیں بلکہ انکا بیان ہی کہ جب انسانی روح سورج چاند
و ستاروں وغیرہ سے تعلق پکڑتی ہی تو بہ درجہ دیوتا بنکر قابل پرستش ہو جاتی ہے اسی وجہ سے تو قدیم سے ہندو
لوگ سورج و آگ وغیرہ کی پرستش کرتے آئے ہیں اور اب بھی اُن میں سے بہت سا گروہ اس پرستش پر قائم
ہی یونانی بھی ان چیزوں کی پرستش کرتے رہے ہیں اور انکا نام وہ ارباب الانواع رکھتے ہیں گبروں کا آتش پرستی
کرنا تو سب پر ظاہر ہی۔ اگر صد سال گبر آتش فروزد ۔ چو یکدم اندر آن افتد بسوزد ۔ ماسوا اسکے یہ بات نہایت ظاہر
ہی کہ ہر یک جسم میں جتنے ذرات ہیں اُسیقدر روحوں کا اُس سے تعلق ہی اگر ایک قطرہ پانی کو خوردبین سے دیکھا جائے تو
ہزاروں کیڑے اسمیں نظر آتے ہیں ویسا ہی پہلوں میں اور بوٹوں میں اور ہواؤں میں بھی کیڑے مشہود و محسوس ہیں
بہر حال ہر یک جسم و ہر چیز کیڑوں سے بھری ہوئی ہے مگر کبھی کیڑے مخفی ہوتے ہیں یا یوں کہو کہ بالقوہ ہوجاتے
ہیں اور کبھی کمن قوت سے حیز فعل میں آجاتے ہیں مثلاً جس اناج کو دیکھو تو بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ اسمیں کوئی کیڑا
نہیں اور پہر خود بخود اُسکے اندر میں ہی تغیر پیدا ہوکر اسقدر کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں کہ گویا وہ سب جسم کیڑے
ہی کیڑے ہیں اس سے ظاہر ہی کہ ارواح کو اجسام سے ایک لازمی اور دائمی تعلق پڑا ہوا ہی اب جو شخص تناسخ جیسے
او اگون کا قائل ہی ضرور اُسکو کہنا پڑیگا کہ اجسام نباتی و معدنی و حیوانی و اجرام علوی کا ایک ایک ذرہ کسی وقت
انسان کی روح رہا ہوگی جیسا کہ تجربہ ثابت کر رہا ہی ایک ایک ذرہ جسم سے ایک ایک روح سے تعلق رکھتا ہی اور اجرام
علوی میں روحوں کا ہونا شاید نادانوں کی نظر میں تعجب کا محل ہوگا لیکن حال کے فلسفیوں کی تحقیقاتوں نے
کہولدیا ہی کہ کرہ شمس و قمر وغیرہ باشندوں کی آبادی سے خالی نہیں چنانچہ پنڈت دیانند اور اُسکے پیرو بھی اسبات کے
قائل ہیں سو یہ بات تو ہر یک کو معلوم ہی کہ جس کرہ میں کوئی جاندار چیز ہو وہ اُسی کرہ کے مادہ سے پیدا ہوتی ہی
جیسے کرہ زمین میں جو کچھ ہی وہ زمین سے ہی پیدا ہوا ہی اور پیدا ہوتا ہی پس جبکہ اجرام علوی میں جانداروں کا

آپکے حقیقت مین انسانی روحین ہین جو کسی جنم گزشتہ کی شامت سے بطور تناسخ یہ صورتین اختیار کرلی
ہین اور یہ سارا مجمع مختلف چیزون کا جو زمین و آسمان مین نظر آتا ہے یہ سب حسب اصول آپ لوگون کے
اتفاقی ہے جسمین پرمیشر کے ارادہ اور قدرت کا سر مو دخل نہین اور نہ اُسکو ان چیزون کے زیادہ یا کم کرنے
یا موجود یا معدوم کرنے مین ایک ذرا اختیار ہے اور آپ لوگون کے خیال مین یہ جما ہوا ہے کہ اگر انسانی
روحین مرتکب گناہون کی نہوتین تو یہ چیندین ہزار عالم مخلوقات جو نظر آرہا ہے ان مین سے ایک بھی
نہوتا گویا ہر ایک آرام دنیا کا بزعم آپ لوگون کے بدکاریون سے ہی میسر آتا ہے اور تمام دنیوی نعمتون
کے حاصل ہونیکا اصل موجب بدکاریان ہی ہین کوئی شخص گناہ کر کے گائے کے جنم مین آئے تو آپ
دودھ پئین اور پھر کسی بدکاری سے گھوڑی کا جنم لے تو آپ کو سواری میسر ہو اور پھر کسی معصیت سے
گدھے یا خچر یا اونٹ کی جون مین پڑے تو آپ کی باربرداری کا کام چلے پھر اگر کوئی ایسا برا کام کرے
جسکی سزا مین اُسکو عورت کی جون مین ڈالا جائے تو آپ لوگون کو جورو نصیب ہو اور اگر کوئی ایک
شخص کسی شامت گناہ سے مرے تب وہی روح اُسکی بیٹا یا بیٹی بنکر آپ کو صاحب اولاد بنائے اس
سے ثابت ہوا کہ بموجب اصول آپکے تمام سلسلہ خدائی کا گناہون کی طفیل ہی چل رہا ہے اور اگر گناہ ظہور
مین آتے تو پرمیشر کچھ چیز ہی نہ تھا اور اسکی قدرتین اور حکمتین سب ہیچ اور بے حقیقت تھین پس آپکو تو
قانون قدرت کا نام ہی نہین لینا چاہئے کیونکہ قانون قدرت کا تو یہ ضروری تقاضا ہے کہ تمام اجزاے
عالم بحکم اُس واضع قانون کے روز ازل سے باہم انضباط باندھے ہین یہ نہین کہ کسی اتفاقی شامت سے یہ ہزارہا
قسم کی مخلوقات پیدا ہو گئی ہے اور اگر وہ بلا اتفاق نہوتا تو پیدا ہونے سے رہجاتے اور پرمیشر گویا ہی
اُن چیزون کے پیدا کرنے کے لئے ارادہ کرتا مگر کچھ بھی نہ ہو سکتا غرض جب آپکا ایمان اور دھرم آپکو
ایسی ایسی تعلیمین دے رہا ہے تو پھر اسجگہ پرمیشر کی قدرتون کا کیا ذکر اور قانون قدرت کا نام لینے کا کونسا

بقیہ حاشیہ ہونا ثابت ہے جسکو آریہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہین تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام چاند اور سورج وچاند
وغیرہ اجرام بھی پیدا ہوئے ہونگے اور اس پیدائش سے یہ ثابت ہو گیا کہ اجسام سفلی کیطرح اجرام علوی بھی
کسی طور پر روحون کی کالبد ہین پس اس سے تناسخ والون کو ماننا پڑا کہ کسی زمانہ مین سورج چاند وغیرہ اجرام انسانی
روحین تھین اور پھر وہ کسی عمل کے نیک یا بد اثر سے سورج چاند وغیرہ اجرام بنگئے اور یہ اعتقاد جسقدر قانون قدرت
اور عقل کا دشمن ہے اُسکے بیان کرنے کی بھی حاجت نہین۔ فتدبر منہ

محل ہے کیونکہ قدرت یا قانونِ قدرت تو اُسے کہتے ہین کہ اوّل اُس مالک کی خالقانہ طاقتون اور قادرانہ تصرفات اور مختارانہ کامون کو تسلیم کر کے پھر اُس سلسلۂ ظہورِ طاقتون کو قانون قدرت سے ملقب کیا جائے مگر اسجگہ تو وہ بات ہی نہین رہی اور پرمیشر صرف نام کا پرمیشر رہ گیا ہے جسکو ایک ذرہ کے پیدا کرنے کی بھی طاقت نہین ہان روحون پر کسی مخفی وجہ کے سبب سے اُسکو تسلط ہو گیا ہے شاید کسی اگلے جنم مین اُسنے بہت اچھے کرم کئے ہونگے جس سے وہ اِس حکمرانی کے لائق ٹھہر گیا غرض جب پرمیشر مین قدرت کا نشان ہی نہین مختارانہ تصرفات کی طاقت نہین قادرانہ کامونکی ہمت نہین ترتیب دنیا مین اُسکو کچھہ دخل ہی نہین تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اس لائق بھی نہین کہ اُسکا کوئی قانونِ قدرت ہو بلکہ وہی مثل صادق آئیگی کہ "جامہ ندارم دامن از کجا آرم" ہان اپنے ہی گناہون کا آپکو شکر گذار ہونا چاہیے جنہون نے آپ کو گوؤن کا دودہ پلایا گھوڑون پر چڑہایا غرض سب آپکا کام بنایا اور سب کچھہ کیا اور کرایا حقیقت مین اِس مسئلہ تناسخ نے آپکو بہت کچھہ فائدہ پہونچایا اگر اِس کچھہ نقصان پہنچا تو بس یہی کہ ایک تو پرمیشر ہاتھہ سے گیا اور دوسرا حلال حرام کا کچھہ ٹھکانہ نرہا خیر پرمیشر کا تو آپکو کیا افسوس ہوگا گذارہ تو چلا ہی جاتا ہے مگر جو حلال حرام مین گڑبڑ پڑ گیا یہ خرابی ایک دنیادار غیرت مند کی نظر مین بھی جسکو ایک ذرہ ننگ وناموس کا پاس ہو قابل برداشت نہین کیونکہ اگر مسئلہ تناسخ صحیح ہے تو اِسکے رو سے ممکن ہے کہ کسی شخص کی والدہ یا دختر یا حقیقی بہن یا دادی یا نانی مرنیکے بعد کسی عورت کی جون مین پڑ کر پھر اُسی شخص کے نکاح مین آجائے جسکی ماں یا لڑکی ہے اور دنیا جو ایک ظلمت گاہ اور بے تمیزی کی جگہ ہے اِس مین کون اگر خبر دے سکتا ہے کہ اسے بھلے مانس اِس سے مت شادی کرو یہ تو تیری ماں یا بہن یا نانی ہے سو سوچکر دیکھہ لینا چاہئے کہ اس اواگون کے مسئلہ نے صرف آپکے پرمیشر کی عزت پر ہی ہاتھہ نہ ڈالا بلکہ ایسے ضرر بھی اسمین موجود ہین اور یقیناً جو شخص اِس مسئلہ تناسخ کو روا اور جائز سمجھتا ہے اُسکو اِسکے بد نتائج بھی روا اور جائز کہنے پڑینگے مگر ہائے افسوس جو لوگ دنیا کے پرستار ہین اور قومی تعصبون کی زنجیر مین گرفتار وہ اپنے بد عقیدونکو کسی ڈھب چھوڑنا نہین چاہتے قوم کا رعب اُنکے دلون پر ایسا غالب ہے کہ جو مخلوق پرستی کی حد تک پہونچ گیا خدا ئے تعالے کا اُن کے دلون مین اتنا بھی تو قدر نہین جو ایک بوڑہی عورت کو اپنے گھر کی سوئی کا ہوتا ہے ؎

دنیا کی حرص و آز مین کیا کچھہ نہ کرتے ہین
نقصان جو ایک پیسہ کا دیکھین تو مرتے ہین

زر سے پیار کرتے ہین اور دل لگاتے ہین ہوتے ہین زر کے ایسے کہ بس مرہی جاتے ہین
جب اپنے دلبرون کو نہ جلدی سے پاتے ہین کیا کیا نہ اُن کے ہجر مین آنسو بہاتے ہین
پر اُن کو اُس سجن کی طرف کچھہ نظر نہین انکھین نہین ہین کان نہین دل ہین ڈورہ ہین
اُنکے طریق ودھرم مین گو لاکھ ہو فساد کیسا ہی ہو عیان کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد
پرتب بھی مانتے ہین اُسیکو بہر سبب کیا حال کردیا ہے تعصب نے ہے غضب
دل مین مگر یہی ہے کہ مرنا نہین کبھی ترک اِس خیال وقوم کو کرنا نہین کبھی

اے غافلان وفا نکند این سرائے خام
دنیائے دُون نماند و نماند بہ کس مدام

تمت المباحثة الاُولیٰ

وللہِ الحمد فی الاولیٰ و الاُخریٰ

مباحثہ ثانیہ

منعقدہ ۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء

اعتراض از طرف مؤلف رسالہ ہٰذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آریہ صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی بلکہ کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں ایسا ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتی یعنے نجات ہمیشہ کے لئے انسان کو نہیں مل سکتی بلکہ ایک مدت مقررہ تک مکتی خانہ میں رکھکر پھر اُس سے باہر نکالا جاتا ہے اب ہمارا اعتراض ہے کہ یہ دونوں اعتقاد ایسے ہیں کہ ایک کے قائم ہونے سے توحید الٰہی تعالیٰ کی توحید بلکہ اُسکی خدائی ہی دور ہوتی ہے اور دوسرا اعتقاد ایسا ہے کہ بندہ وفادار پر ناحق کی سختی ہوتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر تمام ارواح کو اور ایسا ہی اجزا صغار اجسام کو قدیم اور انادی مانا جائے تو اسمیں کئی قباحتیں ہیں منجملہ اُنکے ایک تو یہ کہ اس صورت میں خدائے تعالیٰ کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ جس حالت میں بقول آریہ صاحبان ارواح یعنے جیو خود بخود موجود ہیں اور ایسا ہی اجزاء صغار اجسام بھی خود بخود ہیں تو پھر صرف جوڑنے جاڑنے کے لئے ضرورت صانع کی ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ ایک دہریہ جو خدا تعالےٰ کا منکر ہے عذر پیش کر سکتا ہے کہ جس حالت میں تمنے کل چیزوں کا وجود خود بخود بغیر ایجاد پرمیشر کے آپ ہی مان لیا ہے تو پھر اس بات پر کیا دلیل ہے کہ ان چیزوں کے باہم جوڑنے جاڑنے کے لئے پرمیشر کی حاجت ہے دوسری یہ قباحت کہ ایسا اعتقاد خود خدائے تعالےٰ کو اُسکی خدائی سے جواب دے رہا ہے کیونکہ جو لوگ علم نفس اور خواص ارواح سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جسقدر ارواح میں عجائب وغرائب خواص بھرے ہوئے ہیں وہ صرف جوڑنے جاڑنے سے پیدا نہیں ہو سکتے مثلاً روحوں میں ایک قوت کشفی ہے جس سے وہ پوشیدہ باتوں کو بعد مجاہدات دریافت

کر سکتے ہین اور ایک قوت اُن مین عقلی ہے جس سے وہ امور عقلیہ کو معلوم کر سکتے ہین ایسا ہی ایک قوت محبت بھی اُن مین پائی جاتی ہے جس سے وہ خدا تعالے کیطرف جھکتے ہین اگر ان تمام قوتون کو خود بخود بغیر ایجاد کسی موجد کے مان لیا جائے تو پرمیشر کی اسمین بڑی ہتک عزت ہے گویا یہ کہنا پڑیگا کہ جو عمدہ اور اعلے کام تھا وہ تو خود بخود ہے اور جو ادنی اور ناقص کام تھا وہ پرمیشر کے ہاتھ سے ہوا ہے اور اسبات کا اقرار کرنا ہوگا کہ جو خود بخود عجائب حکمتین پائی جاتی ہین وہ پرمیشر کے کامون مین سے کہین بڑھکر ہین ایسا کہ پرمیشر بھی اُن سے حیران ہے غرض اس اعتقاد سے آریہ صاحبون کے خدا کی خدائی پر بڑا صدمہ پہنچیگا یہانتک کہ اُسکا ہونا نہ ہونا برابر ہوگا اور اُسکے وجود پر کوئی عقلی دلیل قائم نہو سکیگی اور نیز وہ مبدء کل فیوض کا نہین ہو سکیگا بلکہ اُسکا صرف ایک ناقص کام ہوگا اور جو اعلے درجہ کے عجائب کام ہین اُنکی نسبت یہی کہنا پڑیگا کہ وہ سب خود بخود ہین لیکن ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر فی الحقیقت ایسا ہی ہے تو اس سے اگر فرضی طور پر پرمیشر کا وجود مان بھی لیا جائے تب بھی وہ نہایت ضعیف اور نکما سا وجود ہوگا جسکا عدم وجود مساوی ہوگا یہانتک کہ اگر اُسکا مرنا بھی فرض کیا جائے تو روحون کا کچھ بھی حرج نہوگا اور وہ اس لائق ہرگز نہین ہوگا کہ کوئی روح اُسکی بندگی کرنے کے لئے مجبور کیجائے کیونکہ ہر ایک روح اُسکو جواب دے سکتی ہے کہ جس حالت مین تمنے مجھے پیدا ہی نہین کیا اور نہ میری طاقتون اور قوتون اور استعدادون کو تمنے بنایا تو پھر آپ کس استحقاق سے مجھ سے اپنی پرستش چاہتے ہین اور نیز جبکہ پرمیشر روحون کا خالق ہی نہین تو اُنپر محیط بھی نہین ہو سکتا اور جب احاطہ نہو سکا تو پرمیشر اور روحون مین حجاب ہوگیا اور جب حجاب ہوا تو پرمیشر سرب گیانی نہو سکا یعنے علم غیب پر قادر نہوا اور جب قادر نہ رہا تو اُسکی سب خدائی درہم برہم ہوگئی تو گویا پرمیشری ہاتھ سے گیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ علم کامل کسی شئے کا اُسکے بنانے پر قادر کر دیتا ہے اسلئے حکما کا مقولہ ہے کہ جب علم اپنے کمال تک پہونچ جائے تو وہ عین عمل ہوتا ہے اسحالت مین طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پرمیشر کو روحون کی کیفیت اور کُنہ کا پورا پورا علم بھی ہے یا نہین اگر اُسکو پورا پورا علم ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود پورا پورا علم ہونے کے پھر ابھی ایک روح بنا نہین سکتا سو اس سوال پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف یہی نہین کہ پرمیشر روحون کے پیدا کرنے پر قادر نہین بلکہ اُنکی نسبت پورا پورا علم بھی نہین رکھتا دوسرا ٹکڑا ہمارے سوال کا حق العباد سے متعلق ہے یعنی یہ کہ آریہ صاحبان کے اعتقاد مذکورۂ بالا کے رو سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرمیشر اپنے بندون سے

یہی ناحق کا ایک شغل گھٹتا ہے کیونکہ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مکتی اور نجات کی اصل حقیقت یہی ہے کہ انسان ماسوائے اللہ کی محبت سے منہ پھیر کر پرمیشر کی محبت مین ایسا محو ہوجائے کہ جس طرح عاشق اپنے محبوب کے دیکھنے سے لذت اٹھاتا ہے ایسا ہی اپنے محبوب حقیقی کے تصور سے لذت اٹھاوے اور محبت بجز معرفت حاصل نہین ہوسکتی اور قاعدہ کی بات ہے کہ موجب محبت کے دو ہی امر ہین یا حسن یا احسان پس جب انسان بباعث اپنی کامل معرفت کے خدائے تعالے کے حسن و احسان پر اطلاع کامل پر پاتا ہے تو لامحالہ اُس سے کامل محبت پیدا ہوجاتی ہے اور کامل محبت سے لذت ملتی ہے پس اسی جہان سے بہشتی زندگی عارف کی شروع ہوجاتی ہے اور وہی معرفت اور محبت عالم آخرت مین سرور دائمی کا موجب ہوجاتی ہے جسکو دوسرے لفظون مین نجات سے تعبیر کرتے ہین اب مین پوچھتا ہون کہ جب ایک شخص کو پورا پورا سامان نجات کا میسر آگیا اور پرمیشر کی کرپا اور فضل سے مکتی پاگیا تو پھر کیون پرمیشر اُسکو ناکردہ گناہ مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے کیا وہ اِسبات سے چڑتا ہے کہ کوئی عاجز بندہ ہمیشہ کے لئے آرام پاسکے جس حالت مین ابدی بقا کے روحون مین قوت رکھی گئی ہے تو کیا پرمیشر اپنے بندون کو ابدی سرور نہین دے سکتا بعض صاحب اسجگہ پر یہہ عذر پیش کرتے ہین کہ بندون کے اعمال محدود ہین اس لئے جزا بھی اُنکی محدود ہی ملتی ہے مین کہتا ہون کہ یہ خیال غلط ہے کیونکہ عمل اعظم بندہ کا یہی ہے کہ وہ وفاداری سے ایمان لاتا ہے اور بے انتہا وفاداری کی نیت سے تکالیف مالی و جانی اُٹھانے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے تو اِسصورت مین عمل اُس کا محدود نہوا بلکہ غیر محدود ہوا اگر پرمیشر اُسکو زندہ چھوڑتا تو وہ کبھی بیوفائی نہ کرتا پس نعوذ باللہ پرمیشر کا قصور ہوا کہ اُسنے اُسکو مہلت نہ دی ماسوا اسکے جیسا کہ مینے پہلے بیان کیا ہے موجب نجات و مکتی کا ایک ایسا امر ہے کہ وہ پرمیشر کی محبت مین رہ کر کم نہین ہوسکتا بلکہ ترقی کرنا چاہئے کیونکہ کوئی عقلمند ہرگز خیال نہین کرسکتا کہ پرمیشر کی صحبت سے گیان اور محبت مین کچھہ فرق آجاتا ہے اور جسطرح ممکن نہین کہ باوجود چراغ ہونے کے اندھیرا ہوجائے اِسی طرح یہ بھی ممکن نہین کہ باوجود کمال موجبہ مکتی کے پھر کوئی شخص مکتی خانہ سے باہر نکالا جائے پرمیشر بمنزلہ خریدار کے نہین ہے تا یہ کہا جاوے کہ جسقدر اُنے کوئی چیز لی اُسیقدر اُس نے دام بھی دے دیئے بلکہ یہ معاملہ محبّت و عشق کا ہے اور کوئی منصف مزاج معشوق اپنے وفادار عاشق سے ایسا بدمعاملہ ہرگز نہین کرسکتا کہ اُسکو ناحق خرابی مین ڈالے۔ ہم سوال کرتے ہین کہ آیا پرمیشر اِس بات پر قادر ہے یا نہین کہ اپنے بندہ کو ہمیشہ کے لئے مکتی دے دی۔ اگر قادر ہے اور بندہ وفادار بھی اُسکا مستحق ہے

اور علل لازمہ موجبہ بھی دائمی مکتی کو چاہتے ہین تو پھر کیون پرمیشر ایسی بیمکتی کرتا ہے کہ اوّل ایک بندہ کو ایک ایسا مقرب بنا کر کہ وہ اوتار ہو گیا تا اُسپر وید نازل ہو گئے ہین پھر ناحق اُسکی عزت بگاڑ دیتا ہے اور رفتہ رفتہ مختلف جونون مین ڈالکر اُسکی کیڑے مکوڑون تک نوبت پہنچاتا ہے بعض صاحب یہ بھی جواب دیتے ہین کہ یہ کام پرمیشر نے ایک مصلحت سے اختیار کر رکھا ہے اور وہ مصلحت یہ ہے کہ چونکہ پرمیشر روحون کے پیدا کرنے پر قادر نہین اور یہ بھی معلوم ہے کہ کل ارواح محدود اور معدود ہین تو اس صورت مین اگر پرمیشر اُن سب کو مکتی دیدے تو پھر ہمیشہ دنیا پیدا کرنیکا سلسلہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ جو روح مکتی پاکر مکتی خانہ مین گیا وہ تو گویا ہاتھ سے گیا اور بباعث نہونے تمدن اور روزمرہ کے خرچ کی آخر سب روح ایکدن ختم ہو جائینگے اور پھر پرمیشر دنیا پیدا کرنے سے قاصر اور عاجز رہیگا اور یہ امر خلاف اصول آریہ سماج ہے غرض آریہ صاحبون کے اصول کے بموجب نہ پرمیشر کی توحید اور عظمت قائم رہتی ہے اور نہ مکتی یافتہ روح کبھی اگہانی آفت سے نجات پا سکتے ہین بلکہ اُس شخص کیطرح جسکو ایک دورۂ خاص پر مرگی کی بیماری پڑتی ہے ایسا ہی روحین بھی ایک قسم کی بیماری مین ہمیشہ مبتلا رہینگی اور جیسے جیسے مکتی خانہ سے نکالنے کا وقت نزدیک آتا جائیگا ویسا ہی جزع فزع مین مبتلا ہوتے جائینگے خداوند کریم جلشانہ قرآن شریف مین فرماتا ہے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی فان الجنت ھی الماوی یعنے جو شخص اپنے پروردگار سے ڈر کر تزکیہ نفس کرے اور ما سوائے اللہ سے منہ پھیر کر خدائے تعالٰے کیطرف رجوع لے آئے تو وہ جنت مین ہے اور جنت اُسکی جگہ ہے یعنی خود ایک روحانی جنت بباعث قوت ایمانی و حالت عرفانی اسکے دل مین پیدا ہو جاتی ہے جو اُس کے ساتھ رہتی ہے اور وہ اُسمین رہتا ہے سو اسجگہ ماسٹر صاحب سے یہ بھی درخواست کرتا ہون کہ بمقابل اس آیت قرآنی کے جو جاودانی اور لازوالی مکتی پر دلیل پیش کرتی ہے جو کچھ وید مین محدود مکتی کا فلسفہ بتلایا گیا ہے وہ شرتی بھی اسجگہ پیش کر دین ۱۴ اپریل ۱۸۷۸ء

جواب لالہ مرلی دھر صاحب معہ جواب الجواب از طرف مؤلف رسالہ ہذا

قولہ ۔ مرزا صاحب فرماتے ہین کہ آریہ سماج والون کا اعتقاد یہ ہے کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہین

کی اور کل ارواح انادی اور قدیم اور غیر مخلوق ہین ایسا ہی اُنکا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مکتی یعنے نجات ہمیشہ کو نہ کسی انسان کو نہین ملسکتی بلکہ ایک مدت مقررہ تک مکتی خانہ مین رکھکر پھر اُس سے نکالا جاتا ہے یہ بیان مرزا صاحب کا بہت کچھہ فرق آریہ سماج کے اصولون سے رکھتا ہے جو آگے ظاہر کیا جاویگا

اقول - جاننے والے خوب جانتے ہین کہ اس بیان مین ذرہ فرق نہین بلاشبہ آریہ سماج والون کے یہ دونون اعتقاد ہین جنپر تناسخ یعنے اواگون کی بنیاد ہے اگر کچھہ فرق تھا تو آپ نے ظاہر کیا ہوتا آپ نے وعدہ توکیا کہ آگے جاکر اس فرق کو بیان کرینگے مگر کسی جگہ بیان نہ کیا کہ یہ فرق ہے بلکہ آگے جاکر تو بقول شخصے کہ دروغگورا حافظہ نباشد آپ نے صاف اقرار کردیا کہ ایسا ہی اعتقاد آریہ سماج والے رکھتے ہین اصل بات تو یہ ہے کہ آپ لوگون کے دل بھی اسبات پر شہادت دیتے ہین کہ یہ وید کے دونون اصول سخت درجہ کے مخالف عظمت وقدرت وتوحید وشان الٰہی ہین اسی واسطے کبھی کبھی لوگون کے شرم سے آپ لوگون کی طبیعت اخفا کی طرف رجوع کرجاتی ہے مگر ایسی باتون کو آپ کیونکر چھپا سکتے ہین جو پنڈت دیانند صاحب کے قلم سے مشتہر ہوچکی ہین خویش وبیگانہ اسپر اطلاع پاچکے ہین - ماسٹر صاحب ؟ آپ برا نہ مانین آپکے وید کی ایسی ایسی تعلیمون نے ناستک مت والون (دہریون) کو بہت کچھہ مدد دی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو آریہ صاحبون کا وید ایک ایسا خدا بتاتا ہے جس سے حق جو آدمی ضرور ہے کہ نفرت کرے وہ اپنے پرمیشر کو اپنی بادشاہی کا خود موجب نہین سمجھتے بلکہ ایسا خیال کرتے ہین کہ وہ بادشاہت کسی بخت واتفاق سے اُسکو ملی ہے یعنے اُسکی خوش قسمتی سے چند ارواح اور اجسام بنے بنائے اُسکو مل گئے ہین اور شاید ابھی ارواح اور اجسام کا کوئی اور دفینہ بھی کسی جگہ پوشیدہ ہو جسکی ہنوز پرمیشر کو اطلاع نہین ہوئی مگر کیا یہ ایسا اعتقاد ہے جسکو عظمت وقدرت وشان کبریائی حضرت اللہ جلشانہ کے مطابق کہہ سکتے ہین خدا تعالی وہ کامل ذات ہے جو تمام فیوض کا مبدا اور تمام انوار کا سرچشمہ اور تمام چیزون کا قیوم اور تمام خوبیون کا جامع اور تمام کمالات کا مجمع اور عجز اور نقص اور احتیاج الی الغیر سے پاک ہے لیکن تم سوچکر دیکھو کہ کیا یہ صحیح نہین ہے کہ ارواح اور اجسام کی غیر مخلوق اور خود بخود ماننے سے اُن تمام صفات کاملہ الٰہیہ مین سے کوئی بات بھی قایم نہین رہ سکتی اور ایک سخت صدمہ اُسکی شان خدائی پر پہنچتا ہے کہ اُنمین سے کچھہ باقی بھی نہین رہتا -

ایک ادنی درجہ کی عقل بھی سمجھہ سکتی ہے کہ خدا تعالے کے ایک ہونے کے یہی معنے ہین کہ وہ حقیقت

وجود اسی کا وجود ہے اور باقی سب چیزین اُسی سے نکلی ہین اور اُسی کے ساتھ قایم اور اُسی کے رشحات فیض سے اپنے کمالات مطلوبہ تک پہونچتی ہین مگر افسوس کہ آریون کا علم الٰہی اِسکے برخلاف بتلا رہا ہے اُنکی کتابین انہین وادیون سے پُر ہین کہ ہم بھی پرمیشر کیطرح قدیم اور غیر مخلوق اور انادی اور پیدایش اُسکی مشابہ اور اپنے اپنے وجود کے آپ خدا ہین نہین سوچتے کہ اگر وہ بھی قدیم الذات اور قایم بذاتہ اور واجب الوجود ہین تو پھر خدا جیسے ہو کر اُسکی ماتحت کیون ہو گئے اور کسنے ورہ دونون مین تعلق پیدا کر دیا افسوس کہ اِن لوگون نے عقیدہ باطلہ دیسے ایسی محبت کی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت اور کمالیت کے لئے ذرہ غیرت باقی نہین رہی اور اِس عقیدہ مذکورہ بالا کے بداثر نے اُنکا کچھ باقی نہین چھوڑا اور اِسی بداعتقاد کا بداثر جاودانی نجات کا بھی رہزن ہوا ہے اور اِسکی نحوست سے آریہ مت کے دفتر مین ایک ہنگامہ مفاسد برپا ہو رہا ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کو صحیح یا غلط طور پر جاننا ایک ایسا امر ہے کہ اُسکا اثر (جیسا کہ ہو) تمام باقی اصولون پر پڑتا ہے اگر اُسمین صلاحیت ہو تو دوسرے اصول بھی صلاحیت رکھتے ہین اور اگر اُسمین فساد ہو تو وہ فساد دیگر اصولون مین بھی سرایت کرتا ہے اِسی جہت سے اصل الاصول کے بگڑنے سے آریون کے سب عقاید کی ستیاناس ہوئی ہے اور سب خیالات کو اِس ایک ہی بگڑے ہوئے خیال نے تہ و بالا کر دیا ہے اور اب جب تک اِس کی اصلاح نہ ہو تب تک باقی خراب شدہ خیالات کسی نوع سے درستی پر نہین آسکتے اب حقیقت مین آریون کو بڑی مشکل پیش آگئی ہے اب اِن دونون وید اور پرمیشر سے ایک کو ضرور چھوڑنا پڑیگا ؛

یہ بات ایک لڑکا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر سب ارواح اور اجسام خود بخود پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی ہین اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہین ٭ تو پرمیشر اِس دعوی کا ہرگز مجاز نہین رہا کہ مین اِن چیزون کا رب اور پیدا کنندہ ہون کیونکہ جبکہ اِن چیزون نے پرمیشر کے ہاتھ سے وجود ہی نہین لیا تو پھر ایسا پرمیشر اِن کا رب اور مالک کیونکر ہو سکتا ہے مثلاً اگر کوئی بچہ بنا بنایا آسمان سے گرے

٭ حاشیہ۔ خدا بمعنے خود آیندہ ہے اور خدائے تعالیٰ جلشانہٗ اِسی وجہ سے خدا کہلاتا ہے کہ وہ کسیکے پیدا کرنیکے بغیر خود بخود ہے سو اگر ارواح و اجسام بھی خود بخود ہین تو وہ سب خدا ہی ہوئے اور بموجب اصول آریہ کے اُنکو بھی خدا کہنا جائز بلکہ واجب ہوا۔ منہ

یا زمین کے خمیر سے خود بخود پیدا ہو جاوے تو کسی عورت کو یہ دعوی ہرگز نہیں پہنچتا کہ یہ میرا بچہ ہے بلکہ اُسکا بچہ وہی ہوگا جو اُسکی پیٹ سے نکلا ہے سو جو خدا کے ہاتھ سے نکلا ہے وہی خدا کا ہے اور جو اُسکے ہاتھ سے نہیں نکلا وہ اُسکا کسی طور سے نہیں ہو سکتا۔ کوئی صالح اور بھلا مانس ایسی چیزون پر ہرگز قبضہ نہیں کرتا جو اُسکے نہ ہون تو پھر کیونکر آریون کے پرمیشر نے ایسی چیزون پر قبضہ کر لیا۔ قبضہ کرنیکا اُسکو کوئی استحقاق نہیں سو سوچنا چاہیے کہ یہ بات کسقدر مکروہ اور دور از حقانیت ہے کہ مالک الخلق اور رب العالمین کو اُسکی مخلوقات سے جدا کیا جاتا ہے اور جو اصل حقیقت خدائی کی اُس سے اُسکو الگ کیا جاتا ہے ہم سچ سچ کہتے ہین کہ اگر ہندوؤن کے وید مین کوئی اور غلطی نہ ہوتی تو اُسکے مخالف حق ہونے کے لئے یہی ایک بڑی دلیل تھی کہ خدا تعالی کی صفات حقہ کے بیان کرنے مین اُس نے ایسی رہزنی کی ہے کہ جو خدائے تعالے کی خدائی قایم ہونے کے لئے بہت ضروری امر تھا وہی اُس نے جڑھ سے اُکھیڑ دیا ہے ۰

ایسا ہی ذرا سوچکر معلوم کرلینا چاہیے کہ اگر یہ تمام روحین جنکے پیدا کرنے کی پرمیشر کو طاقت نہین ہمیشہ کے لئے مکتی پا جاوین تو پھر پرمیشر بجز اسکے کہ مجبوری کے طور پر خالی ہاتھ بیٹھا رہے اور کیا کر سکتا ہے تو اس صورت مین وہ اصول آریہ سماج والون کا جو دنیا کا سلسلہ ہمیشہ بنا رہتا ہے کیونکر قایم رہ سکتا ہے اب ظاہر ہے کہ آپ لوگون کے اعتقاد کے رو سے پرمیشر کی بادشاہت صرف مخلوق روحون کے سہارے سے چل رہی ہے اور اگر یہ کہو کہ پرمیشر روحون کو کبھی جاودانی مکتی نہیں دیگا تو پھر کیونکر سلسلہ دنیا کا منقطع ہوگا اور کیونکر پرمیشر مجبور ہو کر خالی بیٹھیگا تو ہم کہتے ہین کہ ایراد اعتراض کے لئے محض فرض کرنا نجات ابدی کا جو امور ممکنہ مین داخل ہے کافی ہے کیونکہ فن فلسفہ مین امور جائز الوقوع مین صرف اُنکی فرض وقوع پر بحث کیجاتی ہے تحقق فی الخارج مین فلسفی کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہ امر وقوع مین آیا یا نہ آیا بلکہ فلسفی قطع نظر وقوع لا وقوع سے صرف مادہ جواز پر برہان قایم کرتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہتا ہے کہ اگر زید ایک تولہ زہر کہاے تو بیشک مریگا کیونکہ صدہا مرتبہ کا تجربہ صحیح و صادقہ اسبات پر شہادت دے رہا ہے پس اسکے جواب مین یہ معارضہ کہ زید نے عہد کیا ہوا ہے کہ مین ہرگز زہر نہیں کھاؤنگا حجت کو اٹھا نہیں سکتا کیونکہ گو زید زہر کھانا نہیں چاہتا اور فرض کیا کہ اُسنے عہد کیا ہوا ہے کہ مین ہرگز زہر نہیں کہاونگا لیکن عند العقل اُسکا زہر کہانا اور مرنا ممکن ہے اسیواسطے صناعت منطق مین قضیہ ضروریہ مطلقہ سے قضیہ دائمہ

مطلقہ کو اخص مطلق قرار دیا گیا ہے مثلاً یہ قضیہ کہ ہر ایک انسان بالضرورت حیوان ہے یعنی حیوانیت ہر ایک انسان کے وجود کو صفت ضروری ہے کہ جو اُسکے وجود سے منفک نہین ہو سکتی یہ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اور یہ دوسرا قضیہ کہ زید جو وکیل ہے ہمیشہ مقدمہ مین فتح پاتا ہے دائمہ مطلقہ ہے پس یہ جو دائمہ مطلقہ ہے قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اسیواسطے اخص سمجھا جاتا ہے کہ گو فتح پانا زید کا مثل مفہوم ضروریہ مطلقہ کے جمیع اوقات مین پایا جاتا ہے اور ہمیشہ زید مقدمہ کو جیتا ہے لیکن اُسکا جیتنا اور فتح پانا عندالعقل ضروری نہین برخلاف قضیہ ضروریہ مطلقہ کے کہ اُسمین دوام نسبت حیوانیت کا انسان سے جو موضوع قضیہ کا ہے ضروری ہے کیونکہ عقل ہارنا اور شکست کھانا زید کا تجویز کر سکتی ہے گو ابتک ایک ظاہری اتفاق سے زید ہارا نہین اور نہ کبھی شکست کہائی لیکن کوئی عقل سلیم سلب نسبت حیوانیت کا انسان سے تجویز نہین کرسکتے غرض جو امر عندالعقل ممکن الوقوع ہے خارج مین اُسکا واقع ہونا شرط نہین اور نہ وقوع فی الخارج اور امکان فی النفس الامر مین کسی طرح کا تلازم ذہنی ہے پس اسی دلیل سے روحون کا انادی ماننا صرف خدا تعالیٰ کے ازلی جلال اور اُسکی صفت ربوبیت اور مبدء فیوض ہونیکو صدمہ پہنچاتا ہے بلکہ اُسکی ابدی خدائی اور قدرت نمائی کا بھی جو مدار کار دبار الوہیت ہے بکلّی استیصال کر کے اُسکے نام ونشان کو مٹانا چاہتا ہے غرض یہ اصول اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا دشمن ہے ❖

ایسا ہی اسکا بد نتیجہ جو نجات محدود ہے ہر وقت یہ بات یاد دلاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بوجہ خالق نہونے کے ناقص القدرت تھا اور بغیر مکتی محدود کے اُسکی خدائی نہین چل سکتی تھی اسلئے مجبوراً اُس نے مکتی کو محدود رکھا گویا لوگون کو اپنی بدقسمتی سے ایک ادھورا خدا ملا جو نجات جاودانی دینے پر قادر ہی نہ تھا اسلئے اُسکے بدقسمت بندے ہمیشہ کے لئے نجات پانے سے رہ گئے اور اسجگہ پرمیشر کا خیرخواہ بنکر مکتی محدود کا یہ جواب دینا کہ انسان دائمی مکتی پانے کا حق نہین رکھتا اسلئے پرمیشر اُسکو دائمی مکتی نہین دیتا ایک ہنسی کی بات ہے کیونکہ پرمیشر تو بوجہ اپنے ضعف اور عجز اور ناطاقتی کے کسی وجہ سے دائمی مکتی دے ہی نہین سکتا اور نہ ایسی قدرت رکھتا ہے تو پھر اسصورت مین بندہ کے اعمال کا ذکر کرنا ہی فضول ہے کیا بندہ اپنے دائمی ایمان اور وفاداری کی وجہ سے دائمی جزا کا مستحق نہین ٹھہر سکتا لیکن جب پرمیشر مین طاقت ہی نہین تو دائمی مکتی کون دیوے اور اگر پرمیشر دائمی نجات دینے کا ارادہ بھی کرے۔ تو کیا کرسکتا ہے۔ اب دیکھو کسقدر آریہ صاحبان اپنے پرمیشر کی ہتک کر رہے ہین ہم کیونکر باور کرین کہ وہ

اس قدر موٹی بات کو بھی نہین سمجھتے ہین یا کیونکر ہم تسلیم کرلین کہ اُن کی انسانی فطرت ایسی مسخ ہوگئی ہے کہ ایسی صاف صاف صداقتین بھی اُن کی ٹیڑھی نظر مین غلط دکھائی دیتی ہین بلکہ سارا موجب قوم اور برادری کے پاس ہے جسکے باعث سے لاکھون دنیاپرست خدا کو اور اُسکی پاک راہون کو چھوڑ دیتے ہین ⁂

اے ز تعلیم وید آوارہ ⁂ منکر از فیض بخشش ہموارہ
آن قدیمے کہ نیست زو چارہ ⁂ نزد تو عاجز ست و ناکارہ
بشنوی گر بود بحق روئے ⁂ شورِ قالو بلیٰ ز ہر سوئے
آنکہ با ذاتِ او بقاوحیات ⁂ چون نباشد بدیع ما آن ذات
ناتوانی ست طور مخلوقات ⁂ کے خدا این چنین بود ہیہات
کے پسند خرد کہ ربّ قدیر ⁂ ناتوان باشد و ضعیف و حقیر
نظرے کن بہ شانِ ربّانی ⁂ داورے ہا بہ کن بہ نادانی
اینچہ دین ست و اینچہ آئین ست ⁂ کہ خدا ناتوان و مسکین ست
گر بدین دین و کیش ہستی شاد ⁂ ہائے عمر رائگان ہمہ برباد

قولہٗ - مرزا صاحب فرماتے ہین کہ (آریہ سماج والون کے اعتقاد کے رو سے) مکتی شدہ شخص مکتی خانہ سے نکالا جاتا ہے اِسکا جواب یہ ہے کہ آریہ سماج کے اصولون کے موافق کوئی مکتی خانہ علیحدہ عمارت نہین ⁂

اقول - سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے اعتراض تو یہ تھا کہ روحون کو انادی اور قدیم اور پرمیشر کیطرح واجب الوجود اور غیر مخلوق ماننے سے پرمیشر ایسا کمزور اور مجبور ٹھہر جاتا ہے کہ وہ کسی طرح روحون کو دائمی نجات دینے پر قادر نہین ہو سکتا گو ارادہ بھی کرے کیونکہ دائمی نجات دینے سے اُسکی خدائی کا سلسلہ دور ہو جاتا ہے آپ اِسکا جواب دیتے ہین کہ مکتی خانہ کوئی علیحدہ عمارت نہین جس سے نکالا جائے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ یہ کس قسم کا جواب ہے جس حالت مین اریون کا بالاتفاق یہ اصول ہے کہ ہمیشہ کے لئے کسی کی مکتی نہین ہو سکتی کوئی اوتار ہو یا رشی ہو یا منی ہو بلکہ کچھ مدت تک نجات دیکر پھر اُس دار النجات سے دار التناسخ کیطرف بھیجے جاتے ہین اور مختلف جونون مین گردش کرتے کرتے کیڑون مکوڑون تک نوبت پہنچتی ہے

توپھر کیا یہ اصول ماسٹر صاحب کو یاد نہین یا دانستہ لوگون کو دھوکا دینا چاہتے ہین اور اگر ماسٹر صاحب کو لفظی نزاع کے طور پر یہ اعتراض ہے کہ مکتی خانہ کا لفظ کیون استعمال کیا گیا ہے کیا کوئی اینٹون یا تپھرون کی ایسی عمارت ہے جسکو خانہ کہنا چاہئے تو ہمین صرف ماسٹر کے اعتقاد پر افسوس نہوگا بلکہ انکی علمیت و محاورہ دانی پر بھی سخت افسوس ہوگا کیا ماسٹر صاحب نہین جانتے کہ تمام الفاظ تحقیقی طور پر ہی مستعمل نہین ہوا کرتے بلکہ مجازات و استعارات بھی استعمال ہوتے ہین مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ مینے ایک بوتل شربت کی پی لی یا ایک رکیبی چاولون کی کہالی تو کیا ماسٹر صاحب اُس سے یہ سمجہین گے کہ اُسنے بوتل اور رکیبی کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے کہالیا ہے اسی طرح خانہ (یا دار) کا لفظ کئی محلون اور موقعون پر بولا جاتا ہے اور ہر جگہ اینٹون یا تپھرون کی عمارت مراد نہین ہوتی سو جس حالت مین آریون کے نزدیک دنیا دار التناسخ ہے تو کیا بیجا ہوا اگر بمقابل اسکے دوسرے جہان کا نام دار النجات (مکتی خانہ) رکھا گیا۔ اگر اب بھی ماسٹر صاحب کے دل کو کوئی وہم پکڑتا ہو تو کسی اپنے زیرک بھائی کو پوچھ کر دیکھ لیوین ؛

قولہ۔ مرزا صاحب اپنا اعتقاد یاد کرین کہ انہون نے مانا ہوا ہے کہ انسان بعد مرنے کے نجات پاکر ایک مکان بہشت مین رہیگا جہان عمدہ باغ خدا نے لگا یا ہوا ہے اچھی اچھی عورتین یا حورین موجود ہین۔ نہرین شراب وغیرہ کی جاری ہین۔ غرض نجات کی حالت مین بہی دنیاوی سامان موجود ہے اِس سے زیادہ کچھہ نہین بلکہ وان وہ باتین بھی موجود ہونگی جو یہان ممنوع ہین۔ مثلاً شراب اور بہت سی عورتین مگر ایسا نہین بلکہ نجات شدہ لوگ بڑے انند اور خودمختاری کی حالت مین رہینگے ؛

اقول۔ اے ماسٹر صاحب آپ یہ بے اصل باتین منہ سے نکالتے ہوئے کچھ شرم تو کرین اتنا جھوٹ کیونکر ہضم ہوگا بہلا جب اصول آپکے نجات یافتہ لوگ ایک مدت مقررہ کے بعد مکتی خانہ سے کان پکڑ کر باہر نکالدیئے جائینگے اور انکے رونے چلانے پر کچھہ رحم نہین کیا جائیگا بلکہ بڑی سختی سے خلاف مرضی انکے حکم اخراج عمل مین آئیگا اور بڑی ذلت اور رسوائی سے بقول شخصے کہ (یا دست دگرے دست بدست دگرے) مکتی خانہ سے باہر پھینکے جائینگے تو کیا اُسوقت اُن کے لئے وہ سُرگ نرک کا نمونہ بلکہ اُس سے بدتر نہین ہوجائیگا تو پھر اُس مجبورانہ مصیبت کے وقت خودمختاری کہان رہیگی اور انند کیسا ہوگا

آپ کہتے ہین کہ نجات شدہ لوگ بڑی خوشی اور انند مین رہینگے افسوس ہے آپکی سمجھہ پر کیا ایسے مقام مین بھی کوئی کامل خوشی میسر آسکتی ہے جسمین لٹکایے جانے اور پہر دوسری مرتبہ کروڑہا برسون کی مصیبتون کا دغدغہ درپیش ہے اور ہر دم یہی فکر جان کو کہا رہا ہے کہ اب تہوڑے عرصہ کے بعد بیشمار ذلتون اور رسوائیون کا منہ دیکہنا ہوگا - پہر کیڑے مکوڑے گتے بلے بننا ہوگا پہر ایک گناہ کے بدلے مین لاکہون جنمین بہگتنی ہونگی اور زمانہ دراز اور مدت غیر معین تک دکہون دردون کو اُٹہانا ہوگا - کیا جسکو اسقدر یقینی اور قطعی طور پر غم درپیش ہے اور غم بھی کیسا غم کہ لاعلاج وہ بھی خوش رہ سکتا ہے سو آپ کس مُنہ سے کہہ سکتے ہین کہ جس مکتی خانہ کا وید نے ذکر کیا ہے وہ بڑے انند اور خود مختاری اور خوشی کی جگہ ہے آپکے مُکتی خانہ سے خدا کی پناہ اگر ایسا ہی پرمیشر اور ایسا ہی اُسکا مکتی خانہ ہے تو پہر بدقسمت زاہدون عابدون کے لیئے اِسجگہ بھی رونا اور اُسجگہ بھی رونا ہی ہوگا -

رہا آپکا یہ اعتقاد کہ مسلمانون کی بہشت مین دنیوی نعمتین بہی موجود ہونگی تو یہ کچھہ اعتراض کی بات نہین بلکہ اِس سے تو آپکو اور آپکے پرمیشر کو بہت شرمندہ ہونا چاہئے کیونکہ مسلمانون کے خداوند قادر اور غنی مطلق نے تو دائمی اور جاودانی طور پر سب کچھہ اپنے بے انتہا خزانون سے عالم آخرت مین قرآن شریف پر ایمان لانے والون کو عطا کیا ہے اور روحانی اور جسمانی دونون طور کی نعمتین مرحمت فرمائین کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اُسکے سچے پرستار اِس دنیا مین صرف روح ہی سے اُسکی بندگی اور اطاعت نہین کرتے بلکہ روح اور جسم دونون سے کرتے ہین اور خلقت انسانی کا کمال صرف روح ہی سے ہی پیدا نہین ہوتا بلکہ جسم اور روح دونون کے امتزاج و اختلاط سے پیدا ہوتا ہے سو اُسنے فرمان بردارون کو سعادت تامہ تک پہونچانیکے لئے اور اُنکو پورا پورا اجر دینے کے لئے نجات جاودانی کی لذات کو دو قسم پر مشتمل کیا اپنے بیچوانہ دیدار کی لذتین بھی دین اور اپنی دوسری نعمتین بھی بارش کی طرح اُنپر برسائین غرض وہ کام کر دکھلایا جو اُس قادر عظیم الشان کی قدرتون اور عظمتون اور بے انتہا قدرتون کے لائق ہے لیکن آپکے پرمیشر تو مفلس اور دیوالیہ ہی نکلا اور اپنی عاجزی اور درویشی اور مفلسی اور ناطاقتی اور بے اختیاری کے باعث سے آپ لوگون کو کسی ٹہکانہ نہ لگا سکا اور نہ کوئی مستقل خوشی پہنچا سکا غرض کچھہ بھی نہ کرسکا - نہ روحانی نعمتین ہمیشہ کے لئے دے سکا نہ جسمانی اور دونون طور سے آپکو ناکام اور نامراد اور محروم اور بے نصیب رکھا اور جسکے لئے مرتے تہے اور جان نثاری کرتے تہے وہ ایسا نامنصف اور بے سمجھہ اور

سو دیکھہ اور نتیجہ نکلا کہ اُسنے تمہاری روحانی اور بدنی مشقتوں کا کچھہ بھی قدر نہ کیا اور اپنی اُلٹی سمجھہ سے تمام مشفقانہ وفاداریوں اور جان نثاریوں کو چند روزہ مزدوری خیال کر لیا کیا ایسے بخیل اور نا طاقت اور بے سمجھہ پرمیشر سے محبتیں بڑھہ سکتی ہیں اور صفائی کامل سے کوئی دل رجوع ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اُسکی قدرت اور سخاوت اور قدر شناسی کی حقیقت کہلنے سے جب تپ کرنیوالوں کی روحیں بہت ہی افسوسناک اور ناخوش ہونگی کہ اگر یہی پرمیشر اور یہی اُسکی مکتی تہی تو ہمنے خواہ مخواہ کی ٹکریں کیوں ماریں اور مکتی خانہ سے نکالے جانیکے وقت ضرور مضمون اس شعر کا ورد کر پڑھتے ہونگے ؎

اب تو کچھہ سمجھہ کے جان تجھہ پہ کرینگے قربان ہم تو اُس روز کو پچھتاتے ہیں جب دل ہی دیا

سو خدائی کے کام وہ ہیں تہ یہ اور چارہ سازی اور بندہ نوازی اُسکو کہتے ہیں نہ اسکو ؎

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

اور سچ تو یہ ہے کہ وید کے رو سے اس ناکارہ اور ناقص مکتی کا ملنا بھی آپ لوگوں کے لئے محال ہے اور آپکے پرمیشر نے محض ٹالنے کی غرض سے مکتی کے ملنے میں ایسی دشواریاں ڈال دی ہیں جو ممکن ہی نہیں کہ آپ لوگ اُن سے مخلصی پا سکیں بھلا جب ایک گناہ کے لئے ایک لاکھہ اور کئی ہزار جونوں کی سزا ٹھہری اور ایک طرفۃ العین یعنے ایک پلکارہ بھی خدا تعالی سے غافل ہونا گناہ ٹھہرا تو پھر مکتی پانے کی کونسی راہ باقی رہی سو اگر آپ لوگ حقیقت حال کو سوچیں تو اپنی نا امیدی کی حالت کو دیکھہ کر ماتم کریں اور سوگ میں بیٹھیں کیونکہ پرمیشر نے تو ایک طرح سے مکتی دینے سے آپ لوگوں کو جواب دیدیا ہے کیونکہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیگی۔ کیا اس زندگی موجودہ میں کوئی شخص آپ لوگوں میں سے دعوے کر سکتا ہے کہ مینے کبھی کسی قسم کا گناہ نہیں کیا نہ صغیرہ نہ کبیرہ اور نہ کبھی جھوٹ زبان پر آیا اور نہ کبھی کسیکو زبان یا ہاتھہ یا آنکھہ وغیرہ سے ستایا اور نہ کبھی مال ناجائز کھایا اور نہ کبھی ایک سکینڈ بھی اپنے پرمیشر کو بھلایا اور نہ کسی اور قسم کا گناہ یا بد خیال دل میں آیا میں جانتا ہوں کہ ایسا دعوے کرنا ممکن ہی نہیں تو پھر کسی آئندہ جون کا بھی اسی پر قیاس کر لیجئے کیونکہ اس دار الغفلت دنیا میں گناہ انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہے اور جیسے فطرتی خواص اس موجودہ زندگی میں آپ سے الگ نہیں ہو سکے ایسا ہی کسی آئندہ جون میں دنیا میں آکر اُن فطرتی خواص کا بکلی دور ہو جانا ممتنع اور محال ہے بعض موٹی سمجھہ کے آدمی جنکو بباعث اپنی نادانی اور نقصان علمی کے گناہ کی فلاسفی معلوم نہیں وہ شاید یہ

اپنے کمال درجہ کی سادہ لوحی سے ایسا خیال کرتے ہونگے کہ گویا گناہ انہیں دو چار باتوں کا نام ہے کہ انسان
ارتکاب زنا یا خون یا شہادت دروغی پر دلیری کرے یا کسی جگہ سیندھ لگاوے یا کسی کا تھیلا کترے اور پھر
تب ان چند معدود اور مشہور جرائم کو چھوڑ دے تو پھر گناہ سے بکلی پاک اور صفا ہو گیا اور اپنے پرمیشر
کو کہہ سکتا ہے کہ اب تیرے حقوق سب میں نے ادا کر دیئے اور جو کچھ کرنا میرے پر واجب تھا سب کچھ
میں کر گذرا ۔ لیکن درحقیقت یہ خیال سراسر غلط بلکہ بھاری گناہ ہے جو انسان اپنے تئیں بے گناہ اور
خدائے تعالے کے سارے حقوق کو ادا کرنیوالا خیال کرے اسی وجہ سے راستبازوں اور مقدسوں نے
طریق تواضع اور فروتنی اور استغفار کو لازم پکڑا اور کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں بکلی نیک اور بے گناہ
ہوں حضرت مسیح علیہ السلام کو کسی نے کہا کہ اے نیک استاد تو آپ نے یہ پیارا اور دلکش جواب دیا
کہ میں نیک نہیں ہوں میں ایک گنہگار آدمی ہوں مجھے تو کیوں نیک کہتا ہے ۔ سبحان اللہ معرفت
الٰہی نہیں پاک لوگوں کے حصہ میں آئی تھی جنہوں نے کیسے ہی تقدس کی حالت میں بھی اپنے تئیں
بیگناہ اور نیک نہیں سمجھا اور حقیقت میں اس سے بڑھکر اور کوئی گناہ نہیں کہ اپنے تئیں بے گناہ
خیال کیا جائے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ گناہ انسان کی سرشت کو ایک لازم غیر منفک ہے جسکا تدارک صرف
رحمت اور مغفرت الٰہی کر سکتی ہے نہ کوئی اور چیز اور اگر خدا تعالیٰ ہر یک گناہ پر سزا دینے لگے اور استغفار
اور توبہ قبول نہ ہو اور فضل شامل حال نہ ہو تو بندہ کبھی نجات نہیں پا سکتا مثلاً اگر یہ سزا تناسخ کے اصول
کے موافق دیجائے یعنی جونوں میں ڈالا جائے تو اگر ہندوؤں کا پرمیشر قطع نظر ایک لاکھ جون کے ایک گناہ
کے عوض میں صرف ایک جون کی سزا پر ہی کفایت کرے تب بھی اس بے انتہا سلسلہ کا انقطاع
محال ہے چہ جائیکہ ایک گناہ کے بدلے میں دو لاکھ کے قریب جون بھگتنی پڑی اور پھر اس گناہ
سے فراغت ہو کر دوسرے گناہ کی سزا نئے سرے سے شروع ہو اور ایک طرف بندہ سزائیں پاتا
جائے اور ایک طرف نئے گناہ جو اسکی فطرت کو لگے ہوئے ہیں اور ہر دم اور ہر لحظہ اس سے صادر
ہو رہے ہیں انبار کے انبار جمع ہوتے جائیں پس جبکہ حقیقت گناہ یہ ہے اور اس سے مخلصی پانا
عند العقل محال ہے تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اگر مکتی پانا اسی بات پر موقوف ہے کہ کسی قسم کا گناہ باقی نہ رہے
اور کسی نوع سے خطا صادر نہ ہو سکے تو آریوں کے مکتی پانے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتے اور فرض کے طور پر
اگر مان بھی لیں کہ کوئی آریہ ان سب شرائط کو بجا لا کر کسی زمانہ میں مکتی پا جائیگا تو پھر بھی مکتی پانا نہ پاتا

اُسکا برابر ہوگا کیونکہ صرف تھوڑے عرصہ تک کسی خانہ میں پتھر کیطرح پڑا رہیگا اور پھر جیسا کہ ہم ابہی بیان کر چکے ہین پرمیشر اپنی تلون مزاجی سے اُسپر سخت ناراض ہوکر سخت ذلیل اور رسوا کرکے اُسکو باہر نکال دیگا اور چورون کیطرح ہاتھون مین اُسکے مجبوری کی ہتہ کڑی ہوگی اور پاؤن مین روک کا زنجیر اور گردن مین پرمیشر کی خفگی کا ایک بڑا لمبا رسہ ہوگا اور پہر اُس بدبخت کو خواہ وہ آتما ہو یا کوئی ایسا شی ہو جسپر کوئی وید اُترا ہے یا کوئی دوسرا رکہی منی یا بہگت غرض کوئی ہو اُسکو کہینچتے کہینچتے دنیا کی اُسی گڑہے مین اُلٹا کرکے پہینک دینگے جس سے وہ بیچارہ کروڑون برس بلکہ ہزارون ارب تک جان مارکر اور روپیٹ کر اتفاقاً نکل آیا تہا۔ یہ آپ لوگون کا پرمیشر ہے اور یہ اُسکی مُکتی ہے اور یہ اُسکا انعام و اکرام ہے اور یہ اُس کا ابتدا و انجام ہے سو ایسے پرمیشر کو دور سے ہی سلام ہے۔ ایسے پرمیشر کے یہ شعر مطابق حال ہے ؎

بادوستان چہ کردی کہ کنی بدیگران ہم حقّا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

اور اگر ماسٹر صاحب کا اعتراض سے یہ مطلب ہے کہ اسلامی بہشت مین صرف دنیوی نعمتون کا ذکر ہے وصال الٰہی اور روحانی لذات کا کہین ذکر نہین تو ہم اس جہگڑے کے فیصلہ کرنے کے لئیے یہ عمدہ طریق سمجہتے ہین کہ ماسٹر صاحب کسی اخبار کے ذریعہ سے پختہ طور پر ہمکو یہ اطلاع دین کہ ہان میری یہی رائے ہے کہ قرآن شریف مین وصال الٰہی اور لذات روحانی کا کہین ذکر نہین مگر وید مین ایسا بہت کچہہ ذکر ہے تو اِس صورت مین ہم وعدہ کرتے ہین کہ صرف تین یا چار ہفتہ تک ایک مستقل رسالہ اسی بارہ مین بغرض مقابلہ وید و قرآن تیار کرکے جہانتک ہوسکی بہت جلد چہپوا دینگے اور سو روپیہ بطور انعام ایک نامی اور فاضل برہمو صاحب کے پاس جو آریون کے بہائی بند ہین امانت رکہہ دینگے پہر اگر ماسٹر صاحب بپابندی اپنے چارون ویدون کی سنگتا کے جنکو وہ الہامی سمجہتے ہین روحانی لذات اور وصال ربانی کے بارے مین جو نجات یابون کو حاصل ہوگا قرآن شریف کا مقابلہ کرکے دکہلا دین اور وہ برہمو صاحب اُسکی تائید اور تصدیق کرین تو وہ سو روپیہ ماسٹر صاحب کا ہوگا ورنہ بجائے اُس سو روپیہ کے ہم ماسٹر صاحب سے کچہہ نہین مانگتے صرف یہی شرط کرتے ہین کہ مغلوب ہونیکی حالت مین ایسے وید سے جو بار بار اُنہین ندامت دلاتا ہے دست بردار ہوکر اسلام کی سچی راہ کو اختیار کرلین (بار غالب شو کہ تا غالب شوی) اور اگر ماسٹر صاحب اِس رسالہ کی اشاعت سے

دعویٰ کیا گیا ہے۔ خاموش ہے اور ایسا مضمون کسی اخبار میں اور نہ اپنے کسی رسالہ میں شائع کیا تو اسے ناظرین آپ لوگ سمجھ جائیں کہ وہ بھاگ گئے ۔

رہا یہ اعتراض کہ شراب جو دنیا میں بھی ممنوعات اور محرمات میں سے ہے وہ کیونکر بہشت میں روا ہو جائیگی اسکا جواب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے کہ بہشتی شراب کو اس دنیا کی فساد انگیز شرابوں سے کچھ مناسبت نہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وسقاھم ربھم شرابا طھورا۔ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورا عینا یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا ۔ ترجمہ یعنی جو لوگ بہشت میں داخل ہونگے انکا خدا اُن کو ایک ایسی پاک شراب پلائیگا جو اُن کو کامل طور پر پاک کر دیگی۔ نیک لوگ وہ جام پئینگے جسمیں کافور کی آمیزش ہے یعنے اُنکے دل وہ شراب پیکر غیر کی محبت سے بکلی ٹھنڈے ہو جاوینگے۔ وہ کافوری شراب ایک چشمہ ہے جسکو اسی دنیا میں خدا کے بندے پینا شروع کرتے ہیں وہ اُس چشمہ کو ایسا روان کر دیتے ہیں کہ نہایت آسانی سے بہنے لگتا ہے اور وہ وسیع اور فراخ نہریں ہو جاتی ہیں یعنے ریاضات عشقیہ سے سب روکیں اُنکی دور ہو جاتی ہیں۔ اور نشیب فراز بشریت کا صاف اور ہموار ہو جاتا ہے۔ اور جنابِ الٰہی کی طرف انقطاع کلی میسر آکر معارف الٰہیہ میں وسعت تامہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

وکاس من معین۔ لا یصدعون عنھا ولا ینزفون ولا یسمعون فیھا لغوا ولا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا۔ ترجمہ اور شراب صافی کے پیالے جو آبِ زلال کیطرح مصفا ہونگے بہشتیوں کو دیئے جائینگے وہ شراب اُن سب عیبوں سے پاک ہوگی کہ درد سر پیدا کرے یا بیہوشی اور بدمستی اُس سے طاری ہو بہشت میں کوئی لغو اور بیہودہ بات سننے میں نہیں آئیگی اور نہ کوئی گناہ کی بات سنی جائیگی بلکہ ہر طرف سلام سلام جو رحمت اور محبت اور خوشی کی نشانی ہے سننے میں آئیگا اُس دن مومنوں کے منہ ترو تازہ اور خوبصورت ہونگے اور وہ اپنے رب کو دیکھیں گے اور جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ اُس جہان میں بھی

اندھا ہی ہوگا بلکہ انہون سے بھی گیا گذرا - اب ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ وہ بہشتی شراب دنیا کی
شرابون سے کچھ مناسبت اور مشابہت نہین رکھتی بلکہ وہ اپنی تمام صفات مین ان شرابون سے مباین
اور مخالف ہے اور کسی جگہ قرآن شریف مین یہ نہین بتلایا گیا کہ وہ دنیوی شرابون کی طرح انگور سے یا
قند سیاہ اور کیکر کے چھلکون سے یا ایسا ہی کسی اور دنیوی مادہ سے بنائی جائیگی بلکہ بار بار کلام الٰہی مین
یہی بیان ہوا ہے کہ اصل تخم اس شراب کا محبت اور معرفت الٰہی ہے جسکو دنیا سے ہی بندہ مومن ساتھ
لیجاتا ہے - اور یہ بات کہ وہ روحانی امر کیونکر شراب کے طور پر نظر آجائیگا - یہ خدائے تعالیٰ کے بھیدون
مین سے ایک بھید ہے جو عارفون پر مکاشفات کے ذریعہ سے کھلتا ہے اور عقلمند لوگ دوسری
علامات و آثار سے اسکی حقیقت تک پہونچتے ہین - روحانی امور کا جسمانی طور پر متمثل ہو جانا کئی
مقامات قرآن شریف مین بیان کیا گیا ہے - جیسا کہ یہ بھی لکھا ہے کہ تسبیح و تقدیس الٰہی کی باتین
پھلدار درختون کی طرح متمثل ہونگی اور نیک اعمال پاک اور صاف نہرون کی طرح دکھائی دینگے اسی کی
طرف دوسرے مقام مین اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے - کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ
اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حین یعنے پاک کلمات پاک درختون
سے مشابہت رکھتے ہین جنکی جڑہ مضبوط ہے اور شاخین آسمان مین اور ہمیشہ اور ہر وقت تر و تازہ
پھل دیتے ہین - ایسا ہی ایک مقام مین اللہ تعالیٰ نے امور ایمانیہ کو باغات سے تشبیہ دی ہے اور
اعمال صالحہ کو نہرون سے جو اس باغ کے نیچے بہتی ہین اور اسکی جڑون کو پانی پہونچا کر اس کو
تر و تازہ رکھتی ہین اور ایک جگہ قرآن شریف مین یہ بھی ذکر آیا ہے کہ جب عارف لوگ بہشت مین
کسی قسم کی لذت حسی طور پر پائینگے تو اُن کو یقین ہوگا کہ یہہ لذات اُنہین روحانی لذات سے
مشابہ ہین جنکو ہم دنیا مین عشق اور محبت الٰہی کی وجہ سے پاتے تھے ایسا ہی قرآن شریف مین بیسون
مقامات مین اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ عالم آخرت مین جو جسمانی طور پر لذات بہشتیون کو دیجائینگی
حقیقت مین وہ سب روحانی لذات کے اظلال و آثار ہونگے اگر وہ سب مقامات قرآنی مقامات بحوالہ
آیات اسجگہ لکھے جائین تو اس رسالہ مین بہت سا طول ہوجائیگا سو ہم جیسا کہ وعدہ کرچکے ہین ماسٹر مرلیدہر
صاحب کی درخواست سے یہ سب امور مفصل طور پر کسی الگ رسالہ مین تحریر کرینگے - اور واضح رہے کہ
لذات روحانی کا جسمانی طور پر متمثل ہونا جو بہشت کی نسبت بیان کیا گیا ہے کوئی ایسا امر نہین ہے جسکو

جدید اور دوراز فہم خیال کیونکہ جیسے دیکھنا چاہئے کہ عالم رویا یعنے عالم خواب مین بھی (جو اس دوسرے عالم سے بشدت مشابہ ہے گویا اُسکی دوسری شاخ ہے) کیسے امور معقول محسوس طور پر مشہود ہوتے ہین چنانچہ ہر ایک عقلمند انسان اپنے ذاتی تجربہ سے عالم رویا مین معقولات کا محسوسات کے پیرایہ مین متمثل ہونا بخوبی جانتا ہوگا بارہا ہم تم اپنے سرور اور خوشی کی حالت مین جو ایک روحانی امر ہے عالم رویا مین ایک نہایت سرسبز باغ دیکھتے ہین جسمین ہم سیر کرتے ہین اور عمدہ میوون کا مشاہدہ کرتے ہین جنکو ہم کھاتے ہین وہ حقیقت مین یہی روحانی خوشی اور راحت ہوتی ہے جو جسمانی طور پر ہمکو نظر آجاتی ہے ایسا ہی کبھی غم کی حالت سانپ یا بچھو یا صاعقہ یا کسی درندہ یا زلزلہ کی شکل مین دکھائی دیتی ہے یا ناقص اور مکروہ چیزون کی صورت مین جیسے پیاز۔ مولیان یا مرچین یا بدبودار چیزین یا نجاست آمیز کیچڑ وغیرہ کے رنگ مین نمودار ہوتی ہین غرض یہ بات محققین اور مجربین کے مشاہدات کثیرہ متواترہ سے ثابت ہوچکی ہے جس سے فلسفیون نے بھی اتفاق کرلیا ہے کہ عالم رویا اور عالم آخرت مرایا متقابلہ کی طرح واقعہ ہین جو کچھہ فطرت اور قدرت الٰہی نے عالم خواب مین خواص عجیبہ رکھے ہین اور جس عجیب طور سے روحانی امور محسوس و مشہود طور پر اِس عالم مین دکھائی دیتے ہین بعینہٖ یہی حال عالم آخرت کا ہے یا یون کہو کہ عالم خواب عالم آخرت کے لئے اُس عکسی آئینہ کی طرح ہے جو ہوبہو فوٹوگراف اُتار دکھائے اور اسیوجہ سے کہا گیا ہے کہ موت اور خواب دو حقیقی بہنین ہین جنکا حلیہ اور شکل اور لوازم اور خواص قریب قریب ہین اور اگر ہم اِسی زندگی دنیا مین عالم آخرت کے کچھہ اسرار بغیر ذریعہ الہام اور وحی کے دریافت کرسکتے ہین تو بس یہی ایک ذریعہ عالم رویا کا ہے سو دانشمندونکو چاہئے کہ اگر اُس عالم کی کیفیت کچھہ دریافت کرنا چاہین تو عالم رویا پر بہت غور اور توجہ کرین۔ کیونکہ جن عجائبات سے یہ عالم رویا بھرا ہوا ہے اُسی قسم کے عجائبات عالم آخرت مین بھی ہین اور جسطرح کی ایک خاص تبدیل وقوع مین آکر عالم رویا پیدا ہوجاتا ہے اور پھر اُسمین یہ عجائبات کھلتے ہین عالم آخرت مین بھی اُسی کے مشابہ تبدیل ہے سو جبکہ خداتعالےٰ کا قانون عالم رویا مین یہی ہے کہ وہ روحانیات کو جسمانیات سے متمثل کرتا ہے اور معقولات کو محسوسات کا لباس پہناتا ہے سو وہی قانون قدرت دوسرے عالم مین بھی سمجھنا چاہئے اور یہ خیال آریون کا کہ عالم آخرت مین صرف روح اکیلی رہ جائیگی اور اُسکے ساتھہ جسم نہین ہوگا اور لذتین بھی صرف روحانی اور معقولی طور پر ہونگی یہ سراسر تحکم ہے جسپر

کوئی دلیل نہیں یہ بات نہایت صاف اور بدیہی الثبوت ہے کہ انسان ترقیات غیر متناہیہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ذریعہ اُن ترقیات کا اسکی وہ جسمی ترکیب ہے جسکو قادر مطلق نے ایسی حکمت کاملہ سے صورت پذیر کیا کہ تکمیل نفس ناطقہ انسان کے لئے عجیب آثار اس سے مترتب ہوئے گویا حکیم مطلق نے روح انسان کو اپنے مراتب عالیہ تک پہونچنے کے لئے ایک ضروری سیڑھی عطا کر دی سو جیسا کہ یہ ظاہر ہے کہ ان مراتب عالیہ کی کوئی انتہا نہیں ایسا ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سیڑھی کی بھی ہمیشہ کیلئے روح کو ضرورت ہو اس سے الگ کیا جائے ماسوا اسکے ترقیات تو ایک طرف ہیں علوم حاصلکردہ بھی بغیر شمول جسم کے محفوظ نہیں رہ سکتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جسم کے ماؤف ہونیکے ساتھ ہی انسانیت کے افعال میں فتور پڑ جاتا ہے مثلاً اگر سر پر کوئی چوٹ لگ جائے تو جس مقام پر اس چوٹ کا صدمہ پہونچے اُس مقام کی دماغی قوت ساتھ ہی خلل پذیر یا معطل ہو جاتی ہے اگر کسیکو شک ہو تو تجربہ کرکے دیکھ لے پس جبکہ صدور افعال انسانیت کے لئے جسم کی صحت و درستی نہایت ضروری ہے اور جسمی اختلال کو روحانی اختلال لازم پڑا ہے تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہماری روح بغیر شمول جسم کے انسانی لوازم اور کمالات اور حفظ کمالات کا مظہر و مصدر نہیں ہو سکتی ہم دنیا میں صریح دیکھتے ہیں کہ جسم کے آفت زدہ ہونے سے روحانی کاروبار میں ابتری واقع ہو جاتی ہے۔ مجانین یعنے سوداییوں اور پاگلوں کی جب جسمی حالت درست نہیں رہتی اور دماغی اعتدال میں کچھہ فرق واقع ہو جاتا ہے تو مجرد روح کے ہونے سے افعال انسانیت ہرگز اُن سے صادر نہیں ہو سکتے بعض آدمیوں کو دماغی فتوروں سے اس قدر متاثر دیکھا گیا ہے کہ تمام علوم یکدفعہ اُنکو بھول گئے ہیں یہان تک کہ اپنا نام بھی یاد نہیں رہا اور بار بار دوسروں سے پوچھتے ہیں کہ میرا نام کیا ہے اب جبکہ ایک تھوڑے سے جسمی خلل سے انسانی افعال میں اسقدر آفتیں پیدا ہو جاتی ہیں تو ہم کسطور سے یقین کر لیں اور کون سی دلیل ہمارے ہاتھہ میں ہے جس سے ہم اس بات کے باور کرنے کے لئے بکلی تیار ہو جائیں کہ جب روح جسم سے قطعی طور پر الگ ہو جائیگی تب اس مفارقت تامہ سے کوئی ضرر انسانی کمالات کے عائد حال نہیں ہوگا ہم جانتے ہیں کہ ضرور ہوگا تجارب طبی ہمارے لئے دلیل کافی ہے یعنے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اختلال جسمانی اختلال روحانی کا موجب ہے اور جسمانی صحت یا مرض کو روحانی صلاح یا فساد پر ایک قوی اثر ہے اب جو شخص اس بدیہی دلیل کے برخلاف رائے کہتا ہے اور یہ دعوے کرتا ہے کہ انسانیت کاملہ کے خواص بلا ترکیب جسم

جیسا کہ چاہئے مجرد روح سے صادر ہو سکتے ہیں تو بار ثبوت اُسی کی گردن پر ہے جس سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا کیونکہ محققین کے تجارب اثبات کی تائید میں انتہا تک پہنچ گئے ہیں کہ صدور افعال کاملہ انسانیت کے لئے ترکیب جسم مع الروح ضروری ہے اور جب جسم آیا تو جسمانی لوازم بھی ساتھ آئینگے ہاں چونکہ وہ بہشتی جسم ایک لطیف اور نورانی بدن ہوگا اسلئے اُسکے لوازم بھی لطیف اور نورانی ہی ہونگے اب دیکھنا چاہئے کہ قریب بہ قیاس اور قانون قدرت کے موافق اور دلائل طبعیہ اور طبیہ سے تائید یافتہ اور ثابت شدہ وہ بہشت ہے جسکو قرآن شریف نے نہایت پاکیزگی سے بیان کیا ہے اور براہین شافیہ سے اُسکا ثبوت دیا ہے یا وہ وہمی اور خلاف قیاس اور منحوس مکتی خانہ جسکا وید میں ذکر ہے یعنے یہ کہ مجرد روحیں پتھر کیطرح پڑی رہینگی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مکتی خانہ سے باہر نکالی جائینگی کیا انسان کی انتہائی سعادت یہی ہے کہ وہ مجرد روح رہکر اُن بابرکت اور نہایت مفید حواس کو کھو بیٹھے جو اُسکی غیر متناہی ترقیات کا موجب ہیں اور پھر اُسپر بھی کفایت نہیں بلکہ مصیبت پر مصیبت یہ کہ انجام کار مکتی خانہ سے ذلیل کر کے نکالا جائے انصاف کرنا چاہئے کہ کیا ایسی معقول مکتی پر کوئی فلسفی برہان قائم ہو سکتی ہے اور کیا اس جہان میں اور اس زندگی میں کوئی شافی دلیل ہم کو اثبات پر مل سکتی ہے کہ افعال کاملہ انسانیت جو قویٰ ظاہری و باطنی سے وابستہ اور دماغی حواسوں سے ظہور پذیر ہیں وہ مجرد روحوں سے صادر ہو سکتے ہیں اگر کسی آریہ کے نزدیک کوئی ایسی دلیل پائی جاتی ہے جس سے یہ ثبوت مل سکے تو کس وقت کے لئے مخفی رکھی ہے واجب و لازم ہے کہ پیش کریں۔ خاصکر ماسٹر مرلیدھر صاحب جو وید کے قامت درجہ کے ثنا خوان ہیں اور بقول شخصے کہ دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ۔ پہلے اس سے ویدوں کی حقیقت معلوم کریں یونہی وید وید کر رہے ہیں اُن پر تو فرض ہے کہ ضرور اسجگہ وید کا فلسفہ پیش کریں تا وید کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا کوئی گوشہ باقی رہجائے ؎

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار　　　ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

قولہ۔ مرزا صاحب اپنے اعتراض کی تفصیل اسطرح فرماتے ہیں کہ اگر تمام ارواح کو اور ایسا ہی اجزا وصغار اجسام کو قدیم اور انادی اور غیر مخلوق مانا جائے تو اُسمیں کئی قباحتیں ہیں منجملہ اُنکے ایک تو یہ کہ خدا تعالےٰ کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ جس حالت میں ارواح یعنے جیو خود بخود موجود ہیں اور ایسا ہی اجزا صغار بھی خود بخود ہیں تو پھر صرف جوڑنے جاڑنے سے ضرورت صانع کی ثابت نہیں

ہوسکتی بلکہ ایک دہریہ بھی جو خدا تعالیٰ کا منکر ہے عذر پیش کرسکتا ہے کہ جس حالت مین تمنے دو چیزونکا
خود بخود ہونا بغیر ایجاد پرمیشر کے آپ ہی مان لیا ہے تو پھر اِس بات پر کیا دلیل ہے کہ جوڑنے جاڑنے کے لئے
پرمیشر کی حاجت ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ایسی باتین وہ لوگ کہتے ہین کہ جنکو نہ تو روح کی ہی کیفیت
معلوم ہے کہ وہ کیا ہے اور نہ مادہ کی ہی کیفیت کہ وہ کیا چیز ہے *

اقول واہ کیا عمدہ جوابدیا ہے اگر ماسٹر صاحب کسی عدالت کے جج ہون تو خوب ہی مزیدار فیصلہ لکھین
ماسٹر صاحب کی عقل عجیب کے نزدیک جو لوگ خداوند ذو الجلال قادر مطلق کو جمیع عالم کا صانع سمجھتے ہین اور
ہر یک فیض کا مبدا اور ہر یک وجود کا موجد و قیوم اور ہر یک سلسلہ کا منتہا اُسی کو قرار دیتے ہین اور بغیر
اُسکے ظاہر کرنے کے کسی چیز کا ظہور خود بخود نہین مانتے اور بغیر اُسکے پیدا کرنے کے کسی چیز کا اپنے آپ
ہی پیدا ہوجانا تسلیم نہین کرتے بلکہ سب چیزون کا سبب و مرجع اُسیکو جانتے ہین اور جمیع اجزاء عالم
کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ وہ اُسی کی ایجاد سے موجود اور اُسی کے سہارے سے قائم اور اُسی کے
رشحات فیض سے پرورش یاب ہے اُنکو نہ روح کی کچھہ کیفیت معلوم ہے نہ مادہ کی بلکہ بقول ماسٹر صاحب
یہ معرفت روح اور مادہ کی انہین لوگون کے حصہ مین آگئی ہے کہ جو اپنی روحون اور اپنے جسمی مادہ کو
خدائے تعالیٰ کیطرح غیر مخلوق اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا خیال کرتے ہین - اے لالہ صاحب ؟
اگر آپ غیر مخلوق ہو کر اپنے پرمیشر سے مساوی ہین تو پھر اپنی خدائی کچھہ دکھلایئے یا اپنی روح کے
غیر متناہی زمانون کی کوئی کہانی ہی سنایئے ورنہ اگر نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے تو پھر اِس فضول گوئی کا
ثبوت کیا ہوا ہم نہین جانتے کہ یہ گیان آپ نے کہان سے حاصل کیا ہے اگر وید کی ہی تعلیم ہے تو
پہر منادی کیون نہین کرادیتے کہ آریون کا پرمیشر روحون کے پیدا کرنے پر قادر نہین افسوس آپ
لوگ کیون نہین سمجھتے کہ خدا ایسا چاہیے جو اپنی خدائی کے کام چلانے مین کسی غیر کے اتفاقی وجود کا
محتاج نہ ہو بلکہ جن چیزون پر وہ خدائی کرتا ہو وہ سب اُسی کے ہاتھہ سے نکلی ہون ماسٹر تم پر افسوس
تم کیون نہین سمجھتے کہ جسکے مقابل پر کروڑہا وجود خود بخود چلے آتے ہین وہ کاہے کا خدا ہے اور
کون سی خدائی اُس مین ہے - اے نادان اور سمجھہ کے ناقص خدائی کا کمال اور پوری خوبی کس
بات مین ہے آیا اِس مین کہ وہ اپنی قدرت سے کچھہ نہ کرسکے اور اُسکی خدائی دوسرون کے سہارے
سے چلتی ہو یا اِس بات مین کہ وہ سب کچھہ کرتا ہو اور اُسکی خدائی اُسی کی غیر متناہی طاقتون سے چلتی ہو

ذرا اکیلے بیٹھکر سوچو؟ اپنے پلنگ پر لیٹے ہوئے ایک خالص فکر کو اُسکے گہراؤ تک لیجاؤ؟ کہ خدا کی
ضرورتین کہان سے اور کہان تک ہین؟ بعض آریہ سماج والے ارواح کے غیر مخلوق اور اپنے وجود
کے آپ خدا ہونے کے بارے ہین یہ دلیل پیش کیا کرتے ہین کہ اگر ارواح کسیوقت معدوم تھی اور
پھر خدائے تعالے کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی تو گویا نیست سے ہست ہوگیا اور نیستی سے ہستی
ہونا ایسی دورازفہم بات ہے کہ کوئی عقلمند اسکو نہین مانیگا مگر مین کہتا ہون کہ یون تو فاسد اور ناقص
عقل کے مارے ہوئے خدائیتعالی کو بھی نہین مانتے لیکن جس شخص کی عقل سلیم ہے اُسکو تو خدائے تعالے
کے ماننے کے ساتھ ہی اُسکی وہ تمام صفات بھی ماننے پڑینگے جو مدار اُسکی خدائی اور الوہیت کے
ہین اور جو شخص خدائیتعالی کی اس نہایت ضروری صفت کو مان لیگا کہ وہ قادر مطلق اور بے انتہا
طاقتون کا مالک ہے تو پھر ہرگز اُسکی قدرتون کو اپنی عقل ناقص کے ساتھ موازنہ نہین کریگا اور خدائے
غیر محدود کی قادرانہ قوتون کو کسی حد خاص مین محدود نہین جانیگا اور نیز جب ایک عقلمند دیکھیگا کہ
خدائیتعالی ایساہی اپنی ذات مین مظہر العجائب وبلند تراز احاطہ فکر وقیاس ہے جو بغیر اسباب آنکھون کے
دیکھتا ہے اور بغیر اسباب کانون کے سنتا ہے اور بغیر اسباب زبان کے بولتا ہے اور بغیر حاجت معمارون
ومزدورون ونجارون وآلات عمارت سازی وفراہمی اینٹون وپتھرون وغیرہ کے صرف اپنے ارادہ
اور حکم کے اشارہ سے ایک طرفۃ العین مین زمین وآسمان بنا سکتا ہے تو بیشک اسبات کا یقین بھی
کریگا کہ وہ قادر خدا نیستی سے ہستی بھی کرسکتا ہے یہی تو خدائی ہے اسیوجہ سے تو وہ سرشکتی مان
اور قادر مطلق اور غیر متناہی قدرتون کا مالک کہلاتا ہے اگر اُسکے کام بھی انسانی کامون کی طرح محتاج
باسباب ومواد واوقات ضروریہ ہون تو پھر وہ کاہے کا خدا ہو اور اُسکی خدائی کیونکر چلسکے۔ کیا اُسکے
تمام کام بالاتر از عقل نہین ہین؟ کیا اُسکی عجائب قدرتین ایسی نہین ہین کہ اُنپر نظر ڈالکر عقل ناقص
انسانی خیرہ ہوجاتی ہے؟ تو پھر کیسی جہالت ہے کہ جو بات اُسکی خدائی کا مدار اور اُسکی الوہیت کی
حقیقت ہے اُسی پر اعتراض کیا جائے اگر اس قسم کے جاہلانہ وہم دل سے اُٹھ نہین سکتے تو پھر ایسے ناکارہ
اور عاجز پرمیشر کو ماننا ہی کیا ضرورت ہے اگر خدائیتعالی کی قدرتون کے باریک بھیدون پر عقل انسانی
محیط ہوسکتی تو گویا خدائی کی ساری کیفیت وکنہ معلوم ہوجاتی اگر عقل انسانی کی نظر ناقص کسی صفت
ربانی کے اوّل آخر پھر جائے تو وہ صفت محدود ہوجائیگی اور صفت کا محدود ہونا ذات باری کے محدود

ہونیکو مستلزم ہے بہلا وہ خدا کیسا ہوا جسکی ساری قدرتون پر ایک ذرہ مخلوق محیط ہوجاے اور ایسا پرمیشر کس بات کا پرمیشر ہے کہ اگر وہ کسی اپنے امر متخیل کو کہے کہ ہوجا تو کچھہ بھی نہو خدا تو اُسی ذات عجیب القدرت کا نام ہے کہ جسکے ارادہ سے سب کچھہ ہوجاتا ہے جب وہ کسی اپنے امر مقصود کو کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ فی الفور اُسکی قدرت کاملہ سے نقش وجود پکڑجاتا ہے یہ راز نہایت دقیق معرفت کا نکتہ ہے کہ سب مخلوقات کلمات الہیہ ہین عیسائیون نے جب اپنی نادانی سے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کلمۃ اللہ ہین یعنی اُنکی روح کلمہ الٰہی ہے جو بشکل بروح ہوگئی ہے تو خدا تعالےٰ نے اُس کا یہ حقانی جواب دیا کہ کوئی بھی ایسی روح نہین جو کلمۃ اللہ نہو اور مجرد الٰہی حکم سے نہ نکلی ہو قل الروح من امر ربّی اسکی طرف اشارہ ہے اور یہ بات جو کلمات اللہ بصورت ارواح و دیگر مخلوق جلوہ گر ہوجاتی ہین یہ خالقیت کے بہیدون مین سے ایک بہید ہے اور اسرار الٰہیہ مین سے ایک باریک نقطہ ہے جسکی طرف کسی انسانی عقل کو خیال نہین آیا اور خدا تعالیٰ کے پاک اور کامل کلام نے اُسکو اپنے الٰہی نور سے منکشف کیا ہے اور اگر ایسا نہ مانا جاے کہ خدا تعالیٰ اپنے ہی کلمہ امر سے ارواح اور اجسام کو وجود پذیر کرلیتا ہے تو پھر آخر یہ ماننا پڑیگا کہ جبتک باہر سے اجسام اور روحین نہ آوین پرمیشر کچھہ بھی نہین کرسکتا مگر کیا ایسا کمبخت پرمیشر ہوسکتا ہے کہ جو درحقیقت اپنے گھر سے تو دیوالیہ اور مفلس اور تہیدست ہے لیکن کسی عارضی اتفاق سے اُسکی خدائی کا دہندا چل رہا ہو اگر پرمیشر ایسا ہی ہے تو سب امیدین خاک مین مل گئیں اور ایسے پرمیشر پر بہروسہ کرنا بھی بڑا معرض خطر ہوگا *

اور یہ کہنا کہ خدا تعالےٰ کی وہی قدرت قابل تسلیم ہے جو ہماری سمجھہ مین آجاے ہم نہین جانتے کہ اسکا نام جہالت رکھین یا تعصب یا دیوانگی - اگر خدا تعالیٰ کی قدرتون مین یہ بھی شرط ہے کہ انسان کے اندازۂ فہم سے زیادہ نہ ہون تو بس پھر اُسکی قدرتین ہوچکین - قدرت ربانی تو اُسیکا نام ہے کہ عقل انسانی اُسکے اسرار تک نہ پہنچ سکے اگر ہم تم اُنہی قدرتون کی تمام و کمال حقیقت پر احاطہ کرسکتے ہین تو گویا ہمنے خدا پر ہی احاطہ کرلیا - اے عقل کے نوخریدار و آریو ؟ تم کیون بیفائدہ اُن مسائل کے ساتھہ سر ٹکراتے ہو جو تمہارے ذہن کی رسائی سے اونچے ہین - ہم اگر عقلمند ہین تو ہماری عقلمندی یہی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی قدرت کے بارے مین صرف اتنا کرین کہ کلّی طور پر اس بات کو

تحقیق کرکے دیکھ لین کہ آیا خدا تعالیٰ کے اُن کامون پر نظر کرکے جو ابتک اُسنے کئے ہین اِس بات کا
ثبوت پایا جاتا ہے یا نہین کہ اُسکے عجائب کام اور اُسکی غرائب قدرت ہماری عقول ناقصہ کے
دائرہ سے باہر ہین اور تسلط سے اُسکی ربوبیت اور لایدرک طاقت نے صرف اوقات وحاجت
انحصار وآلات سے غنی اور بے نیاز ہوکر یہ عالم بنا ڈالا ہے اُسطرف خیال دوڑانے سے ہماری عقلون
کے پر جلتے ہین سو ہماری دانشمندی یہی ہے کہ ہم اسے کلی طور کی تحقیق سے سبق حاصل کرلین پر جزئیات
عالم کے اُن پیچ در پیچ رازون کو جو ہمارے اندازۂ عقل اور فہم سے بالاتر ہین حل کرنے کے لئے اپنے
تئین ناپیدا کنار سمندر مین ڈالکر ہلاک نہ کرین ٭

بعض اشخاص یہ کہا کرتے ہین کہ اگر عقل ہماری اسرار قدرت کو (جو ماخذ علم وحکمت ہین) سمجھ
نہین سکتی تو پھر وہ کس کام کی ہے اور جابجا ہم قدرت پر ہی ایمان لاکر اور فکر کو معطل چھوڑ کر علوم حکمیہ
کیونکر حاصل کرسکتے ہین - یہ اُن کو سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے تقریر مذکورۂ بالا سے ہمارا یہ مطلب ہرگز
نہین ہے کہ بلکلی تحقیق وتفتیش سے منہ پھیر کر ہر جگہ امنا وصدقنا پر ہی کفایت کرنی چاہئے اور
نظر اور فکر کو کہین اور کسی جگہ کام مین نہین لانا چاہئے بلکہ ہمارا مطلب ومدعا یہ ہے کہ ایسے امور
کی موشگافی اور نکتہ چینی کی مبادے اپنی عقلون اور فکرون کو آوارہ مت کرو جو تمہاری بساط سے باہر
ہے کیا یہ سچ نہین کہ بہتیرے ایسے لوگ ہین کہ ناجائز فکرون مین پڑکر اپنی اُس حیثیت اور مقدرت وسعت سے
جو قدرت نے انکو دے رکھی ہے باہر چلے جاتے ہین اور اپنی محدود عقل سے کل کائنات کے عمیق در عمیق
رازون کو حل کرنا چاہتے ہین سو یہ افراط ہے جیسے بلکلی تحقیق وتفتیش سے منہ پھیر لینا تفریط ہے - اللہ
جلشانہ فرماتا ہے واقصد فی مشیک یعنے اپنی چال مین توسط اختیار کر - نہ ایسا فکر کو منجمد کرلینا
چاہئے کہ جو ہزارہا نکات ولطائف البیات قابل دریافت ہین اُنکی تحصیل سے محروم رہ جائین اور نہ اسقدر
تیزی کرنی چاہئے کہ اِن فکرون مین پڑ جائین کہ خدا تعالیٰ کو کسنے پیدا کیا ہے اور یا اُسنے اسقدر ارواح
اور اجسام کس طرح بنا لئے ہین اور یا اُس نے کیونکر اکیلا ہونے کی حالت مین اسقدر وسیع عالم
بنا ڈالا ہے ٭

اور اِس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ ارواح کا حادث اور مخلوق ہونا قرآن شریف مین بڑی بڑی
توضیح اور قطعی دلائل سے بیان کیا گیا ہے چنانچہ برعایت ایجاز واجمال چند دلائل اُن مین سے نمونہ

کے طور پر اسجگہ لکھے جاتے ہین ؛

اوّل یہ بات بداہت ثابت ہے کہ تمام روحین ہمیشہ اور ہر حال ہین خدا تعالیٰ کی ماتحت اور زیر حکم ہین اور بجز مخلوق ہونیکے اور کوئی وجہ موجود نہین جسنے روحون کو ایسے کامل طور پر خدا تعالیٰ کے ماتحت اور زیر حکم کر دیا ہو - سو یہہ روحون کے حادث اور مخلوق ہونے پہ اوّل دلیل ہے -

دوم - یہہ بات بھی بہ بداہت ثابت ہے کہ تمام روحین خاص خاص استعداد اون اور طاقتون مین محدود اور محصور ہین جیسا کہ بنی آدم کے اختلاف روحانی حالات واستعدادات پر نظر کرکے ثابت ہوتا ہے اور یہہ تحدید ایک محدّد کو چاہتی ہے جس سے ضرورت محدث کی ثابت ہوکر (جو محدّد ہے) حدوث روحون کا بپایۂ ثبوت پہونچتا ہے ؛

سوم - یہہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہین کہ تمام روحین عجز و احتیاج کے داغ سے آلودہ ہین اور اپنی تکمیل اور بقا کے لئے ایک ایسی ذات کے محتاج ہین جو کامل اور وفادار عالم اور فیّاض مطلق ہو اور یہ امر اُنکی مخلوقیت کو ثابت کرنیوالا ہے -

چہارم - یہ بات بھی ایک ادنیٰ غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہماری روحین اجمالی طور پر اُن سب متفرق الٰہی حکمتون اور صنعتون پر مشتمل ہین جو اجرام علوی و سفلی مین پائے جاتے ہین اسی وجہ سے دنیا باعتبار اپنے جزئیات مختلفہ کے عالم تفصیلی ہے اور انسان عالم اجمالی کہلاتا ہے یا یون کہو کہ یہ عالم صغیر اور وہ عالم کبیر ہے پس جبکہ ایک جزئی عالم کے بوجہ پائے جانے پر حکمت کامون کے ایک صانع حکیم کی صنعت کہلاتی ہے تو خیال کرنا چاہئے کہ وہ چیز کیونکر صنعت الٰہی نہو گی جسکا وجود اپنے عجائبات ذاتی کے رو سے گویا تمام جزئیات عالم کی عکسی تصویر ہے اور ہر یک جزئی کے خواص عجیبہ اپنے اندر رکھتی ہے اور حکمت بالغہ ایزدی پر بوجہ اتم مشتمل ہے -

ایسی چیز جو مظہر جمیع عجائبات صنعت الٰہی ہے مصنوع اور مخلوق ہونے سے باہر نہین رہ سکتی بلکہ وہ سب چیزون سے اوّل درجہ پر مصنوعیت کی مُہر اپنے وجود پر رکھتی ہے اور سب سے زیادہ تر اور کامل تر صانع قدیم کے وجود پر دلالت کرتی ہے سو اس دلیل سے روحون کی مخلوقیت صرف نظری طور پر ثابت نہین بلکہ درحقیقت اجلی بدیہات ہے ماسوا اسکے دوسری چیزونکو اپنی مخلوقیت کا علم

نہین مگر روحین فطرتی طور پر اپنی مخلوقیت کا علم رکھتی ہین ایک جنگلی آدمی کی روح بھی اسبات پر
راضی نہین ہوسکتی کہ وہ خود بخود ہی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالی فرماتا ہے الست بربکم
قالوا بلیٰ یعنے روحون سے مینے سوال کیا کہ کیا مین تمہارا رب (پیدا کنندہ) نہین ہون تو انہون
نے جواب دیا کہ کیون نہین یہ سوال و جواب حقیقت مین اس پیوند کی طرف اشارہ ہے۔
جو مخلوق کو اپنے خالق سے قدرتی طور پر متحقق ہے جسکی شہادت روحون کی فطرت مین نقش
کی گئی ہے ✦

پنجم - جسطرح بیٹے مین باپ اور مان کا کچھہ کچھہ حلیہ اور خو بو پائی جاتی ہے اسی طرح روحین جو خدا تعالے
کے ہاتھ سے نکلی ہین اپنے صانع کی سیرت و خصلت سے اجمالی طور پر کچھہ حصہ رکھتے ہین اگرچہ مخلوقیت
کی ظلمت و غفلت غالب ہوجانے کی وجہ سے بعض نفوس مین وہ رنگ الٰہی کچھہ پھیکا سا ہوجاتا
ہے لیکن اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ ہریک روح کسیقدر وہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور پھر
بعض نفوس مین وہ رنگ بد استعمالی کیوجہ سے بدنما معلوم ہوتا ہے مگر یہ اُس رنگ کا قصور نہین بلکہ
طریقہ استعمال کا قصور ہے انسان کی اصلی قوتون اور طاقتون مین سے کوئی بھی بری قوت نہین
صرف بد استعمالی سے ایک نیک قوت بری معلوم ہونے لگتی ہے اگر کوئی قوت اپنے موقعہ پر
استعمال کیجائے تو وہ سراسر نفع رسان اور خیر محض ہے اور حقیقت مین انسان کو جسقدر قوتین
دی گئی ہین وہ سب الٰہی قوتون کے اظلال و آثار ہین جیسے بیٹے کی صورت مین کچھہ کچھہ باپ کے
نقوش آجاتے ہین ایسا ہی ہماری روحون مین اپنے رب کے نقوش اور اسکی صفات کے آثار
آگئے ہین جنکو عارف لوگ خوب شناخت کرتے ہین اور جیسے بیٹا جو باپ سے نکلا ہے اُس سے
ایک طبعی محبت رکھتا ہے نہ بناوٹی اسی طرح ہم بھی جو اپنے رب سے نکلے ہین اُس سے فی الحقیقت
طبعی محبت رکھتے ہین نہ بناوٹی اور اگر ہماری روحون کو اپنے رب سے یہ طبعی و فطرتی تعلق نہ ہوتا تو پھر
سالکین کو اُس تک پہنچنے کے لئے کوئی صورت اور سبیل نہ تھی سو اگرچہ دلائل مخلوقیت ارواح جنکو
اللہ جلشانہ نے آپ قرآن شریف مین معقولی طور پر بیان کیا ہے اس کثرت سے ہین کہ اگر وہ سب یکجا
لکھے جائین تو خود انہین دلائل کی ایک بڑی کتاب ہوجائیگی مگر ہم بالفعل اسیقدر پر کفایت کرتے ہین
کیونکہ ہم جانتے ہین کہ طالب حق کے لئے اسیقدر کافی ہے ✦

اب ہم اسجگہ ماسٹر صاحب کیخدمت مین با دب عرض کرتے ہین کہ گذشتہ روحون کی مخلوقیت جس ہیرایۂ میں کیفیت بکلی ظاہر ہوتی ہے دلائل مندرجۂ قرآن شریف کے روسے بقدر کفائیت بیان کردی ہے اگر ماسٹر صاحب کا وید بھی کچھ علم الٰہی سے حصہ رکھتا ہے تو انہین لازم ہے کہ اسوقت بمقابلہ قرآن شریف کے وید کی وہ دلائل عقلیہ پیش کرین جنکے روسے غیر مخلوق اور غیر محدث ہونا روحون کا ثابت ہوتا ہے بلکہ اسجگہ ہم مکرر گزارش کرنا چاہتے ہین کہ بہتر یون ہے کہ ماسٹر صاحب بغرض مقابلہ و موازنہ فلسفہ وید و قرآن شریف ہمکو اجازت دین کہ تا ہم ایک علیحدہ رسالہ روحون کی مخلوقیت اور انکے خواص اور قوتون اور طاقتون کے بارہ مین اور دیگر نکات اور لطائف علم روح کے متعلق اس شرط سے لکھین کہ کسی بات اور کسی دلیل کے بیان کرنے مین بیانات قرآنی سے باہر نہ جائین - یعنی وہی دلائل و براہین مخلوقیت ارواح پیش کرین جو قرآن شریف نے آپ پیش کئے ہین اور وہی دقائق و معارف علم روح لکھین جو قرآن شریف نے خود لکھے ہین - علے ہذا القیاس ماسٹر صاحب بھی بمقابل ہمارے ایسا ہی کرین یعنے وہ بھی روحون کی غیر مخلوقیت بدلائل عقلیہ ثابت کرنے اور علم روح کے بیان کرنے مین وید ہی کی شرتیون کے پابند رہین اور وہی دلائل وغیرہ تحریر مین لاوین جو وید نے پیش کئے ہین اور ہم دونون فریق صرف حوالہ آئیت یا شرتی پر کفایت نہ کرین بلکہ اُس آئیت یا شرتی کو تمام مع ترجمہ و پتہ و نشان وغیرہ تحریر بھی کردین اسطور کے مباحثہ و موازنہ سے غالب اور مغلوب مین صاف فرق کھلجائیگا اور جو ان دونون مین سے حقیقت مین خدا کا کلام ہے وہ کامل طور پر ان باتون مین عہدہ برا ہوگا اور اپنے حریف کو شکست فاش دیگا اور اُسکی ذلت اور رسوائی ظاہر کریگا - لیکن ہم بطور پیشگوئی یہ بھی کہہ دیتے ہین کہ ایسا مقابلہ وید سے ہونا ہرگز ممکن ہی نہین کیونکہ وید اپنے بیانات مین سراسر غلطی پر ہے اور وہ بوجہ انسانی خیالات ہونے کے یہ طاقت اور قوت بھی نہین رکھتا کہ خداوند علیم و حکیم کی پاک و کامل کلام کا مقابلہ کرسکے - ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ ہمنے علی التساوی یہ شرط پیش کی ہے یعنے اپنے نفس کے لئے اس طرز کے مقابلہ مین کوئی ایسا فائدہ مخصوص نہین رکھا جس سے فریق ثانی متمتع نہو سکتا ہو پس اگر اب بھی ماسٹر صاحب کنارہ کر گئے تو کیا یہ اس بات پر دلیل کافی نہین ہوگی کہ ان کا وید ان کمالات اور خوبیون اور پاک سچائیون سے بکلی عاری اور خالی ہے *

نقولہ ۔ مرزا صاحب اور سب اہل اسلام کا یہی اعتقاد ہے اور قرآن شریف مین آیا ہے ۔ کہ جب آنحضرت (محمد صاحب) سے لوگون نے پوچھا کہ روح کیا چیز ہے تو آپ کچھہ نہ بتلا سکے اور اُسوقت آئت نازل ہوئی کہ اے محمد کہدے کہ روح ایک امر ربی ہے سو مسلمانون نے تو روح کو کیا سمجھا ہوگا خدا نے اُنکے ہادی پر بھی روح کی کیفیت ظاہر نہین کی اور خدا کا بھی کیا جواب عمدہ ہے کہ روح امر ربی ہے کیا اور چیزین امر ربی نہین ۔

اقول ۔ اِسوقت ماسٹر صاحب کی خوبی فہم اور جلد بازی کا تصور کرکے مجھے ایک حکایت یاد آگئی ہے کہ ایک ایسا شخص کسی شہر مین تھا جو ہمیشہ چپ رہا کرتا تھا آخر اُسکی خاموشی سے لوگ اِس وہم مین پڑ گئے کہ یہ کوئی بڑا فاضل اور دانشمند ہوگا اِسی خیال سے ایک جماعت کثیر اُسکی خدمت مین حاضر رہنے لگی ایکدن اِس شخص نے اپنے دل مین سوچا کہ مجھے اپنی عقلمندی ظاہر کرنے کے لئے کچھہ بولنا چاہئے سو جب اُسنے دو چار باتین ہی منہ سے نکالین تو تمام لوگ سمجھ گئے کہ اگر اِس شہر مین کوئی اور نادان بھی ہے تو اِس سے بڑھکر کبھی نہوگا ۔ تب اُسکے اردگرد سے سب بھاگ گئے اور ساری جماعت متفرق ہوگئی اور وہ اکیلا رہکر بہت دردمند ہوا بڑی مصیبت سے ایک رات کاٹی صبح ہوتے ہی اُس شہر سے کہین کو چلا گیا اور جاتے وقت ایک دیوار پر لکھہ گیا کہ اگر مین پہلے اپنے شکل کو آئینہ مین دیکھہ لیتا تو نادانی سے اپنا پردہ فاش نہ کرتا ۔

اِسی طرح ماسٹر صاحب نے بھی اچھا نہین کیا کہ لاعلمی اور ناواقفیت اور ناسمجھی کیحالت مین اعتراض کرنیکے لئے زبان کہولی ۔ لالہ صاحب مین آپکی غلطیون کو کہان تک اصلاح کرتا جاؤن آپ نے کِس سے سُن لیا کہ مسلمانون کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالی کی طرف سے علم روح نہین دیا گیا تھا اور آپ نے قرآن شریف مین کس جگہ اور کہان دیکھہ لیا کہ حضرت ممدوح روح کے علم سے بیخبر تھے ۔ مین جانتا ہون کہ آپکو اپنی عقل ناتمام کی شامت سے اُس آئت کے سمجھنے مین دھوکا لگا ہے جو قرآن شریف مین وارد ہے اور وہ یہ ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا الجزو ۱۵ سورہ بنی اسرائیل اور کفار تجھہ سے (اے محمد) پوچھتے ہین کہ روح کیا ہے اور کس چیز سے اور کیونکر پیدا ہوئی ہے ۔ اُن کو کہدے کہ روح میرے رب کے امرین سے ہے اور تمکو اے کافرو علم روح اور علم اسرار الٰہی نہین دیا

گیا مگر کچھ تھوڑا سا ـ سو اسجگہ اے ماسٹر صاحب آپکو اپنے نقصان فہم سے یہ غلطی لگی کہ آپ نے اِس عبارت کا مخاطب (کہ تمکو علم روح نہین دیا گیا) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھ لیا حالانکہ لفظ ما اوتیتم جسکا ترجمہ یہ ہے کہ تمکو نہین دیا گیا جمع کا صیغہ ہے جو صاف دلالت کر رہا ہے جو اِس آئت کے مخاطب کفار ہین کیونکہ اِن آیات مین جمع کے صیغہ سے کسی جگہ آنحضرت کو خطاب نہین کیا گیا بلکہ جا بجا واحد کے صیغہ سے خطاب کیا گیا ہے اور جمع کے صیغہ سے کفار کی جماعت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایسا سوال کرتے ہین سو اگر کوئی ذرا اندھا نہ ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ اِن دونون آیتون مین دو جمع کے صیغے وارد ہین اول یسئلون یعنے سوال کرتے ہین دوم ما اوتیتم یعنے تم نہین دیئے گئے اور جیسا کہ ظاہر ہے کہ یسئلون کے صیغہ جمع سے مراد کافر ہین جنہون روح کی کیفیت کے بارے مین سوال کیا تھا ایسا ہی ظاہر ہے کہ ما اوتیتم کے صیغہ جمع سے بھی مراد کافر ہی ہین ـ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تو کسی جگہ جمع کے صیغہ سے خطاب نہین کیا گیا بلکہ اوّل مجرد کاف سے جو واحد پر دلالت کرتا ہے خطاب کیا گیا یعنے یہ کہا گیا کہ تجھ سے کفار پوچھتے ہین یہ نہین کہا گیا کہ تم سے کفار پوچھتے ہین ـ پھر بعد اسکے ایسا ہی لفظ واحد سے فرمایا کہ ان کو کہہ دے یہ نہین فرمایا کہ انکو کہہ دو ـ برخلاف بیان حال کفار کے کہ اُن کو دونون موقعون پر جمع کے صیغے سے بیان کیا ہے سو آئت کے سیدھے سیدھے معنے جو سیاق سباق کلام سے سمجھے جاتے ہین اور صاف صاف عبارت سے نکلتے ہین یہی ہین کہ اے محمدؐ کفار تجھ سے روح کی کیفیت پوچھتے ہین کہ روح کیا چیز ہے اور کس چیز سے پیدا ہوئی ہے سو انکو کہہ دے کہ روح امر ربی ہے یعنے عالم امر مین سے ہے ـ اور تم اے کافرو کیا جانو کہ روح کیا چیز ہے چونکہ علم روح حاصل کرنے کے لئے ایماندار اور عارف باللہ ہونا ضروری ہے مگر اِن باتون مین سے تم مین کوئی بھی بات نہین ـ

اب ہر یک منصف سمجھ سکتا ہے کہ نادانی اور شتاب کاری کی آمیزش سے کیا کیا ندامتین اُٹھانی پڑتی ہین ـ غور کرنا چاہئے کہ اِن آیات شریفہ متذکرہ بالا کا کیسا مطلب صاف صاف تھا کہ کفار کی ایک جماعت نے آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے بارے مین سوال کیا کہ روح کیا چیز ہے تب ایسی جماعت کو جیسا کہ صورت موجودہ تھی بصیغہ جمع مخاطب کرکے جواب دیا گیا کہ روح عالم امر مین سے ہے یعنے کلمۃ اللہ یا ظل کلمہ ہے جو بحکمت وقدرت الٰہی روح کی شکل پر

وجود پذیر ہو گیا ہے اور اُسکو خدائی میں کچھ حصہ نہیں بلکہ وہ درحقیقت حادث اور پیدا شدہ ہے
اور یہہ قدرت ربانی کا ایک بھید دقیق ہے جسکو تم اسے کا فہم نہیں سکتے ہو مگر کچھ تھوڑا
سا جسکی وجہ سے تم حقیقت ایمان ہو تمہاری تقلید ہی دریافت کر سکتی ہیں اس کھلے کھلے
مطلب کے سمجھنے میں ماسٹر صاحب نے کتنی بڑی غلطی کہائی ہے اور یہہ سمجھ بیٹھے کہ گویا یہہ
خطاب لاعلمی کیفیت روح کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف ہے لاحول ولاقوۃ یہہ
پڑھین ایسی سمجھ پر کہ ماسٹر صاحب نے کچھ تھوڑی سی عربی پڑھی ہوتی یا کچھ تھوڑا سا قاعدہ
صرف ونحو کا ہی دیکھا ہوتا اسے صاحب ذرا آنکھ کھولکر دیکھو کہ روح کی کیفیت پوچھنے والے
کون لوگ تھے وہ تو آپ سکے ہی بہائی یہودی تھے منکرین دین اسلام تھے انہیں کو تو یہہ جواب دیا

* حاشیہ ۔ جیسا ایک صد ربوبیت ہے جو لا ابتدا سے مخلوقات الٰہی پیدا ہوتی ہے اسکو اپنی
اپنی سمجھ کے موافق ہر یک شخص ذہن نشین کر سکتا ہے چاہے اسطرح سمجھے کہ مخلوقات کلمات الٰہی کے
اظلال و آثار ہیں یا ایسا سمجھ سکتا ہے کہ خود کلمات الٰہی ہی ہیں جو بقدرت الٰہی مخلوقیت کے رنگ میں
آجاتے ہیں کلام الٰہی کی عبارت ان دونوں معنے کے سمجھنے کے لئے وسیع ہے اور بعض مواضع قرآن
کی ظاہر عبارت میں مخلوقات کا نام کلمات اللہ رکہا گیا ہے جو تجلیات ربوبیت سے بقدرت الٰہی
لوازم وخواص جدیدہ حاصل کر کے حدوث کے کامل رنگ سے رنگین ہو گئے ہیں اور درحقیقت یہ ایک
سر اُن اسرار خالقیت میں سے ہے جو عقل کے چنے پر چڑھا کر اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتے اور عوام
کے لئے سیدھا راہ سمجھنے کا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کرنا چاہا وہ ہو گیا اور سب کچھ اُسی کا پیدا کردہ
اور اُسی کی مخلوق اور اُسی کے دست قدرت سے نکلا ہوا ہے لیکن عارفوں پر کشفی طور سے بعد مجاہدات
یہ کیفیت حدوث کھلجاتی ہے اور نظر کشفی میں کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام ارواح واجسام کلمات
اللہ ہی ہیں جو حکمت کاملہ الٰہی سے پیرایہ حدوث ومخلوقیت سے متلبس ہو گئے ہیں مگر اصل حکم جسپر قدم
مارنا اور قائم رہنا ضروری ہے یہی ہے کہ ان کشفیات ومعقولات سے قدر مشترک لیا جائے یعنی یہ کہ
خدا تعالیٰ ہر یک چیز کا خالق اور محدث ہے اور کوئی چیز کیا ارواح اور کیا اجسام بغیر اُسکے ظہور پذیر
نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتی ہے کیونکہ کلام الٰہی کی عبارت اسجگہ درحقیقت ذوالوجوہ ہے اور جسقدر قطع اور
یقین کے طور پر قرآن شریف ہدایت کرتا ہے وہ یہی ہے کہ ہر یک چیز خدا تعالیٰ ہی سے ظہور پذیر ووجود پذیر

کیا تھا کہ روح عالم امر میں سے ہے اور قرآن الہی پچھیدون کو اسکا قرو کیا جاتو ایمان لاؤ تا
نہیں روح کی کیفیت اور اسکے علوم معلوم ہوں اور یہ جو خدائے تعالے نے فرمایا ہے کہ روح عالم
امر میں سے ہے جسپر پادری صاحب نے اپنی کم فہمی سے جھٹ پٹ اعتراض بھی کردیا یہ ایک بڑی
بھاری صداقت کا بیان ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ ربوبیت الہی دو طور سے ناپیدا چیزوں
کو پیدا کرتی ہے اور ہر دو طور کے پیدا کرنے میں پیدا شدہ چیزوں کے الگ الگ نام رکھے جاتے
ہیں جب خدا تعالی کسی چیز کو اس طور سے پیدا کرے کہ پہلے اس چیز کا کچھ بھی وجود نہو تو ایسے پیدا
کرنیکا نام اصطلاح قرآنی میں امر ہے اور اگر ایسے طور سے کسی چیز کو پیدا کرے کہ پہلے وہ چیز کسی اور
صورت میں اپنا وجود رکھتی ہے تو اس طرز پیدائش کا نام خلق ہے خلاصہ کلام یہ کہ بسیط چیز کا عدم

بقیہ حاشیہ ہوتی ہے اور کوئی چیز بغیر اسکے پیدا نہیں ہوتی اور نہ خود بخود ہے سو اسقدر اعتقاد
ابتدائی حالت کے لئے کافی ہے پھر آگے معرفت کے میدانوں میں سیر کرنا جسکو نصیب ہو گا اسپر بعد مجاہدات
خود وہ کیفیت کھل جائیگی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا
یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرینگے ہم انکو وہ اپنی خاص راہیں آپ کھلا دینگے جو مجرد عقل اور قیاس سے
سمجھ میں نہیں آسکتیں اور در حقیقت خدا تعالی نے سب عالم کو تین حصہ پر تقسیم کر رکھا ہے۔
(۱) عالم ظاہر جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواس ظاہری کے ذریعہ اور آلات خارجی کے توسل سے محسوس ہو سکتا ہے
(۲) عالم باطن جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔
(۳) عالم باطن در باطن جو ایسا نازک اور لا یدرک و فوق الخیالات عالم ہے جو تھوڑے ہیں جو اس سے
خبر رکھتے ہیں وہ عالم غیب محض ہے جس کا سمجھنے کے لئے عقلوں کو طاقت نہیں دی گئی
مگر ظن محض ۔ اور اس عالم پر کشف اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے اطلاع ملتی ہے نہ اور کسی ذریعہ
سے اور جیسی عادت اللہ بدیہی طور پر ثابت اور متحقق ہے کہ اسنے ان دو پہلے عالموں کے دریافت
کرنیکے لئے جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے انسان کو طرح طرح کے حواس و قوتیں عنایت کی ہیں اسی طرح اس
تیسرے عالم کے دریافت کرنے کے لئے بھی اس قادر مطلق نے انسان کے لئے ایک ذریعہ رکھا ہے
اور وہ ذریعہ وحی اور الہام اور کشف ہے جو کسی زمانہ میں بکلی بند اور موقوف نہیں رہ سکتا بلکہ
جو لوگ شرائط بجا لاتے وہ ہمیشہ اسکو پاتے رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہینگے ۔ چونکہ انسان ترقیات

محض سے پیدا کرنا عالم امر میں سے ہے اور مرکب چیز کو کسی شکل یا ہیئت خاص سے متشکل کرنا عالم خلق سے ہے جیسے اللہ تعالے دوسرے مقام میں قرآن شریف میں فرماتا ہے الا لہ الخلق والامر یعنے بسائط کا عدم محض سے پیدا کرنا اور مرکبات کو ظہور خاص میں لانا دونوں خدا کے فعل ہیں اور بسیط اور مرکب دونوں خدا تعالے کی پیدائش ہے اب ماسٹر صاحب! دیکھا کہ یہ کیسی اعلیٰ اور عمدہ صداقت ہے جسکو ایک مختصر آیت اور چند معدود لفظوں میں خدا تعالی نے ادا کر دیا اسکے مقابلہ پر اگر آپ وید کے عقیدہ کو سوچیں تو جتنا شرمندہ ہوں اتنا ہی تھوڑا ہے اسیوجہ سے تو ہمنے آپکو ایک خاموش درویش کا قصہ سنایا اگر آپ ایسے ایسے فضول اور خام شبہات کے پیش کرنے سے زبان بند رکھتے تو ہمیں آپکی حیثیت علمی پر وہ شک نہ پڑتا جو اب پڑ گیا ہے بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ اگر ماسٹر

بقیہ حاشیہ غیر محدودہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور خدا تعالی عیب بخل و امساک سے بکلی پاک ہے پس اس قوی دلیل سے ایسا خیال کرنا ناپاک خیال ہے جو یہ سمجھا جائے جو خدا تعالی نے انسان کے دل میں تینوں عالموں کے اسرار معلوم کرنیکا شوق ڈالکر پھر تیسرے عالم کے وسائل وصول سے بکلی اسکو محروم رکھا ہے پس یہ وہ دلیل ہے جس سے دانشمند لوگ دائمی طور پر الہام اور کشف کی ضرورت کو یقین کر لیتے ہیں اور آریوں کی طرح چار رشیوں پر الہام کو ختم نہیں کرتے جنکی سند کوئی پانچواں اس کمال تک پہنچنا انکی نظر عجیب میں ممکن ہی نہیں بلکہ عقلمند لوگ خدا تعالی کے فیاض مطلق ہونے پر ایمان لاکر الہامی دروازوں کو ہمیشہ کھلا سمجھتے ہیں اور کسی ولایت اور ملک سے اسکو مخصوص نہیں رکھتے ہاں اس صراط مستقیم سے مخصوص رکھتے ہیں جس پر ٹھیک ٹھیک چلنے سے یہ برکات حاصل ہوتی ہیں کیونکہ ہر یک چیز کے حصول کے لئے یہ لازم پڑا ہوا ہے کہ انہیں قواعد اور طریقوں پر عمل کیا جائے جنکی پابندی سے وہ چیز مل سکتی ہے غرض عقلمند لوگ عالم کشف کے عجائبات سے انکار نہیں کرتے بلکہ انہیں ماننا پڑتا ہے کہ جس جواد مطلق نے عالم اول کے ادنیٰ ادنیٰ امور کے دریافت کرنیکے لئے انسان کو حواس و طاقتیں عنایت کی ہیں وہ تیسرے عالم کے معظم اور عالیشان امور کے دریافت کرنیکے لئے بھی ضرور کوئی طریق رکھتا ہے جس سے حقیقی اور کامل تعلق خدا تعالی سے پیدا ہوتا ہے اور سچی و یقینی معرفت حاصل ہو کر اسی دنیا میں انوار نجات نمایاں ہو جاتے ہیں کیوں انسان کو محروم رکھتا سو خدا کا شکر ہے کہ طریق بھی دوسرے دونوں طریقوں کیطرح کھلا ہوا ہے اور صادق لوگ بڑے زور سے اسپر قدم مارتے ہیں اور اسکو پاتے ہیں اور اسکے ثمرات حاصل کرتے ہیں عجائبات اس عالم ثالث کے بے انتہا ہیں اور اسکے مقابل

صاحب کے دل مین یہ خیال ہے کہ قرآن شریف مین علم روح بیان نہین کیا گیا اور وید مین بیان کیا گیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کیفیت روح سے کچھ خبر نہ تھی مگر وید کے چارون رشیون کو خبر تھی تو اس بات کا تصفیہ نہایت سہل اور آسان ہے اور وہ یہہ ہے کہ ماسٹر صاحب مقابلہ کرنے کے عہد پر ہمکو اجازت دین تا ہم علم روح کو جو قرآن شریف مین لکھا ہے ۔ جس سے سرفت کاملہ نبی صلے اللہ وسلم وکمالیت قرآن شریف ثابت ہوتی ہے ایک مستقل رسالہ مین مرتب کرکے بحوالہ الآیات قرآنی شائع کردین اور جب یہ رسالہ ہماری طرف سے چھپ کر شائع ہو جائے تو اسوقت ماسٹر صاحب پر واجب ولازم ہوگا کہ اسکے مقابل پر وید کی شرتیون کے ساتھہ ایک رسالہ مرتب کرین جسمین روح کے بارے مین وید کی فلاسفی بیان کی گئی ہو کہ وہ کیونکر غیر مخلوق اور خدا کیطرح قدیم اور خدا سے الگ چلی

بقیۃ حاشیہ دوسرے عالم ایسے ہین جیسے آفتاب کے مقابل پر ایک دانہ خشخاس ۔ اس بات پر زور لگانا کہ اس عالم کے اسرار عقلی طاقت سے بکلی منکشف ہو جائین یہہ ایسا ہی ہے جیسے ایک انسان آنکھون کو بند کرکے مثلاً اس بات پر زور لگاوے کہ وہ قابل رویت چیزون کو قوت شامہ کے ذریعہ سے دیکھ لے بلکہ عجائبات عالم باطن وبباطن سے عقل ایسی حیران ہے کہ کچھہ دم نہین مار سکتی کہ یہہ کیا بھید ہے روحون کی پیدائش پر انسان کیون تعجب کرے اسی دنیا مین صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہین کہ انکی کنہ کو سمجھنے مین بکلی عقل عاجز ہوجاتی ہے بعض اوقات صاحب کشف صدہا کوسون کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بیشمار حجابون کے ایک چیز کو صاف صاف دیکھ لیتا ہے بلکہ بعض اوقات عین بیداری مین باذنہ تعالی اُسکی آواز بھی سُن لیتا ہے اور اس سے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض اوقات وہ شخص بھی اسکی آواز سن لیتا ہے جسکی صورت اسپر منکشف ہوتی ہے بعض اوقات صاحب کشف اپنے عالم کشف مین جو بیداری سے نہایت مشابہ ہے ارواح گذشتہ سے ملاقات کرتا ہے اور عام طور پر ملاقات ہر ایک نیکبخت روح یا بدبخت روح کے کشف قبور کے طور پر ہوسکتی ہے چنانچہ خود اسمین مؤلف رسالہ ہذا صاحب تجربہ ہے اور یہ امر ہندؤن کے مسئلہ تناسخ کی بیخکنی کرنیوالا ہے اور سب سے تعجب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحب کشف اپنی توجہ اور قوت تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر باوجود صدہا کوسون کے فاصلہ کے باذنہ تعالی عالم بیداری مین ظاہر ہو جاتا ہے حالانکہ اسکا وجود عنصری اپنے مقام سے جنبش نہین کرتا اور عقل کے نزدیک

آئی ہے اور اسکے خواص کیا کیا ہیں کہ ہم دونوں فریقوں پر لازم ہوگا کہ اپنی اپنی کتاب سے باہر نہ
جائیں اور کوئی خود تراشیدہ خیال پیش نہ کریں بلکہ وہی بات پیش کریں جو اپنی کتاب الہامی نے
پیش کی ہے اور اُس آیت یا شرتی کو جو پتہ خاص معہ ترجمہ لکھنے بھی ہیں تا کہ ناظرین پڑتال کرسکیں کہ آیا وہ
بات اس سے نکلتی ہے یا نہیں سو اگر اس شرط سے ماسٹر صاحب مقابلہ کر دکھائیں یا کوئی اور شخص جو
آریوں کے مسلّم العلماء میں سے ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو خواہ ماسٹر صاحب ہوں یا منشی
اندرمن صاحب مراد آبادی یا منشی جیون داس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور یا کوئی اور صاحب جو
اُس گروہ میں مسلّم العلماء ہوں سو روپیہ نقد بطور انعام دونگا اور یہ روپیہ فریق مخالف کی تسلی خاطر کے لئے
پہلے ہی کسی فاضل برہمو صاحب کے پاس جیسے بابو نوبین چندر رائے صاحب و پنڈت شیو نارائن

بقیہ حاشیہ ایک چیز کا دو جگہ ہونا محال ہے سو وہ محال اس عالم ثالث میں ممکن الوقوع ہو جاتا ہے
اسیطرح صدہا عجائبات کو عارف بچشم خود دیکھتا ہے اور اُن کور باطنوں کے انکار سے تعجب پر تعجب
کرتا ہے جو اس عالم ثالث کے عجائبات سے قطعاً منکر ہیں اور ہم بارہا اس عالم ثالث کی عجیبات اور نادر مکاشفات کو قریب
پانچہزار کے بچشم خود دیکھا اور اپنے ذاتی تجربہ سے مشاہدہ کیا اور اپنے نفس پر انہیں وارد ہوتے پایا ہے - اگر ان سب کی تفصیل لکھی
جائے تو ایک بڑی بھاری کتاب تالیف ہو سکتی ہے ان سب عجائبات میں سے ایک بڑی عجیب
بات یہ ثابت ہوئی کہ بعض کشفی امور جنکا خارج میں نام و نشان نہیں محض قدرت غیبی سے وجود
خارجی پکڑ لیتے ہیں اگرچہ صاحب فتوحات و فصوص و دیگر اکثر اکابر متصوفین نے اسبارہ میں بہت
سے اپنے خود گذشت قصے اپنی تالیفات میں لکھے ہیں لیکن چونکہ دید و شنید میں فرق ہے اسلئے
مجرد ان قصوں کی سماعت سے یکو وہ کیفیت یقینی حاصل نہیں ہو سکتی تھی جو اپنے ذاتی
مشاہدہ سے حاصل ہوئی - ایکدفعہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر
میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اسکو دستخط کرانے کیلئے خداوند
قادر مطلق جلشانہ کے سامنے پیش کیا ہے یاد رکھنا چاہئے کہ مکاشفات اور رویا صالحہ میں
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الٰہیہ انسان کی شکل پر متمثل ہو کر صاحب کشف کو نظر آجاتی
ہیں اور مجازی طور پر وہ یہی خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادر مطلق ہے اور یہ امر ارباب کشوف میں شائع
و متعارف و معلوم الحقیقت ہے جس سے کوئی صاحب کشف انکار نہیں کر سکتا الغرض وہی صفت

صاحب اُنکی ہوتری ہین بطور امانت جمع کرایا جائیگا اور انہین اختیار ہوگا کہ اگر وہ اپنی دانست مین دیکھیں کہ حقیقت مین آریہ صاحب نے وید کا مقابلہ کر دکھایا تو خود بخود بغیر اجازت انجمن وہ روپیہ اُس آریہ صاحب کے حوالہ کر دین۔ لیکن اگر اس مضمون کو پڑھکر پھر بھی ماسٹر صاحب یا اُن کے کوئی دوسرے با علم بھائی خاموش رہے اور مجھکو بوعدہ مقابلہ ایسے رسالہ کی تالیف کے لئے تحریک نہ کی تو پھر تمام ناظرین کو سمجھنا چاہئے کہ اُن کی سب آوازین طبل تہی ہین اور صادقون کے طریق پر وہ چلنا ہی نہین چاہتے سہل یہ کہا اور یہ شاندار طریق ہے کہ اول خدا تعالیٰ کی پاک کلام اور اُسکے کامل نبی کی نسبت بیباک اور توہین کے کلمات مُنہ پر لائین اور جب مقابلہ وید و قرآن کے لئے کہا جائے تو پھر ایسے چُپ ہون گویا دنیا سے کوچ کر گئے۔ ناظرین سوچ لین کہ اس سے بڑھکر اور کیا صفائی کی بات ہوگی کہ ہم مغلوب ہونے کی

بقیہ حاشیہ جالی جو بعالم کشف قوت متخیلہ کے آگے ایسی دکھلائی دی تھی جو خداوند قادر مطلق ہے اُس ذات بیچون و بیچگون کے آگے وہ کتاب قضا و قدر پیش کی گئی اور اُسنے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا اپنے قلم کو سُرخی کی دوات مین ڈبو کر اول اُس سُرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ سُرخی کا قلم کے مُنہ مین رہگیا اُس سے اُس کتاب پر دستخط کر دیئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہو گئی اور آنکھ کھولکر جب خارج مین دیکھا تو کئی قطرات سُرخی کے تازہ بتازہ کپڑون پر پڑے چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اُسوقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے سُرخی کے اُنکی ٹوپی پر پڑے پس وہ سُرخی جو ایک امر کشفی تھا وجود خارجی پکڑ کر نظر آگئی اسیطرح اور کئی مکاشفات ہین جنکا لکھنا موجب تطویل ہے مشاہدہ کیا گیا ہو اور اپنے ذاتی تجارب سے ثابت ہو گیا جو بلا شبہ امور کشفیہ کبھی کبھی باذنہ تعالیٰ وجود خارجی پکڑتے ہین یہ امور عقل کے ذریعہ سے ہرگز ذہن نشین نہین ہو سکتے بلکہ جو شخص عقل کے گھمنڈ اور غرور مین چھپا ہوا ہے وہ ایسی باتون کو سنتا ہی نہایت تکبر سے کہیگا کہ یہ سراسر محال اور خیال باطل ہے اور ایسا کہنے والا یا تو خود ٹھگ ہے یا دیوانہ یا اُسکو سادہ لوحی کی وجہ سے دھوکا لگا ہے اور بباعث نقصان تحقیق بات کی تہ تک پہونچنے سے محروم رہ گیا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان عقلمندون کو کبھی یہ خیال نہین آتا کہ وہ امور جنکی صداقت پر ہزارہا عارف ور استبازان اپنے ذاتی تجارب سے شہادتین دے گئے ہین اور اب بھی دیتے ہین اور صحت گزین پر ثابت کر دینے کے لئے بفضلہ تعالیٰ اپنی ذمہ واری لیتے ہین کیا وہ ایسے خفیف امور

حالت مین سو روپیہ نقد دینا وعدہ کرتے ہین اور غالب ہے نیکی حالت مین ہم کچھ بھی نہین مانگتے صرف یہ امید رکھتے ہین کہ کوئی روح بے راہی کے طریق سے نادم ہو کر سچائی کا طریق اختیار کرے۔ سو اب ہم منتظر رہین گے کہ کب لالہ مرلیدہر صاحب یا اُن کے کوئی اور آریہ بھائی جو اپنی قوم مین امتیاز علمی رکھتے ہون ایسی درخواست کرینگے۔ ع

تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

قولہ۔ اسیطرح اسلام نے مادہ کی کیفیت کو بھی نہین سمجھا اور نہ مادی دنیا کو ہی معلوم کیا کہ زمین و سورج و چاند وغیرہ کیا مستو ہین زمین جو کہ کرہ ہے اسکی حقیقت اور گردش و کشش وغیرہ جو ہے اُن سب کے خلاف سارے مسائل اسلام کے ہین ٭

اقول۔ آپ اس خیال پر اختلال مین سراسر غلطی پر ہین اور یہ آپکا قول بالکل جھوٹ اور افترا یا بیخبری کا

بقیہ حاشیہ مین جو صرف منکرانہ زبان ہلانے سے باطل ہین اور حق بات تو یہ ہے کہ عالم کشف کے عجائبات تو ایکطرف ہین جو عالم عقل ہے یعنے جس عالم تک عقل کی رسائی ہونا ممکن ہے اُس عالم کا ہی ابھی تک عقل نے تصفیہ نہین کیا اور لاکھون اسرار الٰہی پردہ غیب مین دبے پڑے ہین جنکی عقلمندون کو ہوا تک نہین پہنچی ایک فصلی مکھی جو پلید اور ناپاک زخمون پر بیٹھتی ہے اور اکثر گدھے یا بیل وغیرہ جو زخمی اور مجروح ہون اُنکو ستاتی ہے اسکے اس عجیب خاصہ پر کوئی فلسفی دلیل عقلی نہین بتلا سکتا کہ وہ اکثر ریاست مین تکون کے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور اسکی اولاد صرف کیڑے ہوتے ہین کہ جو ایک ایک سکنڈ مین دس دس بیس بیس تیس تیس اسکے اندر سے نکلتے جاتی ہین کیا یہ عقل کے برخلاف ہے یا نہین کہ مادہ اور نر دونون نوع واحد مین داخل ہون اور انکے بچے ایسے ہون کہ اُس نوع سے بکلی خارج ہون ایسا ہی اگر چھپکلی کو (جسکو پنجاب مین کرلی کہتے ہین) درمیان سے کاٹا جاوے تو اُسکا نیچے اور اوپر کا دھڑ دونون الگ الگ تڑپتے ہین اور مضطربانہ حرکت کرتے ہین اگر بقول پنڈت یانند صاحب روح بھی جسم کی قسم ہے تو اس سے ضرور لازم آتا ہے کہ روح دو ٹکڑے ہو گیا ہو اور اگر روح کو جسم اور جسمانی نہین منسوب خیال کرین اور اُسکا تعلق جسم سے ایسا ہی مجہول الکیفیت و برتر از عقل و فہم خیال کرین جیسے روح کا حدوث برتر از عقل و فہم ہے تو پھر البتہ کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا مان پنڈت دیانند کا مذہب جڑھ سے اُکھڑتا ہے اسیطرح عقلمندونکی عقل ناقص کے تراش و خراش پر بہت اعتراض اُٹھتے ہین اور انکو آخر کار نہایت شرمساری سے مُنہ کے بل گرنا پڑتا ہے اور پھر انجام کار بہت خوار اور ذلیل ہو کر اسی بات کا اقرار کرتے ہین کہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا عجیب و غریب قدرتون کا احاطہ کرنا انسان کا کام نہین ع ہر چہ دانا کند کند نادان۔ لیک بعد از کمال رسوائی منیہ

بعلمی کا تقاضا ہے جو آپ تعلیم قرآنی کی نسبت ایسا خیال کر رہے ہین بلکہ تعلیم قرآنی مین جیسی واقعی اور
حقانی طور پر کیفیت روح اور اُسکے خواص بیان کیئے گئے ہین ایسا ہی زمین و سورج و چاند وغیرہ مادی اشیاء کی
نسبت قرآن شریف مین صحیح صحیح اور واقعی بیان مندرج ہے اور ایسے بلند و عمیق اسرار طبعی و ہیئت و طبابت
و دیگر لطایف فلسفہ اُسمین پائے جاتے ہین جنکی طرف کسی حکیم یا فلسفی کا ذہن سبقت نہین لیگیا اگر آپ
اسمین کچھہ بھی آزمائش کرنا چاہین تو حسب تحریک آپکے ہم ایک ہی رسالہ مین جیسا کہ قول گذشتہ مین ہم وعدہ
کر چکے ہین بطور مقابلہ وید و قرآن یہ دونون طور کے مسائل علم روح و مسائل علم اشیاء مادی قرآن شریف سے
لیکر بیان کر سکتے ہین مگر اُسی شرط متذکرہ بالا کے رو سے یعنے یہ کہ جسطرح ہم اپنے بیان مین قرآن شریف سے
باہر نہ جائین ایسا ہی بمقابل ہمارے آپ بھی کر دکھاوین اور آپ یاد رکھین کہ آپکی ساری باتین فضول اور
دعوی ہی دعوی ہین ورنہ وید تو خالق اور مخلوق مین بھی فرق نہین کر سکا پھر دوسری صداقتین کیا بیان
کریگا۔ ایک وید کا دعوی تناسخ ہی دیکھین یعنے جونون کا مسئلہ کسقدر مخالف طبعی و طبابت و ہیئت ہی
بموجب قرار داد وید کے جو لوگ نہایت درجہ کے ذلیل گناہ کرتے ہین وہ کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض
بنتے ہین اور انسان کی جون اُنہین کو ملتی ہے جنکا گناہ کچھہ خفیف ہو اب ایک محقق عقلمند سوچ سکتا ہے کہ
اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس سے لازم آتا کہ کیڑون مکوڑون کا کثرت سے پیدا ہونا ہمیشہ کثرت گناہون کے
تابع ہو حالانکہ یہ بات بہ بداہت نظر سراسر باطل معلوم ہوتی ہے کیونکہ خداتعالی کا قانون قدرت صاف صاف
یہی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر کیڑے مکوڑے اور مینڈکین اور چھوٹے چھوٹے پرندے اور دوسرے جانور موسم برسات
مین ہی پیدا ہوتے ہین تو کیا اب یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ خلقت خدا کی برسات کے دنون مین ہی کثرت
سے گناہ کرتی ہے کسی اور دنون مین نہین کرتی دیکھو یہ عقیدہ کسقدر علم طبعی کے برخلاف ہے۔ ایسا
ہی جمیع اطبا کی تحقیقات سے اکثری طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد اور عورت کی دو منیون کے ملنے سے
لڑکا لڑکی پیدا ہوتا ہے مگر دیانند صاحب فرماتے ہین کہ وید کے رو سے صرف عورت کا نطفہ جب حمل
ہو جاتا ہے اور روح شبنم کیطرح کسی بوٹے پر گرتی ہے اُسکو کوئی عورت کھا کر حاملہ ہو جاتی ہے دیکھو یہ کسقدر
منافی مسائل طبابت ہے۔ ایسا ہی وید مین یہ بھی لکھا ہے کہ اندر نے ایک رشی کی لڑکی کو حمل کر دیا بلکہ آپ
ہی اُسکے پیٹ سے پیدا ہو گیا۔ آپ لوگون کے بزرگ یہ بھی لکھ گئے ہین کہ بعض رشی کان کی راہ سے
بعض منہ کی راہ سے بعض کسی اور دوسرے حیوان کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہین ایسا ہی آپکا وید بہت سے

Checked 1987

ایسے خواص چاند اور سورج کی طرف منسوب کرتا ہے جنکی زمانہ حال کی نئی تحقیق نے صاف صاف بکمال ثبوت تکذیب کی ہے اگر ہم اسوقت وید سے نقل کرکے جو ہمارے سامنے رکھا ہے اُن سب باتون کو جو خلاف مسائل ثابت شدہ طبعی وطبابت وہیئت اسمین بھری پڑی ہین لکھین تو یہ رسالہ ایک بڑی کتاب ہوجائیگی اسلیئے بالفعل ہم اُن تمام امور کو اُس مستقل رسالہ پر موقوف رکھتے ہین جسکا ہم بشرائط متذکرہ بالا وعدہ کرچکے ہین ٭

قولہ - آج تک مسلمانون کو چاند وغیرہ کی حقیقت معلوم نہین کہ کب نکلتا ہے اور کب چھپتا ہے - ایک عید ہی آتی ہے تو سب مسلمان شبہ مین پڑجاتے ہین - کہ چاند کون سے دن نکلتا ہے ٭

اقول - بھلا غنیمت ہے کہ چاند وغیرہ کی حقیقت آپ لوگون نے تو اچھی طرح سمجھ لی ہے - اے ماسٹر صاحب مین نہین جانتا کہ اس قسم کی بیہودہ اور بے اصل باتون سے آپکا مطلب کیا ہے - اگر اس نکتہ چینی سے آپکا مدعا یہ ہے کہ عوام مسلمانون مین ایسے لوگ پائے جاتے ہین کہ علوم طبعی وہیئت سے بیخبر ہین تو مین کہتا ہون کہ اس وصف کے عوام الناس کس قوم مین نہین پائے جاتے بلکہ ہندون کے عوام پر تو گویا سادہ لوحی وہم پرستی عجائب پرستی ختم ہے ابھی کسی اخبار مین لکھا تھا کہ ایک ہندو صاحب نے ریل کو دیکھ کر جھک کر اُسے سجدہ کیا کہ تیرا دھن بل ہے تو ماتا دیوی ہے کیا اِن لوگون کی نسبت کہہ سکتے ہین کہ اُن کو بھی طبعی یا فلاسفی کی بو پہونچی ہے بھلا آپ ہی فرمایئے کہ ایسے خیالات کے مالک قریب قریب حیوانات کے ہین یا نہین - کیا جو لوگ آفتاب اور ماہتاب سے لیکر زمین کے تمام عناصر بلکہ پتھرون و بوٹیون تک بھی پرستش کرتے ہین اُنکو اس فلسفہ حقہ پر کچھہ اطلاع ہے کہ یہ سب چیزین مخلوق اور ایک صانع قادر کے قبضہ قدرت مین ہین نہ کسی کو نفع پہونچا سکتی ہین اور نہ کچھہ نقصان کرسکتی ہین ایسا ہی جابجا آریہ جون کے عوام کیا بلکہ خواص بھی علوم فلسفیہ سے بکلی بے خبر اور غافل محض پائے جاتے ہین دیکھو ایک طرف آریہ لوگون کی فلاسفی یہ بتلاتی ہے کہ گائے جو ایک حیوان ہے مسلہ آواگون کے رد سے کسی زمانہ مین برہمن کی قوم مین سے یعنے ایک برہمنی تھی اور پھر کسی پلید اور بڑے کام کے ارتکاب سے بعضے کہتے ہین کہ زنا کے باعث سے سزایاب ہوکر گائے کی جون مین آئی - اور پھر دوسری طرف دیکھو کہ اُسی مجرم فاسقہ عورت کے ہندون کے خیالات مین کسقدر تعظیم وتکریم جمی ہوئی ہے کہ گویا اُسی کی دُم پکڑ کر پار ہوجاتا ہے یان تک

اُسکی بزرگی تسلیم کی جاتی ہے کہ اُسکے عوض مین کسی انسان کا خون کرنا اُنکے نزدیک کچھہ بھی گناہ نہین بلکہ ثواب کی بات ہے اگرچہ ایسی ایسی حرکات کبھی کبھی اب بھی ہندو لوگ شوخی کی راہ سے کر بیٹھتے ہین چنانچہ گوکون کا بمقام امرتسر کئی قصابون کو بیرحمی سے قتل کرنا ایک ایسا تازہ واقعہ ہے جسمین کچھہ زیادہ مدت نہین گذری لیکن سکھون کے عہد حکومت مین تو بڑے زور شور سے بحکم حکام ایسی وارداتین ہوتی تھین سکھون کا دور حکومت پنجاب مین پچاس برس کے اندر اندر شروع بھی ہوا اور ختم بھی ہوگیا اُس زمانہ کی تحریرین اور واقفکارون کے بیانات تائیدی سے یہ پر درد ماجرا معلوم ہوتا ہے کہ اس حیوان کے کسی اتفاقی زخم لگ جانے پر یا کبھی کبھی کسی فاقہ کش کے ہاتھہ سے ذبح کئے جانے پر چار ہزار سے کچھہ زیادہ مسلمان متفرق مقامات اور وقعات مین زمانہ عملداری سکھون مین نہایت دردانگیز اور بیرحمی کے طریقون سے قتل کئے گئے اور جلائے گئے اور پھانسی دیئے گئے اور اُس سکھان شاہی مین ہمیشہ اس منحوس جانور کی حمایت مین ہندؤن سے ایسی ایسی ظالمانہ حرکتین ہوتی رہی ہین یہان تک کہ آخر مظلومون کی فریاد جناب الٰہی مین سنی گئی اور اس جانور اور اسکے حامیون پر منعم حقیقی کا غضب بھڑکا اور اُسنے عنان حکومت ہمیشہ کے لئے ہر یک زبان و مکان سے اُنکے ہاتھہ سے چھین لی اور ایک ایسی مہذب قوم کو ابر رحمت کیطرح دور سے لایا جسمین انسان اور حیوان مین فرق کرنے کی لیاقتین موجود ہین اور جسکو قابلیت رعیت پروری و ملکداری و قدرشناسی اشرف المخلوقات حاصل تھی اُس قوم فاتح اور قابل شکر (یعنی گورنمنٹ برطانیہ) کی حکومت پنجاب مین قایم ہونے سے سب مسلمان اُس عذاب سے رہائی پاگئے کہ جو بنی اسرائیل کی طرح ایک مدت مدید سے سکھون اور ہندؤن کے ہاتھہ سے اٹھاتے تھے اور وہ ہزارہا شریف انسانون کے خون جو اس ایک حیوان کے عوض مین اُس پر ظلم حکومت مین بہائے گئے تھے اسی طرح اُن ظالم سردارون کا نام و نشان بھی نہ رہا اور آخر اُن کے خونون سے بھی زمین سرخ ہوگئی اور گائے پر بھی جو کچھہ غضب الٰہی وارد ہوا اور اب تک ہمیشہ کے لئے وارد ہو رہا ہے اُسکے بیان کرنے کی تو کچھہ حاجت ہی نہین

تا دل مردان حق نامد بہ درد   ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

اب دیکھو کہ ایک لایعقل حیوان کو انسان سے بہتر جاننا اور پہلے آپ ہی اُس حیوان کو ایک فاسق عورت کی بگڑی ہوئی جون قرار دینا اور پھر اُسکی ایسی عزت کرنا کہ اُسکے ادنی زخم پر ہزارہا انسانون کے خون کرنیکو تیار ہو جانا یہ کس قسم کی فلاسفی ہے اگر تلاش کرو تو تمام دنیا مین ایسا وحشیانہ جوش ایک حیوان کے لئے

کسی قوم میں ہرگز نہیں پایا جائیگا جیسا کہ ہندوؤن گو گاٹے کے لئے ہے بعض متعصب برہمنون کو یہی کہتے سنا ہے کہ اصل مین گائے کا جرم تو خفیف ہی تھا مگر پرمیشر نے اسکو کسی مصلحت سے سخت سزا دیدی شاید یہ پردہ پوشی اور پرمیشر کو ظالم ٹھہرانا اس خیال سے ہے کہ اُنکے جھوٹا نہ زعم مین گائے دراصل اُنہین کی بہن بیٹے برہمنی ہے اور برہمن ویدون کے رو سے ایک ایسی چیدہ قوم ہے کہ کسی قسم کے گناہ بھی اُنکو معاف ہین اور اگر کوئی شودر ہوکر برہمن کی نسبت کوئی بُرا لفظ کہے تو منوسمرت مین لکہا ہے کہ اُسکی زبان چھید لی چاہے اور اگر ہندؤن مین سے بجز برہمن کسی دوسری قوم کا آدمی بے اولاد ہو تو شاسترون کا حکم ہے کہ اپنی عورت کو برہمن کے پاس بھیجدے اور وہ اُس سے ہم صحبت ہوکر اُسکے حاملہ ہوجانے کا فکر کرے ایسا ہی قریب تیس کے عجیب عجیب حقوق برہمنون کے ہین جنکو شاسترون نے کہیٹ بندوبست کی طرح برہمنون کے لئے قائم کر رکہا ہے چنانچہ منو شاستر اور دوسرے شاسترون کے پڑھنے والون پر پوشیدہ نہین اور برہمنون کا دعوے ہے کہ یہ سب باتین وید سے لی گئی ہین اور وید مین درج ہین اور باوا نانک صاحب تو سب پرانون اور شاسترون کو وید کی طرح ایشر کرت ہی یعنے خدا کا کلام ہی جانتے ہین جیسا کہ وہ اپنے گرنتھ مین لکھتے ہین :-

قدرت بید پوران کتیبان قدرت سرب بچار

یعنے بید پوران شاستر سب خدا کا کلام ہی ہے سو وہ لوگ جو سکھ ہوکر آریہ سماج مین داخل ہین اور دو دو ہاتھ کے برابر کیس سر پر رکھے ہوئے ہین اُنپر تو واجب ہے کہ اپنے گورو نانک صاحب کے شبد پر عمل کرکے سب پرانون کو ایشر کا کلام ہی سمجھین - غرض جب منوسمرت اور پرانون کے رو سے ایسی عزت اور ایسے حقوق برہمن کو حاصل ہین تو پھر درحقیقت ہندؤن کے پرمیشر نے بہت بیجا کام کیا کہ ایک برہمنی کو ایک ادنی گناہ سے سخت سزا دیدی درحقیقت ایسی سخت سزا دینے سے پرمیشر کی عدالت پر بڑا دہبہ لگتا ہے کہ اُسنے ایسی سنگین اور سخت سزا دی کہ غریب برہمنی کو اپنی اصلی صورت سے مسخ کرکے قیدیون کی طرح سخت اور خود غرض لوگون کے حوالہ کر دیا جنمین سے کوئی تو اُسکے بچہ کو بھوکا چھوڑ کر اُسکا دودھ پی جاتا ہے اور کوئی اُسکی ہڈیون اور چمڑہ کی فکر مین رہتا ہے اور کوئی اُسکے بچون پر جوا رکھکر دو ذات اُنکی جان کو مارتا ہے اور کوئی بار برداری سے اُنکو ریش اور مجروح کرتا ہے - غرض کوئی کسی طرح سے اور کوئی کسی طرح سے اُنپر ظلم کرتا ہے یہان تک کہ خود آریہ لوگ بھی اُسپر رحم نہین کرتے اور غلامون کیطرح

اسکی خرید اور فروخت جاری رکھنے مین اور ہمیشہ قید رکھکر سختی پر سختی کرتے رہتے ہین سوا اگر کاؤ کے
اُن بیہودہ واقعات کو بمقابل جنگلی چرندون اور پرندون کے دیکھا جائے یا دریا کے جانورون کے
مقابل پیہ وزن کیا جائے تو حقیقت مین صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پرمیشر نے گاے کو بڑی سخت سزا دی
ہے اور اگر یہ کہو کہ پرمیشر نے اسلئے یہ سخت سزا دی کہ تا آئندہ کوئی برہمنی ایسا برا کام کرے تو یہ جواب
بھی پوچ ہے کیونکہ اگر پرمیشر کا یہی مطلب ہوتا تو گاے کو انسان کی طرح زبان گویائی دیتا تا وہ برہمنون
کے گھر جاکر اپنی بہنون کو سمجھاتی کہ اے بہنون میرا حال دیکھو اگر تم ایسا کروگی تو تم بھی ایسا ہی پاؤگی پیارا
ایسا کرنا کہ پھر جب کبھی گاے آدمی کی جون مین آجاتی تو وہ تمام مصیبتین گاے بننے اور دکھ درد اٹھانے
کی اُسکو یاد دلا دیتا تا وہ پھر کبھی ایسا برا کام نہ کرتے سو جبکہ پرمیشر نے ایسی سخت سزا تو دی مگر کبھی الکریخیہ
ایسا نہ کیا کہ گاے کو زبان گویائی دیتا یا اُسے آدمی کے جون مین آنے کے بعد اُس پہلی مصیبت
جون کی اطلاع کر دیتا تو یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتک گاے کی جون کا انسداد نہین ہوا بلکہ اِس
گناہ کے نامعلوم رہنے کی وجہ سے اس حیوان کی نسل نے ایسی ترقی کی ہے کہ کروڑہا گائین زمین پر
پھیل گئی ہین اگر پرمیشر سے یہ بدانتظامی ظہور مین نہ آتی تو اس نابکار حیوان کی اسقدر ترقی کیون ہوتی بلکہ
گائون کا زمین پر نام ونشان نہ رہتا مگر اب بھی اس منحوس جون کے کاٹنے کے لئے ایک عمدہ تجویز خیال
مین گذرتی ہے اگر آریہ صاحبان اسکو پسند کرلین تو انکی کوشش سے بیلائق رسم برہمنی اس منحوس جون سے
مخلصی پاسکتی ہے اور وہ یہہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کی تمام گائون اور بیلون کو ایک ہی جگہ
اکٹھا کر کے ایک ہی دفعہ کسی تدبیر سے اس جہان فانی سے زاویہ عدم مین بھیجا جاوے اگر پھر بھی ہندون کا
پرمیشر کسی برہمنی کو ایسی سخت سزا دینے کی جرأت کرے تو اسکے ہم ذمہ دار ہین بشرطیکہ کسی اَور ملک سے
کوئی جوڑہ بیل اور گاے کا جدید طور پر نسل جاری کرنے کے لئے منگوایا نہ جاوے کیونکہ اگر آریہ صاحبان
ایسا کرین تو گویا پھر خود انکی مرضی ہے کہ اس منحوس جون سے کبھی برہمنون کو نجات نہ ملے غرض ہمنے ایک
نسخہ بتا دیا ہے آئندہ اسکا کرنا نہ کرنا آریہ صاحبون کے اختیار مین ہے ۔

اب ذرا عقلمند آریونکو شرمندہ ہونا چاہئے کہ انکو وید کی فلاسفی نے کسدرجہ کی مجنونانہ خیالات تک انکو پہنچا دیا ہے
کیا وید ودیا کی یہی تعلیم ہے کہ اول ایک حیوان کو بلادلیل وحجت ایک فاسقہ عورت قرار دینا اور پھر اُسے پلید اور نابکار جانور کی دودھ
پینے کے لئے رغبت دلانا ۔ اے بھائیو آریو! خدا تمہین سمجھ اور ہدایت بخشے تمہین ذرہ غیظ اور غضب کو الگ

کرکے سوچنا چاہئے اور عالمانہ اعتراض کا عالمانہ جواب دینا چاہئے کہ اگر حقیقت مین کوئی ایک نابکار اور سزا یافتہ عورت ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اُسکو متبرک اور قابل تعظیم سمجھا جاوے بلکہ اُسکی شکل دیکھنے سے بیزار ہونا چاہئے اور ڈرنا چاہئے اور دور سے توبہ توبہ کرنا چاہئے نہ یہ کہ اُسکو بابرکت خیال کرکے صبح اُٹھکر پہلے اُسی کا درشن کرین اور مرنیکے وقت وہی برہمن کو بھی سنکلپ کرکے دی جاوے اور اگر کسی آدم زاد کے ہاتھ سے اتفاقاً ایک ادنی زخم بھی اُسکو پہنچ جاوے تو جبتک اُس آدمی کے ٹکڑہ ٹکڑہ کرلین صبر نہ آوے کیا آپ کے وید کا یہی فلسفہ ہے کیا وید ودیا اسی کا نام ہے کیا اسی مشیخت سے مسلمانون کے عوام پر آپنے اعتراض کیا ہے کہ سورج اور چاند کی اُنہین کیفیت معلوم نہین بھلا آپ ہمین بتلا دین کہ قانون انصاف کا جاننا اور سمجھنا زیادہ مقدم ہے یا چاند اور سورج کا آپکے وید کے مسائل ایسے ہین کہ اُنہون نے نہ آپکے پرمیشر کی کچھ عزت بحال رکھی اور نہ انسان اور حیوان کا فرق قائم رکھا اور نہ قانون انصاف مین سے آپکو کوئی حرف پڑھایا جہان دیکھو بے انصافی ہے جس طرف نظر ڈالو ناحق پرستی ہے - اوّل خدا تعالے کو خالق اور رحیم اور کریم ہونے سے جواب دیا پھر اُسکے بندون کو ہمیشہ کی نجات سے محروم رکھا الہام کو خواہ نخواہ چار رشیون مین محدود کردیا الہامی کتاب کا نازل ہونا اسی آریہ دیس کا حق ٹھہرایا گیا سنسکرت پرمیشر کی زبان مقرر کی گئی - تمام مجاہدین اور عابدین کو خواہ وہ کیسے اخلاص سے ہی عبادت و بندگی کرین اُن چار وید کے رشیون کیطرح ملہم اور عارف باللہ ہونے سے ہمیشہ کے لئے جواب دیا گیا کیا یہ باتین قانون انصاف سے نکلی ہین کیا ان تعلیمون کا بانی مبانی منصف مزاج کہلا سکتا ہے کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ بات شان فیاضی الٰہی سے مناسبت رکھتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنی نبوت اور الہام یابی کا آریہ دیس کے چار رشیون کو ہی ٹھیکہ دے رکھے اور باقی تمام بندگان خدا اُسکے وسیع اور آباد ملکون کی ہمیشہ کے لئے اُس سے محروم ہین سو جس کتاب نے قانون انصاف یہ بتلایا ہے اُس سے دوسری صداقتون کی کیا امید رکھین تمام عارفون کے نزدیک سورج چاند اور دوسرے اجرام و اجسام کی شناخت سے اصلی غرض یہ ہے کہ تا اُن مصنوعات پر غور کرنے سے صانع حقیقی کیطرف خیال رجوع کر جائے لیکن جس مذہب مین خدائے تعالیٰ کو صانع کامل ہونے سے ہی جواب دیا گیا اگر اُس مذہب مین کوئی شخص طبعی اور ہیئت یا دوسرے علوم سے کسی قدر بہرہ بھی حاصل کرلے تو اُسے کیا فائدہ حاصل ہوگا یہ برکات قرآن شریف مین ہی ہین کہ اُسنے ان تمام علوم طبعی و طبابت و ہیئت وغیرہ سے خداشناسی کے لئے خدمت کی ہے سو حقیقت مین علوم مسلمانون کے

کام آتے ہین نزاریون کے جنہون نے خدا کو ہی خدائی سے جوابدے رکہا ہے ؀

اب ہم پہر اصل کلام کیطرف رجوع کرکے کہتے ہین کہ ابتک ہمنے ماسٹر مرلیدہر صاحب کے قول کی رد مین صرف عوام مسلمانون کے مقابل پر عوام ہنود کے خیالات علمی کو بغرض مقابلہ و موازنہ پیش کیا ہے لیکن اگر ماسٹر صاحب کا اپنی نکتہ چینی سے یہ مطلب ہے کہ عموماً کل مسلمان علوم طبعی و ہیئت سے بے بہرہ ہین اور یہ سب علوم ہندون کی وراثت ہے تو اس چہیڑ چہاڑ سے اور بہی ماسٹر صاحب کو شرمندہ ہونا پڑیگا۔ اہل اسلام وہ قوم ہے جنکو جا بجا قرآن مین یہی رغبت دی گئی ہے کہ وہ فکر اور خوض مین مشق کرین اور جو کچہہ عجائبات صنعت زمین و آسمان مین بہرے پڑے ہین اُن سے واقفیت حاصل کرین۔ مومنون کی تعریف مین خدا تعالے فرماتا ہے:-

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبہم ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا۔ یعنے مومن وہ لوگ ہین جو خدا تعالے کو کہڑے اور بیٹہے اور اپنے بسترون پر لیٹے ہوئے یاد کرتے ہین اور جو کچہہ زمین و آسمان مین عجائب صنعتین موجود ہین اُن مین فکر اور غور کرتے رہتے ہین اور جب لطائف صنعت الٰہی اُنپر کہلتے ہین تو کہتے ہین کہ خدایا تو نے اُن صنعتون کا بیکار پیدا نہین کیا یعنے وہ لوگ جو مومن خاص ہین صنعت شناسی اور ہیئت دانی سے دنیا پرست لوگون کیطرح صرف اتنی ہی غرض رکہتے کہ مثلاً اسی پر کفایت کرین کہ زمین کی شکل یہ ہے اور اُسکا قطر اسقدر ہے اور اُسکی کشش کی کیفیت یہ ہے اور آفتاب اور ماہتاب اور تارون سے اسکو اس قسم کے تعلقات ہین بلکہ وہ صنعت کی کمالیت شناخت کرنیکے بعد اور اُس کے خواص کہلنے کے پیچہے صانع کیطرف رجوع کر جاتے ہین اور اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہین اور پہر دوسری جگہ فرماتا ہے:-

یؤتی الحکمت من یشاء ومن یؤتی الحکمت فقد اوتی خیرا کثیرا۔ یعنے خدا تعالے جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسکو حکمت دی گئی اُسکو خیر کثیر دی گئی۔ پس سمجہنا چاہئے کہ ان آیات مین مسلمانون کو کسقدر علم و حکمت حاصل کرنیکی تاکید کی گئی ہے اور حدیث شریف مین بہی آیا ہے طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ یعنے علم کا طلب کرنا ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے ہان یہ سچ ہے کہ خدا تعالے نے احکام دین سہل و آسان

کرنیکی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقتون اور پیچیدہ باتون مین نہین ڈالا مثلاً روزہ رکھنے کے لئے یہ حکم نہین دیا کہ تم جبتک قواعد علمیہ نجوم کے رو سے یہ معلوم نہ کرو کہ چاند انتیس ۲۹ دن کا ہوگا یا تیس کا تب تک رویت کا ہرگز اعتبار نہ کرو اور انھین بند رکھو کیونکہ ظاہر ہے کہ خواہ مخواہ اعمال دقیقہ نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا یہ ناحق کا ہیچ اور تکلیف مالایطاق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابون کے لگانے مین بہت سی غلطیان واقع ہوتی رہتی ہین سو یہ بڑی سیدھی بات اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم و ہیئت دان نرہین اور چاند کے معلوم کرنے مین کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رویت پر مدار رکھین صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھین کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کرین اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقت مین عندالعقل رویت کو قیاسات ریاضیہ پر فوقیت ہے آخر حکمائے یورپ نے بھی جب رویت کو زیادہ تر معتبر سمجھا تو اس نیک خیال کی وجہ سے بتائید قوت باصرہ طرح طرح کے آلات دوربینی و خوردبینی ایجاد کئے اور بذریعہ رویت تھوڑے ہی دنون مین اجرام علوی و سفلی کے متعلق وہ صداقتین معلوم کرلین کہ جو ہندون بیچارون کو اپنی قیاسی اٹکلون سے ہزارون برسون مین بھی معلوم نہین ہوئی تھین اب آپ نے دیکھا کہ رویت مین کیا کیا برکتین ہین انہین برکتون کی بنیاد ڈالنے کے لئے خدا تعالے نے رویت کی ترغیب دی ذرہ سوچکر دیکھو تو کہ اگر اہل یورپ بھی رویت کو ہندون کی طرح ایک ناچیز اور بے سود خیال کرکے اور صرف قیاسی حسابون پر جو کسی اندھیری کوٹھری مین بیٹھ کر لکھے گئے مدار رکھتے تو کیونکر یہ تازہ اور جدید معلومات چاند اور سورج اور نئے نئے ستارون کی نسبت انہین معلوم ہوجاتے سو مکرر ہم لکھتے ہین کہ ذرا آنکھ کھولکر دیکھو کہ رویت مین کیا کیا برکات ہین اور انجام کار کیا کیا نیک نتائج اُس سے نکلتے ہین ۔

ماسوا اسکے خود یہ خیال کہ اہل اسلام تحصیل علوم طبعی و ہیئت وغیرہ سے بکلی بے بہرہ چلے آتے ہین ایسا متعصبانہ خیال ہے جس سے اگر ماسٹر صاحب ذرا انصاف پر آوین تو انہین بہت شرمندہ اور نادم ہوجانا چاہیئے ہمین اسجگہ کچھ ضرورت نہین کہ بات کو طول دے کر اہل اسلام کے علمی فضائل کا ثبوت دین - بلکہ اس مقام مین ہم صرف ان چند سطرون کا لکھنا مناسب سمجھتے ہین جو جان ڈیون پورٹ صاحب نے اپنی کتاب مین جسکا ترجمہ ہوکر موئد الاسلام نام رکھا گیا ہے

لکھیں ہیں سو وہ یہ ہیں ؛

صفحہ ۹۲ سے تا صفحہ ۹۸ عبارت کتاب جان پورٹ صاحب

مشہم صاحب کا قول ہے کہ مورخان معتبر کے نزدیک یہ بات قرار پاگئی ہے کہ دسوین صدی مین یوروپ نہایت درجہ کی جہالت مین پڑا ہوا تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ اس زمانہ مین اہل عرب (یعنی اہل اسلام) نے ملک ہسپانیہ و اٹلی مین بہت سے مدرسے جاری کئے تھے اور ان مدرسون مین ہزارہا طلباء عیسائی عربی فارسی اور حکمت کی تعلیم پاتے تھے اور پھر ان علوم کو مدارس اسلام سے لاکر عیسائی مدرسون مین جاری کرتے تھے ہمین اس بات کا اقرار کرنا چاہئے کہ تمام قسم کے علم یعنی طب و طبعیات و فلسفہ و ریاضی جو دسوین صدی سے یوروپ مین جاری ہوئے یہ سب اصل مین اہل عرب مسلمانون کے فلسفی مدارس سے سیکھے گئے تھے خصوصاً ہسپانیہ کے اہل اسلام بانی فلسفہ یوروپ خیال کئے جاتے ہین اہل اسلام کو علمی ترقی بھی ایسی ہی جلدی حاصل ہوئی جیسے انکو ملکون پر فتحین حاصل ہوئی تھین ۔ تسول سے اصفہان تک اہل عرب کا علم بہت جلد پھیل گیا اور بغداد اور کوفہ اور قاہرہ اور بصرہ اور قنیرا اور مراکو اور گوردوا اور گرنیدا اور ڈینشیا اور سول مین اہل عرب کی حکمت نے بہت جلد رواج پایا ۔ حقیقت مین اہل عرب مسلمانون نے تمام علوم کو نئے سر سے ترقی دی اور یونان اور روما کے علوم مین دوبارہ جان ڈالی ۔ نوین صدی سے چودھوین صدی تک عرب کے علم و فضل سے یہ نور حاصل ہوتا رہا اور اہل یوروپ کو تاریکی جہالت سے روشنی علم و عقل مین لایا ۔ اگر آٹھوان خلیفہ عبد الرحمان ہسپانیہ مین مدرسے اور مکتب خانے جاری نہ کرتا تو ہمین بے شک اہل عرب کے علم و فضل سے مطلق فائدہ نہ ہوتا کیونکہ بغداد اور بخارا اور بصرہ کے مدارس بہت مشہور تھے مگر وہ اسقدر دور تھے کہ طلباے یوروپ کو وہان جانے مین بہت وقت پڑتی تھی ۔ مذہب اسلام اپنی ترقی کے زمانہ مین ہی نہین بلکہ اپنی ابتدائی حالت مین ہی اور مذہبون کی نسبت علم کیطرف بہت مائل تہا آنحضرت نے خود فرمایا ہے کہ جس آدمی مین علم نہ ہو وہ قالب بے روح ہے یہ تمام عبارت جان پورٹ صاحب کی ہے جسکو ہمنے اسٹر صاحب اور انکے دوستون کے ملاحظہ کے لئے اسجگہ تحریر کیا ہے اس سے منصفین کو ایک محکم شہادت ملتی ہے کہ اہل اسلام ایک علم دوست قوم ہے جنکی فطرت و خمیر مین علم چلا آتا ہے اور جنکی شاگردی کے اہل یوروپ باوصف ہمہ فضائل علمی اقراری ہین پھر دیکھنا چاہئے کہ یہی صاحب ڈیون پورٹ اپنے رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۲ سے صفحہ ۳ تک قرآن

شریف کی بدین الفاظ تعریف و مدح کرتے ہین - چنانچہ اصل عبارت اُن کی لکھی جاتی ہے اور وہ یہہ ہے :-

"مُسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہین کہ عیسائیون نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہین دیکھی قرآن شریف مین صرف احکام مذہبی و تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہین بلکہ گبن صاحب کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے - قرآن مین قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہین اور وہ مسائل نجات روح و حقوق عامہ و حقوق شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ پر حاوی ہے منجملہ محاسن و خوبیون قرآن کے جسپر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے دو باتین نہایت عمدہ ہین اوّل قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جسمین خدا تعالی کا ذکر ہے اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہے - دوسرے قرآن تمام اُن خیالات سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیے جا سکتے ہین اور اُسکے تمام اصول ایسے ہین جو کوئی اُن مین سے خلاف عقل نہین مگر افسوس کہ یہ عیب یہودیون کی مقدس کتابون مین اکثر واقعہ ہین - اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسکے اصول مین سبکو اتفاق ہے اور کوئی ایسی بات نہین جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ مین نہ آوے" فقط

یہ بیان قرآن شریف کی نسبت تو جان ڈیون پورٹ صاحب کا ہے اور ایسا ہی کارلیل صاحب اپنی کتاب کی جلد ۵ صفحہ ۲۱۴ مین لکھتے ہین کہ "قرآن شریف کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پُر ہے" اب دیکھیے کہ یوروپ کے بڑے بڑے فلاسفر جنکے گھر مین گویا آج طبعی اور ہیئت نے جنم لیا ہوا ہے اور جو سورج اور چاند وغیرہ کی کیفیت آپ لوگون سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہین وہ کسقدر قرآن شریف کے معقولانہ مسائل کے قائل اور مداح ہین اور کیسی اپنی صاف طینتی کیوجہ سے صاف اقرار کرتے ہین کہ قرآن شریف کے مسائل علوم عقلیہ کے خلاف نہین ہین اور کوئی اُسمین ایسا اعتقاد نہین جو زبردستی ماننا پڑے پس جس حالت مین ایسے لوگ جو فلاسفی کے پتلے خیال کیے جاتے ہین قرآن شریف کے حکیمانہ طور و طریق کی کھلی کھلی شہادتین دیتے ہین تو پھر اگر آپ اے ماسٹر صاحب یا آپکا کوئی اور بھائی جنکی آنکھین انہین لوگون کے علوم پڑھنے سے کچھ کچھ کھلی ہین اور یہی لوگ آپکے معلم اور اُستاد ہین فضائل قرآنی سے انکاری رہین تو اس سے قرآن شریف کا کیا نقصان ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر یوروپ اور ایشیا کے تمام مخالف فضائل قرآنیہ سے انکار کرتے تو بھی کچھ نقصان کی بات

نہتی آفتاب بہرحال آفتاب ہی ہے چاہے کوئی اُسکی روشنی کا اقراری ہو یا نہو مگر یوروپ کے فاضل ورصاحب علم لوگ اسقدر قابل تحسین ہین کہ اُنہون نے بیسیون کتابین تالیف کرکے قرآن شریف کے بارہ مین شہادت حقہ کو ادا کر دیا ہے اور باستثنائے تم لوگان پادریون کی جو تنخواہین پاکر اسلام سے عناد رکھتے ہین باقی جسقدر واقعی دانا اور فلاسفر ہین اُن کے دلون مین دن بدن محبت اسلام کی پیدا ہوتی جاتی ہے لیکن آپ لوگون کی نسبت کیا کہین اور کیا لکہین اور کیا تحریر مین لاوین کہ ناحق بموجب سراسر عناد اور بخل کی راہ سے نکتہ چینیان کرتے ہین اور حقیقت مین آپ لوگون کے اعتراض ایسی رنگ کے ہین کہ جیسے ایک شخص قوافی سے ناواقف عروض سے جاہل تقطیع سے بے خبر ربط معانی و الفاظ سے بے تمیز ورشتی ن ونحافات کی شناخت سے ناآشنا محض بلکہ زبان دانی سے محروم مطلق یہ دعوے کر بیٹھے کہ سعدی حافظ شیرازی وظہیر فاریابی وفردوسی طوسی وانوری وسنائی وغیرہ شعرائے نامدار بالکل سخن گوئی وسخن فہمی سے ناواقف ومحروم مطلق تھے اور اسپر دلیل یہ پیش کرے کہ مین اُنکے اشعار کو سمجھہ نہین سکتا پس آپ لوگون کا یہی حال ہے خدا تعالی رحم فرماوے۔

قولہ - جو لوگ روح اور مادہ کی حقیقت کو سمجھتے ہین وہ جانتے ہین کہ یہ سرشتی کرم جسکو مرزا صاحب بہت ہی چہوٹے اور حقارت کے لفظون مین جوڑنا جاڑنا تحریر فرماتے ہین اتنا بڑا اور عالی شان کام ہے کہ اسکو سوائے اُس بیچون سرکمبہ اور دانائی کامل کے کوئی نہین بنا سکتا بنانا تو درکنار اُسکی چہوٹی سی چہوٹی چیز کی بابت کہ یہ کسطرح بنی لاکھ کا یکرون مین سے ایک لاکہوان حصہ بھی نہین سمجھہ سکتا۔ اگر یہ ایسا حقیر کام ہے جسکو صرف جوڑنا جاڑنا کہا ہے تو مرزا صاحب یا کوئی اور شخص جو دعوے کرتا ہو یا مرزا صاحب کی سمجھہ مین بڑا طاقت والا ہو تو بڑی چیزون نباتات وغیرہ کو تو کیا بناویگا - ایک دانہ گندم یا باجرہ کا ہی بنا کر دکہلاوے یا کچھہ تھوڑی بہت اُس کی کاریگری کے اصول ہی سمجھاوے ✤

اقول - ہائے ماسٹر صاحب! آپ کدھر کو کھسک گئے ذرا اوّل غور کرکے میرے سوال کو تو سمجھا ہوتا سخن فہمی ہی تو آپ ہی پر ختم ہے مینے آپکو کب اور کسوقت کہا تھا کہ خدائے قادر مطلق کی مانند کوئی دوسرا شخص بھی کوئی صنعت بنا سکتا ہے یا بجز اُسکے کوئی صنعت کا کام اُسکے کامون سے مشابہ ہوسکتا ہے یہ اعتقاد تو آپ لوگون کا ہی ہے جسپر مینے اعتراض کیا تہا یعنے آپ لوگ ہی تو یہ بات کہتے ہین کہ جو صنعتین

عالم غیب سے ظہور پذیر ہوے ہین جنکو دانشمند لوگ کسی ناقص کی طاقت سے برتر سمجہہ کر ایک صانع کامل
اور قادر اور حکیم اور حی قیوم کیطرف منسوب کرتے ہین وہ تمام صنعت کے کام بزعم آپ لوگون کے اُس
خداوند کامل اور قادر کے ہاتہہ سے نہین نکلے بلکہ اُن مین سے صرف جوڑنا جاڑنا اُسکا کام ہے اور باقی سب
حکمت اور صنعت کے کام اور طرح طرح کے خواص عجیبہ جو ارواح اور اجسام کی ذات مین پاے جاتے ہین وہ
سب بقول آپکے قدیم سے خود بخود چلے آتے ہین جنکا کوئی موجد اور خالق نہین اور نہ خالق کی اُنکو کچہہ حاجت
وضرورت ہے سو آپکے اِسی عقیدہ پر مین معترض ہوا تھا اور اِسی وجہ سے مین نے آپکو جواب لکہنے کی تکلیف
دی تھی کہ جسحالت مین آپ نے روحون کے وجود کو جن مین ایسی عجیب صنعتین اور خاصتین پائی جاتی ہین
جو اجمالی طور پر تمام دنیا کے عجائبات پر مشتمل ہین خود بخود بغیر حاجت پرمیشر کے مان لیا ہے ایسا ہی آپ نے
اجسام کو اور اُن کے تمام خواص کو جو اُن مین پاے جاتے ہین خود بخود تسلیم کر لیا ہے تو پھر صرف جوڑنے
جاڑنے کے لئے جو ایک ادنی کام ہے کیون پرمیشر کے وجود کی ضرورت ٹھہری سو آپ سوچین کہ کیا اِس
سوال کے جواب مین یہی لکہنا مناسب تھا جو آپ نے لکہا مین متعجب ہون کہ آپ اِس سوال کے جواب پر
کس غرض اور کس خیال سے یہ بحث لے بیٹھے کہ ایک دانہ گندم یا باجرہ بھی کوئی دوسرا شخص بغیر پرمیشر کے
نہین بنا سکتا مین آپ سے پوچھتا ہون کہ اگر کوئی دوسرا شخص گندم یا باجرہ کے دانہ بنانے سے عاجز
ہے تو کیا ایسا شخص اُن عجایب حکمت وصنعت کے کام کرنے پر قادر ہو سکتا ہے جو روحون مین پائی جاتے
ہین پھر جس حالت مین کوئی شخص اُن عجایب حکمت وغرائب صنعت کے کامون پر جو روحون یا اجسام مین
پاے جاتے ہین مقابلہ کرنے کی قدرت وطاقت نہین رکھتا تو پھر اگر آپ تالیف اجسام یعنے خدا تعالے
کے جوڑنے جاڑنے کو بوجہ بے نظیر ہونے اُس فعل کے صانع کے وجود کی دلیل ٹہراتے ہین اور اِسی دلیل
سے یعنے تالیف اجسام سے ایک مولف کی ضرورت سمجہتے ہین تو پھر روحون مین بھی بوجہ اولی آپکو ماننا پڑیگا
کہ اُسجگہہ بھی ایک موجد کی ضرورت ہے کیونکہ جب دو چیزین ایک ہی صورت اور شکل کی ہون تو جو احکام ایک پر
صادر ہون وہی احکام دوسرے پر بھی صادر کرنے پڑینگے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور جب ایک جگہہ
آپ اِسبات کو روا رکھ لینگے کہ اگرچہ یہہ کام بے نظیر اور انسانی طاقتون سے بالاتر ہے مگر پھر بھی خود بخود
ہے اور پرمیشر کے بنانے کی اُسمین ضرورت نہین پڑی تو پھر اُسی صورت اور شکل کے کام کی نسبت دوسری
جگہ آپ کیونکر کہہ سکتے ہین کہ اُسمین پرمیشر کی خواہ نخواہ ضرورت پڑ گئی ہے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اگر

پرمیشر کے وجود کی ضرورت ہے تو دونون طور کے کامون مین ہوگی نہین قہ ان مین سے کسی کام کو لئے بھی اُسکی ضرورت ثابت نہین چاہئے یہ کیسا مکابرہ ہے اور کس قسم کی منطق ہے کہ آپ تالیف اجسام مین تو یہ دعویٰ کرتے ہین کہ جو کچھہ خدا تعالیٰ سے جوڑنا جاڑنا ظہور مین آیا ہے وہ بے نظیر ہے اور انسان اُسکی مثل بنانے پر قادر نہین اسلئے اُس تالیف سے ایک مؤلف کی ضرورت ثابت ہوتی ہے لیکن جب آپ کی خدمت مین یہ عرض کیا جاتا ہے کہ وہی بے نظیری اور انسانی طاقتون سے بالاتر ہونا اُن عجائبات قدرت مین بھی پایا جاتا ہے جو روحون مین ہین تو تب آپ اُسطرف سے منہ پھیر لیتے ہین اب تعجب ہی آپکی اِس سمجھہ پر روئے یا ہنسے کہ آپ دو چیزون کے مشترک استحقاق کو دیکھ کر ایک چیز کو پرمیشر کی مصنوعیت سے باہر کہہ لیتے ہین اور دوسری چیز کو جو ایک ادنی اور عارضی کام ہے اپنے پرمیشر پر تہاپتے ہین ۔ مگر ایسا کبھی نہین ہو سکتا اور کسی طور کی حجت آپکے اس مطلب کی تائید نہین کر سکتی کہ تمام عالم مین سے آدھا حصہ خود بخود اور آدھا پرمیشر کا محتاج ہے اور یہ جو ہمنے ابھی لکھا ہے کہ اجسام کو جوڑنا جاڑنا ایک ادنی کام ہے* ہمنے اِسلئے لکھا کہ درحقیقت جوڑنے جاڑنے سے کوئی نئی خوبی حاصل نہین ہوتی بلکہ وہی خواص ارواح و اجسام جو روحون اور جسمون مین چھپے ہوئے تھے کھلے کھلے طور پر نظر آجاتے ہین جیسے ایک تصویر کو جب ایک مصفا شیشہ کے اندر رکھا جائے تو نہایت صفائی اور خوبی سے نقوش اُس تصویر کے ظاہر ہو جاتے ہین سو یہ بات ہرگز نہین ہے کہ تصویر کو آئینہ مین رکھنے سے خود آئینہ کوئی ایسا نقش اُسمین زیادہ کر دیتا ہے جو پہلے اُس مین موجود نہ تھا بلکہ وہی نقوش جو پہلی تصویر مین موجود تھے اور مصور کے ہاتھ سے نکلے تھے ۔ اُنہین کو آئینہ نہایت عمدگی اور صفائی سے نمایان کر دیتا ہے سو مین کہتا ہون کہ اگر اجزاء صغار اجسام مین بطور خود وہ کشش اتصال کی خاصیت نہوتی جس سے وہ اکٹھے رہ سکتے ہین تو آپکا پرمیشر جو خالق اشیاء وہ خواص اشیاء نہین ہے کیا کر سکتا تھا اور اگر آفتاب کے باریک ٹکڑون مین جو بقول آپکے خود بخود ہین اپنی ذات مین ہی روشن ہونے کی خاصیت نہ پائی جاتی تو کیونکر اور کس قوت سے پرمیشر اُن سب کو اکٹھا کر کے نیر اعظم بنا لیتا سو جاننا چاہئے کہ اگر خدا تعالیٰ مین ایجادی قدرت نہین یعنے اُسنے تمام چیزون اور اُنکے خواص کو عدم محض سے پیدا نہین کیا تو صرف بعض بعض ترکیبین نکالکر خواص موجود مبالغہ سے کام لینا کوئی بڑی بات نہین ۔ انسانون مین سے بھی تو صناع لوگ اپنے علم خواص کے مطابق طرح طرح کی ترکیبین اور صنعتین نکالتے رہتے ہین * ہان صرف اتنا فرق ہے کہ جسکو علم خواص

* حاشیہ ۔ ابتک دانشمند لوگون نے کہ کچھہ خواص ارواح و خواص اجسام و اوضاع پر اطلاع پا کر اور

اشیار زیادہ ہوا اُسنے زیادہ ترکیبین نکالین اور جسکو کم ہوا اُسنے کم نکالین بہرحال بنی آدم نے بلاشبہ حیرتناک کام کر دکھائے ہین اور جہان کہین اُنکو کوئی خاصہ جدیدہ اشیار مادی اور اُنکی اشکال و اوضاع یا اُن کے باہم اختلاط و امتزاج کا ملگیا ہے وہین اُنہون نے اُسی ذریعہ سے کوئی کل یا آلہ بنا ڈالا ہے چنانچہ سارا جہان انسان کی عجیب عجیب دستکاریون سے بہرا ہوا نظر آتا ہے اگر تم گھر مین بیٹھے ہوئے اپنے گھر کی تمام ضروریات و اسباب خانہ داری پر نظر ڈالو اور جائداد غیر منقولہ سے لیکر ایک ایک چیز منقولہ پر نظر اُٹھا کر دیکھو تو تمہین معلوم ہوگا کہ وہ سب چیزین جو تمہارے امور معیشت مین کام آتے ہین انسان کی دستکاریان ہین ایسا ہی بری و بحری سفرون مین جو کچھہ انسان نے اپنی فکر و غور سے صنعتین ایجاد کی ہین وہ سیاحون اور واقفکارون پر پوشیدہ نہین ہے

بقیہ حاشیہ علوم طبعی و ہندسہ سے مدد لیکر صدہا عمدہ عمدہ کلین و ترکیبین نکالی ہین اور جیسے جیسے انسان کا علم وسیع ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے وہ صنعت سازی مین ید طولی حاصل کرتا جاتا ہے۔ ریل کا بخاری طاقت سے چلانا۔ تار کا بنانا۔ چھاپہ کی ترکیبین ایجاد کرنا کیسی کیسی مفید صنعتین ہین جنسے گویا تمام بنی آدم کو فائدہ پہنچ رہا ہے ایسا ہی انسان نے دوسرے چھوٹے چھوٹے کامون مین صدہا طور کی کلین ایجاد کر لی ہین ہر قسم کی عمدہ عمدہ گھڑیان جو خود بخود وقت بتلاتی ہین۔ سینے کی مشین۔ آٹا پیسنے کی کل۔ کپڑا بننے کی کلین۔ برف بنانیکی کل دودھ مین پانی کی آمیزش شناخت کرنیکا آلہ۔ بجلی کا صندوقچہ۔ خود بخود چلنے والا پنکھا۔ طاؤس جو چابی دینے سے مثل زندون کے چلتا اور پھرتا اور ناچتا ہے۔ مرغی کرک جو کنجی دینے سے چلتی ہے۔ بکرا و کتا جو کنجی دینے سے چلتا ہے باجہ دار کرسیان جو کنجی دینے سے چند عرصہ تک باجہ بجتا رہتا ہے ایسا ہی صدہا اور کلین چھوٹی بڑی ہین جو حال کے صناعون نے تیار کری ہین اور بمبئی اور کلکتہ اور اکثر دیگر مقامات مین سوداگرون کی دکان پر بکتی ہین اور یورپ کے اکثر کاریگر دانتون کی جگہ دانت اور آنکھ کی پتلی کی جگہ آنکھ کی پتلی اور ٹانگون کی جگہ ٹانگ اور بالون کی جگہ مصنوعی بال لگا کر گذارہ چلا دیتے ہین۔ بعض حکیمون نے چاند بنا کر اور چڑھا کر محدود حد تک اُسکی روشنی سے کام لیا ہے۔ بعض نے پرند بنا کر کنجی دینے سے ایک حد تک اُنہین اوڑا کر دکھلا دیا ہے اور بعض نے مینہہ برسنے کی ترکیب نکالی اور کسی حد کے اندر اندر مینہہ برسا دیا ایسا ہی قسم قسم کے پھول اور پھل اور موتی و دیگر جواہرات ایسے بنائے گئے ہین جو دیکھنے والون کو حیران کر دیا ہے اور ابھی انسانون کی صناعیت کی کچھہ انتہا نہین کیونکہ وہ ترقیات غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے جنکی تحصیل کے لئے وہ ہمیشہ مشغول ہے ۞

اب ہمارا مطلب یہ ہے کہ اگر ہندؤن کے پرمیشر مین بھی صرف اتنی ہی خوبی ہے کہ مادی وغیر مادی اشیاء کے خواص جو اُسے معلوم ہین اُنہین مین دست اندازی کرکے اور بعض اشیاء کو بعض سے جوڑکر صنعتین نکالتا ہے تو یہ کچھہ بڑی بات نہین اور اسصورتمین تو ہمین اُسکی ساری خدائی کی حقیقت معلوم ہوگئی اور ظاہر ہوگیا کہ اسمین اور انسان مین صرف علم کی کمی بیشی کا کچھہ فرق ہے اور ممکن ہوگا کہ انسان بھی اپنے معلومات مین ترقی کرتا کرتا کسی وقت پرمیشر ہی بنجاوے - جس حالت مین شہد کی مکھی مین بھی یہ ہنر پایا جاتا ہے - کہ وہ ایسی عقلمندی سے شہد بناتی ہے کہ کوئی انسان اُسکی نظیر بنانے پر قادر نہین پھر اگر ہندؤن کے پرمیشر مین ایجادی قدرت نہین تو اگر اُس شہد کی مکھی کیطرح صرف جوڑنا جاڑنا اُسکا بے نظیر بھی ہوا تو بھلا یہ کیا کمال ہوا - اسجگہ کوئی انجان یہ دھوکا نہ کھاوے کہ آریہ سماج والے تو اسبات کو مانتے ہین کہ گو پرمیشر پیدا کرنے پر قادر نہین لیکن وہ اجسام اور ارواح کے جوڑنے جاڑنے سے طرح طرح کی مفید چیزین تو بناتا ہے جیسے اُسنے چاند بنایا سورج بنایا زمین کو عمدگی سے بچھایا انسان کو آنکھین دین کان دیئے قوت ناطقہ بخشی سو کیا ایسے ایسے عجائب کامون سے اُسکی قدرت ثابت نہین ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھہ علمی وسعت پر موقوف ہے ایجادی قدرت جو کسی شئے اور اُسکے خاصہ کو عدم سے پیدا کرنیکو کہتے ہین وہ اسیقدر فعل سے ہرگز ثابت نہین ہوسکتی بلکہ وہ تب ہی ثابت ہوتی ہے کہ جب ساتھ اُسکے یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ خدا تعالی صرف اشیاء کا جوڑنے جاڑنے والا نہین بلکہ وہ اُن تمام اشیاء اور اُنکے جمیع خواص کو پیدا کرنیوالا بھی ہے کیونکہ اگر ایسا تسلیم نہ کیا جاوے اور خدا تعالی کا صرف اسیقدر اختیار و قبضہ مانا سمجھا جاوے کہ وہ بعض اشیاء کو بعض سے پیوند کرکے اُنکو اصلی خواص کو متجلی کرکے دکھا دیتا ہے تو اس سے صرف اُسکے معلومات کی فراخی ثابت ہوتی ہے نہ قادریت کاملہ وجہ یہ کہ جب جمیع اشیاء خود بخود قدیم سے موجود مان لیجاوین تو ساتھہ ہی یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اُن اشیاء کے خواص بھی جو بحالت بساطت مخفی طور پر اُن مین پائے جاتے ہین یا بحالت ترکیب کھلے کھلے طور پر اُن سے ظہور مین آتے ہین وہ بھی سب قدیم ہی ہین گو ہم اُن پر اطلاع پاوین یا نہ پاوین - مثلاً خدا تعالی نے جو آنکھون کو نہایت عجیب طور سے بنایا ہے سو اسمین یہ خیال نہین ہوسکتا کہ آنکھون کی صرف مجموعی ترکیب کے پیدا ہونیکے بعد خاصہ رؤیت اُسمین پیدا ہوگیا ہے بلکہ صحیح فلاسفی اس مین یہ ہے کہ جو کچھہ مجموعی ترکیب مین رؤیت پیدا ہونیکا نتیجہ نکلا ہے وہ نتیجہ مخفی طور پر اُن تمام اجزا مین پایا جاتا تھا جو پیچھے سے رطوبات و طبقات اور عصبہ مجوفہ وغیرہ کی

شکل پر متشکل ہو گئے جنکو آریہ لوگ قدیم اور انادی اور پرمیشر کے دست قدرت سے بالاتر خیال کرتے ہین چنانچہ اسبات کو پنڈت دیانند صاحب بھی اپنے وید بہاش مین مانتے ہین اور اپنا اعتقاد یہی ظاہر کرتے ہین کہ نیستی سے ہستی کبھی نہین ہوتی جو ہے وہی ظہور مین آتا ہے اور جو نہین وہ کبھی ظہور مین نہین آسکتا پس اسجگہ اُنہون نے آپ ہی تسلیم کرلیا ہے کہ ترکیب اشیا دینے جوڑنے جاڑنے مین کوئی ایسی نئی بات پیدا نہین ہوتی جو پہلے نیست محض ہو اور پھر نیستی سے اسکی ہستی ہو گئی ہو بلکہ وہی خواص قدیمہ ظہور مین آتے ہین کہ جو اول ہی سے الگ الگ جزون مین مخفی طور پر موجود تھے اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ترکیب اشیا مین انہین خواص کا ظہور بروز ہوتا ہے جو پہلے ہی سے الگ الگ ہونیکی حالت مین اُن اشیا مین چھپے ہوئے ہوتے ہین تو اس صورت مین ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ اگر مثلاً پرمیشر نے انسان کے جسم کی آنکھ بنائی اور جو اجزا ء کار آمد آنکھ کے الگ الگ موجود تھے انہین ایک جگہ اکٹھا کرکے کام لیا تو ایسے بنانے مین اُسکی کون سی بڑی بھاری خوبی ثابت ہوگئی کیونکہ دراصل سب اجزا جن سے آنکھ بن سکتی تھی پہلے ہی سے موجود تھے ہان ظہور اُس خاصیت کا اس خاص ترکیب اور وضع پر موقوف تھا سو پرمیشر نے اپنی علمی وسعت سے اُس خاص وضع و شکل پر اطلاع پاکر اُس خاصہ قدیم کو جو بغیر [illegible] پرمیشر کے پایا جاتا تھا ظاہر کرکے دکھلا دیا پس اگر پرمیشر کا اتنا ہی منصب اور اسیقدر اُسمین لیاقت ہے کہ وہ خواص اشیا پر وسیع اطلاع ہونیکی وجہ سے تراکیب مختلفہ مین اُن خواص کو ظاہر کرتا رہتا ہے تو اُسمین اور دوسرے صناعون مین کونسا بڑا فرق ہے صرف اتنا ہوا کہ وہ کچھ ہنر مین زیادہ اور دوسرے اُسکے چھوٹے بھائی ہوئے ۔

قولہ ۔ رہا مادہ سو وہ چیز ہے جسکو ہندی مین جڑ پدارتھ کہتے ہین جسمین ارادہ یا طاقت ہلنے جلنے کی نہین غرض یہ دونون چیزین (روح و مادہ) جو دنیا مین موجود ہین جنکو مرزا صاحب نے ایک دہریہ کیطرف سے پیش کیا تھا ایسی ثابت ہوئین کہ مرزا صاحب کے جوڑنے جاڑنے سے بالکل عاجز و بیخبر ہین اور انادی ہونیکی صورت مین خود بخود انکا جوڑ جاڑ نہین ہوسکتا سو اس سے کسی تیسرے بڑی شان والے اور جوڑنے والے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے وہ وہی ہے جسکو مین سچدانند سروپ اور مرزا صاحب خدا تعالےٰ کہہ رہے ہین ۔

اقول ۔ اے ماسٹر صاحب آپکی سمجھ اور فہم کی نسبت کیا کہون اور کیا لکھون ۔ کچھ ایسے سوئے کہ پھر جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر ۔ صاحب من میرا سوال تو یہ تھا کہ جس حالت روح اور جیسی مادہ جنکے ذاتی خواص سے

فلسفہ مین کتابین بھری پڑی ہین بقول آپ لوگون کے خود بخود ہین تو پھر دوسری چیزین جو اپنی مصنوعیت
مین روح اور مادہ کے عجائب اور پر حکمت وجود سے کچھ زیادہ نہین ہین کیون محتاج صانع سمجھے جائین آپ
اسکا جواب دیتے ہین کہ جوڑنا جاڑنا بجز پرمیشر کے خود بخود نہین ہو سکتا تو گویا آپ یہ مذہب ہوا کہ پیدا ہونا
بجز خدا کے خود بخود ہو سکتا ہے مگر جوڑنا جاڑنا بغیر اسکے ممکن نہین سو اسی مذہب پر مین اعتراض کرتا ہون
مین آپ سے پوچھتا ہون کہ کیا بڑا بھارا کام پیدا کرنا ہے یا جوڑنا - ظاہر ہے کہ پیدا کرنا ہی بڑا بھارا کام ہے
سو جب آپ لوگون کی عقل عجیب نے اسبات کو روا رکھ لیا کہ تمام ارواح و مواد معہ جمیع خواص و عجائبات انکے
کے بغیر پیدا کرنے کسی پیدا کنندہ کے خود بخود قدیم سے ہین تو آپ پر لازم آتا ہے کہ آپ بعض اشیاء کے کا
بعض سے خود بخود جوڑے جانا بھی روا رکھ لین کیونکہ جوڑنا جاڑنا اصل ایجاد اشیاء کی نسبت ایک ناکارہ کام
ہے سو بوجہ اولی خود بخود ہونا چاہئے میرا تو یہ مذہب نہین ہے کہ جوڑے جانا یا پیدا ہونا خود بخود ہو سکتا ہے
تا مجھے آپ بار بار کہین کہ کوئی دانہ گندم یا دانہ باجرہ ہی بنا کر دکھاؤ مین تو آپ کے ہی مذہب پر رد کرتا ہون
کہ جس حالت مین ایک دانہ گندم یا ایک دانہ باجرہ نہ خود بخود بن سکتا ہے نہ اسکو کوئی دوسرا بنا سکتا ہے
تو کروڑہا اور بیشمار روحین اور بیشمار جسم کے ٹکڑے کیونکر خود بخود سمجھے جائین آپ سوچکر دیکھ لین کہ آپ نے اتنے
ورق تو سیاہ کئے مگر ان چیزون کے خود بخود ہونے پر دلیل کون سی پیش کی اور جبکہ آپ نے کل حکمت وجودون
کا جو عالم مین پائے جاتے ہین خود بخود بغیر ایجاد پرمیشر کے ہونا بغیر دلیل کے مان لیا ہے تو پھر بھی خفیف تالیف
اجسام یعنے جوڑنے جاڑنے پر کیون نہین لگایا - بیشک واقعی امر تو یہی ہے اور کسی عقلمند کا دل اسبات سے
انکار کرنے کی طرف مائل نہین کہ خدا تعالی کے کام بے نظیر ہین مگر آپ لوگ کب انہین بے نظیر سمجھتے ہین
آپ لوگون کے وید پر یہ بات سیاہ سے سیاہ دھبّہ ہے بڑھکر کہ جو ذات کل فیضون کا مبدء ہونا چاہئے اسکو
ایسا گھٹاتے گھٹاتے نکمّا کر دیا کہ بس خاک مین ملا دو - سو چاہئے آریہ صاحبو سوچو! کیا آپ لوگون مین سے
کوئی بھی ایسی روح نہین کہ جو ذرہ دل کو آلائش تعصب سے پاک کر کے سوچے - اس سوال پر غور کرو کہ وہ چیز
جسے ربوبیت کہتے ہین وہ کیا ہے؟ اسبات کو ذرہ دل لگا کر جانچو کہ خدا کس بات کا نام ہے؟ قوم کیا ہے
برادری کیا چیز ہے؟ کوئی کسیکا نہین آؤ خدا سے ڈرو اور ایسی باتین منہ پر مت لاؤ جن مین اس بے انتہا
طاقتون والے کی توہین ہے کیا تمہین یہ بات کہتے کچھ بھی شرم نہین آتی کہ ہماری روحین بھی بلکہ ہمارے
جسم کا ذرّہ ذرّہ پرمیشر کیطرح خود بخود ہی حق ظاہر ہو گیا اور مخلوق ہونے کی تہمت پر گری ہو چکی اب خدا کا ثبوت

ہونے سے مت بھاگو۔ ؛

قولہ - کوئی دہریہ یہ عذر پیش کرسکتا ہے کہ جوڑنا جاڑنا پرمیشر کیطرف سے نہین بلکہ اتفاقی طورسے ہوگیا ہے مگر ہم کہتے ہین کہ اتفاقی طور پر خودبخود باہم ملجانا پرکرتی کا سبھاؤ نہین ہے کیونکہ اُسمین حرکت کرنے کی طاقت نہین۔ رہا جیو یہ اگر اتفاقی طور پر ملسکے تو نہین اسکا نمونہ ظاہر ہونا واجب ہے اور اگر لوگ موجودہ طریقہ ہی اپنا ثبوت پیش کرین (یعنے یہ کہین کہ پرمیشر کو جوڑتے جاڑتے کسنے دیکھا ہے جو کچھہ ہو رہا ہے طبعی طور پر خودبخود ہو رہا ہے سو یہی نمونہ کے لئے کافی ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ گو پرمیشر کو جوڑتے جاڑتے کسی نے نہین دیکھا مگر اتفاقی طور پر ملنے والی چیزون مین انتظام اور کاریگری اور تعلقات ضرور یہ نہین ہوا کرتے جواب موجود ہین لہذا ثابت ہے کہ ان چیزون کا جوڑے جانا خودبخود نہین بلکہ انکا جوڑنے جاڑنیوالا بڑا منتظم کامل قدرت والا ہے ✦

اقول ۔ ماسٹر صاحب آپ دہریہ یعنے خدا تعالی کے منکرون سے کیون جھگڑا لے بیٹھے درحقیقت آپ لوگ تو تمام ارواح اور اجسام کے ذرہ ذرہ کی نسبت یہی مانتے ہین کہ انکا وجود اتفاقی طور سے ہے یہہ نہین کہ کسیوقت پرمیشر نے انکو پیدا کیا ہے سو جبکہ آپنے روحون اور اجسام کے ذرہ ذرہ کا ہونا خود ہی اتفاقی طور سے مان لیا تو پھر آپ تو دہریون کے ایسے مددگار ہوئے جنکا انہین شکر کرنا چاہئے تو پھر اُن سے جھگڑا کرنیکا کیا موجب اور بحث مباحثہ کی کیا وجہ - یار صادق اور دوست موافق سے بھی کوئی لڑتا جھگڑتا ہے ✦

کسی کتاب مین لکھا ہے کہ ایک شخص ایک جگہ سے زنا کرکے یا شراب پیکر نکلا اور نکلتے ہی اُسنے شیطان پر لعنت بھیجی شیطان بھی اُسوقت پاس کھڑا تھا اُسنے بہت محبت اور نرمی کی راہ سے کہا کہ اے بھائی تو تو درپردہ بکلی میرے موافق اور میرا مددگار اور فرمان بردار اور میری مرضی کے موافق کام کرنیوالا ہے تو پھر کیا وجہ کہ بظاہر میرے پر لعنت بھیجتا ہے اور مجھ سے ناراض ہوتا ہے اسی طرح آریہ سماج والون کیحالت ہے کہ درحقیقت وہ لوگ دہریہ مذہب پھیلانیکے لئے بڑی کوشش کر رہے ہین اور اُن کوششون کے لحاظ سے دہریون کے بڑے لائق خدمت گذار انہین سمجھنا چاہئے لیکن بظاہر دہریون سے ناراض ہین یہہ ناراضگی اُس قسم کی ہے جو ہمنے مثال مذکورہ بالا مین بیان کی ہے بھلا جسحالت مین جو بات دہریون کے عین مدعا اور مراد تھی یعنے کوئی چیز خدا کی پیدا کردہ نہین سب چیزین خدا کی طرح قدیم اور غیر مخلوق ہین

دہ بات تو اِن لوگون نے آپ ہی مان لی اور اپنے مذہب کی بنیاد قرار دی تو پہر باقی کیا رہ گیا اونٹ تو نکلا گیا اب اگر دم باقی رہ گئی ہے تو اُسکے اندر جانے مین کونسی مشکلات ہین ہان آپکو اپنے دہرلون بہائیون سے بلکہ موجد حقیقی کے ماننے والون کے ساتھ بحث کرنی چاہئے اور اُنکو بطور مددگار لانا چاہئے اور دیکھا بہی گیا ہے کہ بعض آریہ ناچار ہوکر دہریون سے مشورہ لیتے ہین تا کسی طرح خود بخود اور غیر مخلوق ہونے پر کوئی دلیل نکل آوے مگر اے ماسٹر صاحب آپ لوگ ہزار مخلوق ہونے سے کنارہ کش ہون ہم تو آپکو بندہ خدا بناکر چہوڑینگے آپ کبتک بہاگینگے اور کدہر بہاگین گے اور کہان جائینگے بہلا اس تقریر سے جو مقولہ متذکرہ بالا مین آپ نے کی ہے کونسا اثر ہمارے اعتراض پر پڑا بجز اسکے کہ آپ اپنے ہی قول سے آپ ہی قائل ہوگئے کہ جن چیزون مین انتظام اور کاریگری اور تعلقات ضروریہ پائے جاتے ہین وہ خود بخود نہین ہوسکتین پس دیکھو اجزار لایتجزی مین جنکو ہندی مین پرکرتی کہتے ہین) خاصیت کشش اتصال پائی جاتی ہے تب ہی تو بجز قسر قاسر کسی جسم کے اجزاے متفرق نہین ہوسکتے اور کشش اتصال تعلقات ضروریہ کی جڑھ ہے - کیونکہ اگر جز لایتجزی یعنے پرکرتی مین قوت کشش اتصال نہ پائی جاتی تو پہر جسم کے اجزا مین باہمی تعلقات پیدا ہونا اور بعض جزون کا بعض سے ملجانا اور ملے رہنا ممتنع اور محال ہوتا اور روحون کے وجود مین جسقدر صنعت صانع اور کاریگری پائی جاتی ہے وہ تو ہم کسیقدر بیان کر چکے ہین اور آئندہ بھی انشاءاللہ کسی موقعہ پر بیان کرینگے - اور جیسے خدا تعالے نے اجزا لایتجزی مین کشش اتصال رکھی ہے ایسا روحون مین بہی قبولیت تعلق جسم کے لئے ایک قوت اور استعداد رکھی ہے یعنے روحون مین بہی اجسام کی کشش اتصال کی طرح قبولیت تعلق جسم کی ایک قوت پائی جاتی ہے جس سے وہ بلا نفرت و کراہت جسم سے ایسے طبعی طور پر تعلق پکڑ لیتے ہین جیسے ایک محب اپنے محبوب سے یا ایک عاشق اپنے معشوق سے تعلق پکڑ لیتا ہے جس تعلق کا صدمہ موت سے چہوڑنا اور مفارقت اختیار کرنا اُنپر بالطبع شاق اور ناگوار گذرتا ہے سو یہ انتظامی امر ہے جو حکیم مطلق نے روح اور جسم کے باہم ملانے کے لئے پہلے سے قائم کردیا ہے اگر روحین اتفاقی ہوتین اور کوئی اُن کا پیدا کرنیوالا نہ ہوتا تو پہر کوئی وجہ نہین تہی کہ بیشمار اور کروڑہا روحین مین سے کوئی ہی ایسی روح نہ پائی جاتی جو مناسبت تعلق بالجسم سے خالی اور اُسکے برخلاف ہوتی پہر اگر اتفاق سے یہ مصیبت پیش آجاتی کہ پرمیشر کو سب روحین ایسی ہی حالتین جن مین قوت قبولیت تعلق جسم نہ پائی جاتی تو اس صورت مین پرمیشر کیا کرسکتا کس کار گیر

کہنا کہ اِن تمام روحون کو توڑ کر جتنے سر ے مجھے ایسی روحین بنا دے جن مین تعلق بالاجسام کی قوت پیدا
ہوجائے سوائے لیجئے وہ سب باتین کاریگری وانتظام وغیرہ کی جو آپ نے ابھی بیان کی تھین وہ روحون
اور جسم کے ٹکڑون مین پائی گئین جس سے بقول آپکے واجب ہوا کہ اُن کا کوئی موجد ضرور ہو سو لو صاحب
اب تو آپ پر اقبالی ڈگری ہو گئی ۔

اخیر پر ہم آپکو یہ بھی اطلاع دیدینا مناسب سمجھتے ہین کہ آپکا یہ دعوی جو آپ کہتے ہین کہ اگر تمام ارواح اور
جسمی پارون کو مع جمیع عجائب وغرائب خواص اُن کے خود بخود بغیر پیدا کرنے کسی پیدا کنندہ کے سمجھ
لین جیسے اصول آریہ سماج کا ہے یعنے یہ خیال کرلین کہ ارواح و مواد اجسام معہ جمیع خواص اپنے کے خود بخود
ہین تو اس سے اثبات صانع مین کوئی حرج عائد نہین ہو سکتا بلکہ جوڑنا جاننا جسکے آریہ سماج والے قایل ہین
اثبات صانع کے لیئے کافی ہے یہ تقریر آپ کی صاف ثابت کرہی ہے کہ آپ مین فطرتی طور پر مادہ ثبوت
غیر ثبوت کی شناخت کرنیکا نہایت ہی کم ہے یعنے آپکی غلطی اقوال متذکرہ بالا مین کھولدی ہے دانشمند
کے لئے تو اُسی قدر کافی ہے لیکن مین محض خیر خواہی کے رو سے آپکو ایک نصیحت کرتا ہون کہ اگر آپکو بحث
مباحثہ کا شوق ہے تو کسی سے ایک رسالہ منطق کا ضرور پڑھ لیجیے۔ یہ کام مباحثات مناظرات کا بڑا نازک
کام ہے اِسکے انصرام کے لئے صرف جوش ہی کافی نہین ہے اتنا تو ہو کہ انسان دعوی اور دلیل مین فرق معلوم
کرسکے اور بیہودہ دعوون کو دلیل کے محل پر استعمال نہ کرے۔ بہلا خیال فرمادین کہ میرے اعتراض کے جواب
مین جو آپ نے لکہا ہے کہ گو ارواح و اجزاء صغار اجسام یعنے جیو اور پرکرتی اور اُنکے تمام خواص اور تمام
کاریگری کی باتین جو اُن مین پائی جاتی ہین وید کے رو سے سب غیر مخلوق اور انادی ہین جنکو پرمیشر کا ہاتھ
بھی نہیں لگا مگر تاہم فقط جوڑنے جاڑنے سے پرمیشر کا پرمیشرپن ثابت ہوتا ہے یہ جس قسم کی تقریر ہے اگر آپکو
قوانین استدلال کی طرف رد کیا جائے تو کونسی شکل صحیح منطقی اس سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر کچھہ یاد ہے تو بہلا
پیش تو کرین ماسٹر صاحب آپکو یہ بات بری لگے آپ مدلل غیر مدلل کی شناخت سے بکلی بیخبر ہین آپکے مُنہ
سے کوئی معقول بات کیا خاک امید رکھین آپ تو خواہ نخواہ اپنی قوم کو شرمندہ کررہے ہین تو ہم ہی روحون کے
مخلوق ہونے پر شکل اوّل جو بدیہی الانتاج ہے بنا کر سناتے ہین اُسپر غور کرو اور اپنے بیجا دعوون سے باز آؤ
اور وہ شکل یہ ہے۔ موجودات عالم مین سے روحین ایسی چیزین ہین جن مین ہزارہا
عجائب قدرت وحکمت پائے جاتے ہین۔ اور کل ایسی چیزین عالم کی چیزون

ہین سے جن مین عجائب قدرت وحکمت پائے جائین۔ اُن کا ایک موجد
قادر وکامل وحکیم ہونا ضروری ہے نتیجہ یہہ نکلا کہ روحون کا ایک موجد
قادر وکامل وحکیم ہونا ضروری ہے۔ ثبوت مفہوم صغریٰ کا یعنے اسبات کا کہ موجودات
عالم مین سے روحین ایسی چیزین ہین جن مین ہزارہا عجائب قدرت وحکمت پائے جاتے ہین اس طرح پر
ہوتا ہے کہ نقیض اُسکی یعنے یہہ کہ روحون مین کوئی اعجوبہ قدرت وحکمت کا نہین پایا جاتا بدیہی البطلان ہے
اور دنیا کی ذی علم قومون مین سے کوئی قوم بھی اسبات کی قائل نہین کہ ارواح عجائبات قدرت وصنعت
الٰہی سے خالی ہین بلکہ علم الہیات کے جاننے والے اس باریک صداقت تک پہونچ گئے ہین کہ دنیا
کی تمام مخلوقات مین جو خواص متفرقہ ہین وہ سب روحون کے وجود مین یکجائی طور پر پائے جاتے ہین
پس صغریٰ اس شکل کا نہایت بیّن الثبوت ہے ثبوت کبریٰ کا یعنے اس قضیہ کا جو کل ایسی چیزین عالم
کی چیزون مین سے جن مین عجائب قدرت وحکمت پائے جائین اُنکا ایک موجد قادر وکامل وحکیم ہونا
ضروری ہے اسطرح پر ہے کہ اگر بعض چیزین عالم کی چیزون مین سے جو عجائب قدرت وحکمت سے بھری
ہوئی ہین ایسی بھی ہون جنکا کوئی موجد ہونا ضروری نہین تو پھر کسی چیز کو کسی موجد کی ضرورت نہین
رہیگی کیونکہ اسبات کی صحت پر کوئی دلیل قائم نہین ہوسکتی کہ ہم ایسی چند چیزون مین سے کہ اپنی وجوہ
احتیاج موجد مین بکلّی ہمرنگ اور مساوی ہین بعض چیزون کو بلا دلیل مستغنے عن الموجد قرار دیدین اور دوسری
بعض چیزون کو بلا دلیل اپنے وجود مین موجد کی محتاج سمجھ لین بلکہ ہمپر لازم ہوگا کہ اگر عالم کی چیزون مین سے
کسی ایک چیز کی نسبت بھی یہ حکم دین کہ وہ با وجہ پرحکمت کا مون کے جو اُسکے وجود مین پائے جاتے ہین
کسی موجد کی محتاج ہے تو یہی حکم اُسکے باقی ہمشکل چیزون کی نسبت بھی جو عالم مین پائے جاتے ہین صادر
کرے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی پس بالضرورت شکل ہذا کے کبرے کا مفہوم بھی سچا ماننا پڑا جس سے
صداقت اس نتیجہ کی کھلگئی کہ روحون کا ایک موجد کامل وقادر وحکیم ہونا ضروری ہے اور یہی مطلب تھا
جاننا چاہئیے کہ یہہ دلیل مخلوقیت ارواح دہریہ کے مقابل پر نہین بلکہ آریہ سماج والون کے ملزم اور لاجواب کرنے
کے لئے ہے کہ جو عالم کے ہمرنگ وہم خاصیت چیزون مین سے بعض کو جو صرف جوڑنا جاڑنا ہی ایک صانع
قادر وحکیم کا فعل خیال کرتے ہین اور بعض دیگر کو جو اُس فعل سے بڑھکر قدرت وحکمت الٰہی پر دال ہے مصنوع
اور مخلوق ہونے سے باہر سمجھتے ہین لیکن دہریہ کے مقابل پر الگ دلائل ہین جو ہماری کتاب براہین مین

اپنے موقع پر مندرج ہین اسجگہ تو صرف آریہ سماج والون کو اُنکی مُنہ زوری پر متنبہ کرنا ہے ٭ کہ وہ کیسے
طریقہ مستقیمہ و دلایل منطقیہ سے بے راہ چل رہے ہین اور وید کی محبت مین ایسے مست و مدہوش ہو گئے کہ خداداد
عقل اور فہم کو یک لخت کھو بیٹھے مگر انہین یاد رکھنا چاہیے کہ اب وید پر چلنے چلانے کا زمانہ نہین ہے اب
ان باتون پر زور دینے سے کہ ہم قدیم سے خود بخود ہین ہماری روحین اور ہمارے جسمی مادہ کا کوئی رب نہین جلد تر
وید پر وبال آئیگا حال کی ذریت ایسی موٹی عقل کی نہین کہ اُنکو ان تعلیمون پر طفل تسلی دے سکین کہ بغیر دخل
مالک الملک کے تمام روحین اور ذرہ ذرہ اجسام کا خود بخود قدیم سے چلا آتا ہے بلکہ وہ تو پورا پورا فیصلہ
کرینگے یا تو اپنے باپ دادون کے خیالات کو کسی ٹھکانہ لگا کر ٹھیک ٹھیک دہریہ بن جائینگے اور یا اگر

٭ حاشیہ ٭ اس جگہ اگر کوئی آریہ بطور نقض کے یہہ عذر پیش کرے کہ خود خدائے تعالیٰ کی ذات بہی
عجائب قدرت و حکمت پر مشتمل ہے تو کیا اُسکے لئے بہی کسی موجد کی ضرورت ہے اسکا جواب یہی ہے کہ ہم
ابہی شکل اول کے دونون مقدمات مین جن سے مخلوقیت روحون کی ثابت ہوتی ہے موجودات کے لفظ کو
اسی لحاظ سے عالم کے لفظ سے مشروط اور مقید کر چکے ہین یعنے موجودات عالم کا لفظ لکہہ کر اس بات کیطرف
اشارہ کر چکے ہین کہ یہ دلیل فقط موجودات عالم کے متعلق ہے یعنے اُن چیزون کے متعلق ہے جو عالم مین
داخل ہین لیکن خدائے تعالے عالم سے باہر ہے اور خدا تعالیٰ کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ اُسکی ذات مین
بہی طرح طرح کی طاقتین اور قوتین اور عجائب صفتین پائی جاتی ہین اسلئے اُسکا بہی کوئی موجد چاہیے یہ
خیال اُنہین لوگون کے دلون مین اُٹہتا ہے جنکو معرفت الٰہی سے ایک ذرہ بہی حصہ نہین کیونکہ خدا تعالے
کے وجود کی نسبت یہ تو پہلے ہی ماننا پڑتا ہے کہ وہ ایک ایسا وجود ہے کہ جسکی ذات اور ذاتی طاقتین
اور قوتین اور کامل صفتین غیر محدود اور غیر متناہی ہین جو کسی تحدید اور کسی دائرہ عقلی یا قیاسی یا وہمی مین نہین
آسکتین اور یہ بہی ابتدا ہی سے قبول کیا جاتا ہے کہ اُسکا وجود سب وجودون پر غالب اور سب وجودون
سے افضل اور سب وجودون سے اوّل اور اُسکی طاقتین سب طاقتون سے بڑہکر ہین اور اُسکی قوتین سب
قوتون سے زیادہ تر اور اُسکی کامل صفتین سب صفتون سے اکمل اور اتم ہین اور یہ بجائے خود ثابت
کیا گیا ہے کہ تمام ایسے وجودون کے لئے جو محدود اور مقید اور ناقص اور ناتمام ہین ایک ایسے وجود
کی ضرورت ہے جسکو من کل الوجوہ کمال تام ہو اور حدود اور قیود سے پاک اور برتر ہو۔ پس جبکہ اُسکو
کامل تام اور غیر متناہی اور غیر محدود اور سب برترون سے برتر مان لیا گیا ہے اور تمام ناقصون کا مبدء

سعادتمند ہوئے تو رب العالمین پر ایمان لائینگے اور اپنی مخلوقیت کا اقرار کر لینگے مگر دونوں صورتوں میں وید کے پنجہ سے نکلجائینگے وہ وقت گذر گئے جب لوگ وید کے کہے کہانے سے چاند سورج کی پوجا کرتے تھے اور اگنی کے آگے ہاتھہ جوڑتے تھے اور ہندوستان کے تمام عجائبات کو معبود بنا رکھا تھا اب وید کا نیک وقت شاید اُس زمانہ میں آوے کہ جب پھر لوگ ویسی ہی موٹی عقل کے ہوجائیں کہ جیسے وہ وید کے زمانہ میں تھے مگر پھر اِس تنگ و تاریک حالت کیطرف زمانہ کا پلٹا کھانا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا اُس زمانہ میں بڑے بڑے بوڑھے پنڈت یہ خیال کرتے تھے کہ کوہ ہمالہ کے پرے اور کوئی ملک ہی نہیں اور یہ اعتقاد کیا گیا تھا کہ چونکہ ہمکو تمامی جاندادو پرمیشر کی بہی آریہ دیس ہے اِسلئے پرمیشر کو اس اپنی جاگیر سے بڑی محبت ہے اور اُسنے

بقیہ حاشیہ فیوض اُسکو ٹھہرایا گیا تو پھر اُسکی نسبت یہ خیال کرنا کہ اُسکا بھی کوئی موجد ہونا چاہئے یہ غایت درجہ کی وحشیانہ جہالت اور بڑے طور کی نادانی ہے کیونکہ اگر وہ کسی اور موجد کا محتاج ہے تو پھر وہ اِسصورت میں نہ کامل رہ سکتا ہے نہ غیر محدود حالانکہ اُسکی خدائی کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ اُسکو کمال تام حاصل ہو اور اُسکی ذات حدود اور قیود سے منزہ اور پاک ہو غرض اس بات کا قائل ہوکر کہ وہ غیر متناہی اور سب طاقتوں سے بڑہکر اور کامل تام ہے پھر یہ خیال کرنا کہ باینہمہ اُسکو کسی موجد کی بھی ضرورت ہے گویا نقیضین کو جمع کر لینا ہے کیونکہ جب پہلے ہی اُسکی ذات پر ایمان لانے کے وقت صحت ایمان اسی بات پر موقوف ہے کہ اُسکو اکمل و اتم اور بے انتہا اور ہر یک ضعف اور نقصان سے خالی سمجھا جائے تو پھر یہ خیال کہ اُسکا کوئی موجد ہونا چاہئے اُس صفت ایمان سے بکلی انکار اور کنارہ کشی ہے اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ مخلوق کی نسبت خالق کا اعلےٰ ہونا لازم ہے اور جبکہ ہم اُسے ذات اکمل و اتم کو خدا کہتے ہیں جس سے اعلےٰ کوئی نہیں تو اُسکو خود بخود ماننا پڑا الغرض انتہائے درجہ کا کامل خیال کرنا تحقیق خدائی کے لئے واجب ہے اور انتہائے درجہ کے کمال کو خود بخود ہونا لازم پڑا ہوا ہے۔ یہ قاعدہ کہ ہم پر حکمت چیز کو دیکھ کر جس میں طرح طرح کی عجائب صنعتیں پائی جاتی ہیں ایک صانع حکیم کا ایجاد اُسکو سمجھتے ہیں یہ تو اُن اشیاء عالم سے متعلق ہے جنکا ناقص ہونا اوّل ہم ثابت کر لیتے ہیں اور جنکا محدود اور مقید ہونا اور اپنی تکمیل ذات کے لئے غیر کیطرف محتاج ہونا ولائل کاشفہ سے ہم پر کھلجاتا ہے تب جو جو کاریگری کے کام ایسے ناقص وجودوں میں پائے جاتے ہیں اُنکی نسبت بطور یقین اور قطع کے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ اُن عجائب کاموں کا کرنیوالا ضرور درپردہ موجود ہے جو قادر حکیم و کامل ہے اور یہ بھی ہر ایک پر واضح ہے کہ ہم عالم کی چیزوں میں سے جتنی چیزوں کے وجود پر نظر ڈالکر ایک موجد

ہمیشہ کے لئے آریوں کو ٹھیکہ دے رکھا ہے کہ ہمیشہ میرا کلام تم ہی میں آئیگا سنسکرت میری زبان ہوگی آریہ دیس میرا دیس ہوگا اور وید میرا ہمیشہ کلام ہوگا اوروں سے مجھے کیا غرض اور کیا واسطہ لیکن اس زمانہ میں ایک دس برس کا بچہ بھی کچھ تھوڑا سا جغرافیہ پڑھکر معلوم کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی زمین کیسی کیسی آبادیوں پر مشتمل ہے اور کیونکر کروڑہا رنگارنگ کی مخلوقات پردۂ زمین پر آباد ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ نے کیسی اُن کو عقل میں فہم میں دنیا میں دین میں آریوں کی نسبت بہت زیادہ ترقیات بخشی ہیں کیا اتنے بڑے جہان کا مالک ایک خسیس اور بخیل آدمی کی طرح ہمیشہ کے لئے ایک خاص ملک تک اپنے فیوض الہامی محدود رکھ سکتا ہے پھر وہ الہام جس پر اسقدر ناز ہے یعنے وید عجیب قسم کا الہام ہے کہ اول سے آخر تک بجز مخلوق پرستی کی بات نہیں

بقیہ حاشیہ کامل و قادر کا انہیں محتاج پاتے ہیں یا انکی نسبت حکم صادر کرتے ہیں کہ ان موجودات کا کوئی موجد چاہئے وہ سب ایسی چیزیں ہیں جو کسی نہ کسی طور سے بلا واسطہ وسائل دیگر ہماری نظر اور فکر کے آگے محسوس اور معلوم الوجود ہوتے ہیں بجز ایک ذات پروردگار جلشانہ کے جو ہم اُسکے وجود کو بغیر ذریعہ وحی یا مصنوعات کے جو اپنے صانع پر دلالت کرتے ہیں اور کسی طرح شناخت ہی نہیں کر سکتے سو درحقیقت اُسکا وجود اور چیزوں کے وجود کی طرح معلوم التعین نہیں تا کہ اُسکے موجد اور تعین کنندہ کا خیال دل میں گذر سکے بلکہ وہ تمام مصنوعات پر غور کرنیکا ایک ضروری نتیجہ ہے جو اپنی ذات میں خیال اور قیاس اور گمان اور وہم سے بلند تر و برتر ہے۔ غرض اُسکا وجود اور چیزوں کی طرح نہیں بلکہ اُسکے وجود سے مراد وہ آخری وجود ہے جو تمام چیزوں پر نظر ڈالنے کے بعد اُسکی ضرورت ثابت ہوتی ہے سو جس خاص طور سے اُسکا وجود تمام عالم کی انواع شناخت سے الگ پڑا ہوا ہے وہی طور خاص اس بات کو سمجھا دیتا ہے کہ اُسکے لئے موجد کا ہونا ممتنع اور خلاف عقل ہے اور بجز اُسی کی ذات کامل اور غنی مطلق و غیر محدود کے اور کسی چیز کو ہم ایسی نہیں دیکھتے جو داغ نقصان اور احتیاج الی الغیر سے خالی ہو اور دوسری طرف ہم اُسکے غیر میں یہی دیکھتے ہیں کہ کیا ارواح اور کیا اجسام اپنی ذات اور صفات میں طرح طرح کے پُرحکمت خواص اپنے وجود کے اندر رکھتی ہیں اسلئے ہمکو ایسے مصنوعات پر نظر ڈالکر بضرورت ماننا پڑتا ہے کہ کسی صانع قدیم و حکیم و قادر کامل کے ہاتھ سے یہ سب چیزیں نکلی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی نسبت جو اپنی ذات میں کامل اور احتیاج غیر سے منزہ اور غیر محدود اور غیر متناہی طاقتوں والا ہے یہ خیال پیدا نہیں ہوتے کیونکہ غیر متناہی سے بڑھکر اور کون ہوگا جو اُسے پیدا کرنیوالا ہوگا اسلئے عالم کی چیزوں کے ساتھ اُسکا قیاس نہیں کیا جاتا بلکہ وہ تو لا یدرک ذات ہے جو تمام عالم کی

گویا پنڈت دیانند نے تاویلات میں بہت کوشش کی مگر کوئی کجی کو سیدھا ظاہر کرنے میں کہاں تک ٹکریں
مارے آخر کچھ بھی نہ ہوسکا وید کی تعلیم مخلوق پرستی کے ایک ایسے مقام میں تو نہیں کہ چھپ سکے وہ تو سارا
انہیں خیالات سے بھرا ہوا ہے۔ تمام دنیا کے پردے میں گھوم آؤ۔ تمام قوموں کو پوچھکر دیکھ لو کوئی
قوم ایسی نہ پاؤ گے کہ جو وید کو چھپے اور پھر اُسکو موحدانہ تعلیم سمجھے ہم سچ سچ کہتے ہیں اور زیادہ باتوں میں
وقت کھونا نہیں چاہتے کہ جو کچھہ قرآن شریف کے ورق ورق سے توحید کے معارف آفتاب عالمتاب کی
طرح ظاہر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص وید کے ہزار ورق سے بھی نکالکر دکھلا دے تو ہم ابھی مان جائیں کہ ان
ویدوں میں توحید ہے اور جو چاہے حسب استطاعت ہم سے شرط کے طور پر مقابلہ بھی کرلے ہم سچ بیان کرتے ہیں منہ

بقیہ حاشیہ۔ یہ چیزیں ان پر نظر ڈالنے کے بعد ضروری طور پر ماننا پڑتا ہے با لحاظ عقل یا بہ ثبوت کے طور پر
موجود اسطرح لا یدرک طور پر پایا گیا ہے اُسی کامل برتر از عقل و فہم کا نام خدا ہے سوائے اسکے تمام موجودات
کی ایجاد کی نسبت تو وہ اپنے الہام کے ذریعہ سے آپ دعویدار ہوگیا اور پاک الہاموں کی معرفت میں ہوکر
اُسنے کلام کیا کہ جو کچھہ نظر آتا ہے جو خالی نقصان سے نہیں اُس سب کا موجد میں ہی ہوں جو کامل ہوں
اور یہ ملہم لوگ ایسے نادرالوجود نہیں جو صرف چار ہی ہوں اور کوئی پانچواں نہ ہو بلکہ بیشمار ہوئے ہیں اور
آئیندہ بھی ہمیشہ الہامات کا دروازہ کہلا ہوا ہے اور ہریک شخص صراط مستقیم پر قدم مارنے سے جو قانون
تحصیل رضیات الٰہی ہے حسب وسعت حوصلہ و استعداد اپنے کے الہامات کو پاسکتا ہے اور مکالمہ و مخاطبہ
الٰہیہ سے مستفیض ہوسکتا ہے غرض جس حالت میں خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے الہام کے قدیم سے انا الخالق
کا دعوی کرتا چلا آیا ہے اور ہریک روح بوجہ اپنے نقصان ذاتی اور احتیاج ایک رب کے جو تدارک اُس
نقصان کا کرے اپنے نفس میں اُسکی ضرورت بھی پاتی ہے تو اسصورت میں اُس ذات کامل الصفات کا
خالق ہونا بدیہی الثبوت ہے لیکن اُس خالق حقیقی کے لئے کوئی اور خالق تب تجویز کیا جائے
جب اول کوئی اُسکے سر پر دعویدار اُٹھے کہ اُسکا میں خالق ہوں اور اُسکو مغلوب اور محکوم
کرکے دکہلاوے مگر جب کہ ان تمام باتوں میں سے کوئی بات بھی ثابت نہیں اور من کل
الوجوہ خدائے تعالیٰ کامل الذات والصفات اور اپنی ذات میں واحد لاشریک اور
درحقیقت سب برتروں سے برتر ہے تو پھر ایسا خیال سراسر دیوانگی اور حماقت ہے۔
منہ

خدائے واحد لاشریک کی قسم کھا کر کہتے ہین کہ ہم بہرحال ادائے شرط مقررہ بپنجطور سے فیصلہ کرنا چاہتے ہین حاضر ہین لیکن ناظرین خوب یاد رکھین اور اے آریہ کے نوعمرو گرفتارو تم بھی یاد رکھو کہ وید مین ہرگز توحید محض نہین ہے وہ جابجا مشرکانہ تعلیم سے مخلوط ہے ضرور مخلوط ہے کوئی انکار بھی نہین کر سکتا اور زمانہ آتا جاتا ہے کہ اُسکے سارے پردے کھلتے جائین سو تم لوگ اُس خدا سے ڈرو جسکی عدالت سے کسی طرح روپوش نہین ہو سکتے ۔

آریہ سماج والون مین نانک صاحب کے چیلے بھی کچھ کچھ داخل ہین انہین ہم بطور خاص نصیحت کرتے ہین کہ تمہارے گورو صاحب نے جابجا وید سے نفرت کی ہے اور جہان تک اُنکی عملی حیثیت تھی انہون نے دین اسلام کے حقائق کو پسند کیا ہے بلکہ ایک صاحب نرائن سنگھ نام گرنتھ خوان واعظ نے ایک سو سے زیادہ آدمیون کے مجمع مین ہمارے روبرو بیان کیا کہ وہ بعض اوقات اعمال عبادت بھی اسلامی طور پر بجا لاتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درپردہ حق کے قبول کرنے کے لئے بہت کچھ تیار ہو گئے تھے ۔ وہ اپنے گرنتھ مین فرماتے ہین کہ جو ہمیشہ خود بخود بغیر کسیکی پیدا کرنے کے چلا آیا ہے وہی پرمیشر ہے اُن کا یہ شبد ہے تھاپیا نہ جائے کیتا نہ ہوئے آپے آپ نرنجن سوئے جو بغیر کسیکی پیدا کرنے کے خود بخود قدیم سے چلا آیا ہے وہی خدا ہے - اب دیکھو کہ اگر روحون کو قدیم اور خود بخود مانا جائے تو اس تعریف کے رو سے اُن سب روحون کا خدا ہونا لازم آتا ہے تو پھر پرمیشر کی کیا تعریف ہوئی جس مین سارا جہان داخل ہے اور اگر ہم اس تعریف کو غلط اور خلاف عقائد ہنود سمجھین اور یہ خیال کرین کہ نانک صاحب نے بوجہ نہ ہونے علم وید کے اپنے پرمیشر کی ایسی تعریف کر دی ہے جو صریح وید کے اصولون کے برخلاف ہے تو اس مین نانک صاحب کی کسر شان ہے کیونکہ وہ اپنے گرنتھ کے کئی مقامات مین صاف صاف لکھتے ہین کہ مینے وید پڑھا ہوا ہے اور چارون ویدون کی تعلیمین مجھ سے پوشیدہ نہین اور مین خوب جانتا ہون کہ وید تناسخ کو مانتا ہے جسکی بنیاد روحون کا غیر مخلوق ہونا ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ وید کی تعلیم کو اُنکے نانک صاحب نے قبول نہین کیا اور جابجا یہ بھی جتلا دیا کہ مین ویدون کی تعلیم سے ناواقف نہین اور نہ بے علم ہون بلکہ چارون ویدون کو مینے پڑھا اور خوب غور کیا ہوا ہے سو اتنے بڑے دعوی سے نانک صاحب کا وید کے اس اصل الاصول سے دست بردار ہونا صاف دلالت کرتا ہے کہ نانک صاحب ویدون کے اس بھاری عقیدہ سے جو مدار تناسخ ہے اپنی زندگی مین بیزار ہو چکے تھے اور ہادی مطلق نے اُن کے دل کو ہدایت کر دی

ہتی کہ یہہ تحریر ویدون کی بالکل جھوٹی اور غلط ہے پس جبکہ نانک صاحب حسب تعلیم قرآن شریف خدائے
تعالیٰ کے خالق اور رب العالمین ہونے پر ایمان لے آئے تھے اور ویدون کی ایسی ایسی تعلیمون کو انہون نے
یکلخت چھوڑ دیا تھا اسلئے اُن صاحبون کی خدمت مین جو نانک صاحب کے سکھ ہوکر اور کشن سنگھ۔
بشن سنگھ۔ نارائن سنگھ۔ بھگوان سنگھ وغیرہ نام رکھوا کر پھر اپنے گرو کے گرنتھ سے باہر چلے جاتے ہین۔
باادب تمام عرض کیا جاتا ہے کہ وہ بھی وید کی ایسی ایسی تعلیمون سے دستکش ہو جائین ورنہ اگر نانک صاحب سے
روحانی موافقت نہین تو پھر خواہ ایک ٹوکرا کیسون کا سر پر اُٹھائے رکھنا اور حرارت اور عفونت کی
تکلیفین اُٹھانا ضرورت ہی کیا ہے۔ نانک صاحب روحون کے مخلوق ہونے کے بارے مین اپنے
گرنتھ مین کافی شہادت دے گئے ہین چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہین اتنی کیتی ہور کرے۔
تا آکھہ نہ سکے کیتی کے یعنے اگر اسقدر ارواح اور اجسام جیسے کہ خدا تعالیٰ پیدا کر چکا ہے اور پیدا
کرے تو وہ کر سکتا ہے اور اسکی قدرتون کے مقابل اور بمقدم تعریفین نہین چل سکتین۔ یہ قول نانک
صاحب کا بالکل قرآن شریف کی ایک آیت کا گویا ترجمہ ہے اور سراسر اسکے مطابق ہے چونکہ نانک صاحب
اکثر دلی اخلاص سے علماء اسلام کی خدمت مین حاضر ہوا کرتے تھے اور دینی باتین سنتے تھے اس لئے
کسی مولوی صاحب کی زبانی انہون نے یہ مضمون آیت کا سن لیا ہوگا کیونکہ مسلمانون سے اکثر انکی صحبت
رہتی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ بعض اوقات وہ نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر اسکے بعد اُن کا یہ شبد ہے
جیسے گایا جاتا ہے تے وڈ بھاوے تے وڈ ہو۔ نانک جانے ساچا سو۔ آفرین
اے نانک آفرین یہ شبد بھی قرآن شریف کی اس آیت کے سراسر مطابق زبان سے نکل گیا ہے اور آیت
یہ ہے الحمد للہ رب العالمین یعنے تمام محامد اور تمام کمالات اور تمام تعریفین اور تمام بزرگیان
اور خوبیان جو مرتبہ جلیلہ خدائی کے لئے ضروری ہین وہ سب اللہ جلشانہ کو حاصل اور اُسکی ذات مین
جمع ہین جسکی ایجاد کے بغیر کوئی چیز موجود نہین ہوئی اور وہ تمام عالمین کا رب اور پیدا کنندہ ہے۔
پس اسی آیت شریف کے مطابق نانک صاحب کا شبد ہے جسکے یہ معنے ہین کہ جو بزرگی اور عظمت اور قدرت
خدا تعالیٰ کو چاہئے وہ سب اُسے حاصل ہے۔ اے نانک جو اس بات کو جانتا ہے وہی صادق ہے۔
افسوس یہ بات کو وید نہین جانتا اور یہ لوگ کیون نہین جانتے - دیانند صاحب کیون جانے بغیر کچھ کر
سکتے۔ یہ ظاہر ہے کہ پیدا کرنا اور محض اپنی قدرت سے وجود بخشنا ایک کمال ہے جو سچی تعریف کے لائق ہے

اور خدا وہ ہونا چاہئے جسمین سب کمالات اور سب کی تعریف کی باتین پائی جائین مگر دیکھئے پرمیشر پر یہ کیا مصیبت نازل ہوئی کہ وہ اس بیچارے اور جھوٹے کیا آپ سے کہ جو تمام کارخانہ خدائی کی کنجی ہے بے نصیب رکھیا - دیکھا ہے کیسوان والے آریو اجو نانک صاحب کے چیلہ ہونیکا دعوی کرتے ہو کہ نانک صاحب صاف قرآنی آیت کی تصدیق کرکے کہتے ہین کہ صادق ہی ہے کہ جو ان سب بزرگیون اور تعریفون کا قائل ہے کہ جو خدا تعالی کو اپنے کمالات کے مطابق ہین ورنہ جھوٹا اور دروغگو ہے سو تم اب تو وید کا پیچھا چھوڑو کیونکہ ہے گرو صاحب نے پکار پکار کہہ دیا ہین اور انکے شبد بھی بتا رہے ہین اور پھر دیکھو کہ وہ مخالفون پر ناخوش ہو کر آگے کیا فرماتے ہین جسے کو آنکھے بول بگاڑ - نانک ہی سر گوار ان گوار یعنے اگر کوئی یہ بات تسلیم نہ کرے اور اسکا مخالف بکنے پر لاوے تو اسکو جاہلون کا سردار کہنا چاہئے - اے نانک صاحب آپ کہان اور کدھر ہو اب تو آپ ہی کے چیلے آریہ سماج مین بیٹھ کر بول بگاڑ رہے ہین اور صاف کہہ رہے ہین کہ دنیا کا کوئی پیدا کرنیوالا نہین بلکہ وہ تو وید کی شرتیون کو بیچ بیچ درست سمجھ کر خدا تعالی کا خالق اور رب العالمین ہونا غیر ممکن سمجھتے ہین اور اگر کسیکے منہ سے بھولے سے یہ نکل ہی جاوے کہ میری روح کا رب اور پیدا کنندہ پرمیشر ہے تو اسکو مہان پاپی خیال کرتے ہین اور اپنے پرمیشر کو صرف اسقدر طاقت والا جانتے ہین کہ اسکو فقط جوڑنا جاڑنا آتا ہے اس سے زیادہ نہین - آپ نے تو قرآن شریف کے مطابق انہین یہ سبق پڑھایا تھا کہ وہ تمام انتہائی درجہ کی قدرتین اور عظمتین اور تعریفین جو ذہن مین آسکتی ہین اور وہ سب کمالات اعلے سے اعلے جو خدا ہونے کے لئے زیبا و شایان ہین وہ سب پرمیشر کو حاصل ہین مگر آپکے چیلے تو چار دن آریہ سماج مین بیٹھ کر اور ویدون کی بیہودہ شرتیون کو سنکر آپکے اس گوہر کو چھوڑ بیٹھے اور وہ پڑیا ہی بھول گئے جسپر آپ نے انہین جمایا تھا اب اور تعریفین پرمیشر کی تو طاق پر چھوڑ بیٹھے انہون نے تو وہ پہلا حرف بھی جس سے نام پرمیشر کا دنیا مین ظاہر ہوتا ہے یعنے پیدا کرنا اپنے لوح دل سے ایسا اٹھا دیا ہے کہ گویا کبھی پڑھا ہی نہین تھا -

اُن کو سودا ہوا ہے ویدون کا
اُن کا دل مبتلا ہے ویدون کا

آریو اسقدر کیون جوش
کیا نظر آگیا ہے ویدون کا

خ کیا ہے نہ کہہ سکے چپ سدا
سوچ لو یہہ خدا ہے ویدون کا

عقل رکھتے ہو آپ بھی سوچو
کیون بھروسا کیا ہے ویدون کا

نے خدا کو بھی چیز کیون کر ہو • یہ سراسر خطا ہے ویدون کا
نانک سنت کے وید ہین چاکی • بس یہی مدعا ہے ویدون کا
ایسے مذہب کبھی نہین چلتے • کال سر پر کھڑا ہے ویدون کا

اور واضح ہے کہ یہ تعلیم ویدون کی کہ دنیا خود بخود چلی آتی ہے کوئی اسکے سر پر پیدا کنندہ و مالک نہین ہے صرف ایک اوپر اسا جوڑنے جاڑنیوالا ہے یہ ایک ایسا ناقص اعتقاد ہے جسکے ماننے سے مجبوری ماننا پڑتا ہے کہ اس جوڑنے جاڑنیوالیکو یا تو اپنے مالک مقبوضہ کا کچھہ بھی علم نہین اور یا شاید کچھہ ہے تو ایک ناقص اور ناتمام سا علم ہے جیسے ایک موتیابند والیکو جسکی آنکھہ پر نزول الماء آتا آیا ہو کچھہ کچھہ اول دھندلا سا نظر آتا ہے * اور پھر آخر کار پورا پورا اندھا ہو جاتا ہے - پس صاف ظاہر ہے کہ ایسی خراب تعلیم کو جسکے ایسے ایسے خراب نتائج ہین کسی صاف دل ہندو کی طبع بھی قبول نہین کر سکتی بلکہ پنڈت دیانند کے دل نے بھی اسکو قبول نہین کیا لالہ شرمپت ایک آریہ اسی جگہ قادیان کے

* حاشیہ یہ ایک نہایت باریک صداقت ہے کہ علم باری تعالی جسکی کاملیت کی وجہ سے ہر ذرہ ذرہ کا ظاہر و باطن پر اطلاع رکھتا ہے کیونکر اور کس طور سے ہے اگرچہ اسکی اصل کیفیت پر کوئی عقل محیط نہین ہو سکتی مگر یہی اتنا کہنا اسیر سچائی پر مبنی ہے کہ وہ تمام علم کی قسمون مین سے جو ذہن مین آسکتی ہین اشد و اقوی و اتم و اکمل قسم ہے جب ہم اپنے حصول علم کے طریقون کو دیکھتے ہین اور انکے اقسام پر نظر ڈالتے ہین تو ہمین اپنے سب معمولی علمون مین سے بڑا یقینی اور قطعی وہی علم معلوم ہوتا ہے جو ہمکو اپنی ہستی کی نسبت ہے کیونکہ ہم اور ایسا ہی ہر ایک انسان کسی حالت مین اپنی ہستی کو فراموش نہین کر سکتا اور نہ اسمین کوئی شک کر سکتا ہے سو جہانتک ہماری عقل کی رسائی ہے ہم اس قسم کے علم کو اشد و اقوی و اتم و اکمل پاتے ہین اور یہ بات ہم سراسر خدا تعالے کی ذات کامل سے بعید دیکھتے ہین کہ جو اس درجہ اور اس قسم کے علم سے اسکا علم اپنے بندونکے بارہ مین کمتر ہو کیونکہ یہ بڑے نقص کی بات ہے کہ جو اعلے قسم علم کے ذہن مین آسکتی ہے وہ خدا تعالی مین نہ پائی جاوے اور اعتراض ہو سکتا ہے کہ کس وجہ سے خدا تعالی کا علم اعلے درجہ کے علم سے متنزل رہا آیا اسکا اپنے ہی ارادہ سے یا کسی قاسر کے قسر سے اگر کہو کہ اسکے اپنے ہی ارادہ سے تو یہ جائز نہین کیونکہ کوئی شخص اپنے لئے بالارادہ نقصان روا نہین رکھتا تو پھر کیونکر خدا تعالی جو بذات خود کمالات کو دوست رکھتا ہے ایسے ایسے نقصان اپنی نسبت روا رکھے اور اگر کہو کہ

رہنے والے نے غیر کے پاس جا کر پوچھا کیا کہ بینے روحون کی پیدائش کے بارے مین پانڈی جی سے دریافت کیا تو لگے باتین بنانے اور فرمایا کہ پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا آئیندہ اگر پرمیشر پیدا ہی کرتا چلا جائے تو اتنا بڑا وسیع مکان کہان سے لاوے جسمین روحین بھر دین اب دیکھو کہ اس تقریر مین ناچار ہو کر پانڈے نے مستعد مان لیا کہ اوّل پرمیشر نے ضرور روحون کو پیدا کیا تھا لیکن آئیندہ اس خوف سے پیدا کرنے سے دستکش ہے کہ کوئی ایسا بڑا مکان اُسے نہیں ملتا۔ اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت دیانند کو اپنی عمر کے آخری حصہ مین وید کی ایسی ایسی تعلیمون کی نسبت بہت کچھ شکوک اور شبہات پڑ گئے تھے بلکہ رسالہ **دھرم جیون** ہند ہوین جولائی ۱۸۸۳ء مین لکھا ہے کہ پنڈت دیانند صاحب جاتے وقت اقرار کر گئے کہ انہون نے بعض معتبر شخص صاحبونکو سمجھا گئے کہ اب میرا ایمان ویدون پر نہین رہا۔ مین کہتا ہون کہ

بقیہ حاشیہ کسی قاسر کی تسر سے یہ نقصان اسکو پیش آیا تو چاہئے کہ ایسا قاسر اپنی طاقتون اور قوتون مین خداتعالیٰ پر غالب ہو اور زیادہ نہایت قوت کی وجہ سے اسکو اُسکے ارادون سے روک سکے اور یہ خود ممتنع اور محال ہے کیونکہ خداتعالیٰ پر اور کوئی قاسر نہین جسکی مزاحمت سے اسکو کوئی مجبوری پیش آوے پس ثابت ہوا کہ ضرور خداتعالیٰ کا علم کامل تام ہے اور پہلے ہم ابھی ثابت کر چکے ہین کہ علم کی تمام قسمون مین سے کامل تام وہ علم ہے کہ جو ایسا ہو جیسے ایک انسان کو اپنی ہستی کی نسبت علم ہوتا ہے سو ماننا پڑا کہ خداتعالیٰ کا علم اپنی مخلوقات کے بارہ مین اسی علم کی مانند اور اسکی مشابہ ہے گو ہم اُسکی اصل کیفیت پر پہنچ نہین سکتے لیکن ہم اپنی عقل سے جسکے رو سے ہم مکلف ہین یہ سمجھ سکتے ہین کہ یہ قطعی اور یقینی علم یہی ہے جو عالم اور معلوم مین کسی نوع کا بُعد اور حجاب نہ ہو سو وہ قسم علم کی یہی ہے اور جسطرح ایک انسان کو اپنی ہستی پر مطلع ہونے کے لئے دوسرے وسائل کی ضرورت نہین بلکہ جاندار ہونا اور اپنے تئین جاندار سمجھنا دونون باتین ایسی باہم قریب واقع ہین کہ ان مین ایک بال کا فرق نہین سو ایسا ہی جمیع موجودات کے بارہ مین خداتعالیٰ کا علم ہونا ضروری ہے یعنے اُنکے بیچ عالم اور معلوم مین ایک ذرہ فرق اور فاصلہ نہین چاہئے اور یہی اعلیٰ درجہ علم کا جو باری تعالیٰ کو بوجہ تحقیق الوہیت کے لئے اسکی ضرورت ہے اسی حالت مین اُسکے لئے مسلم ہو سکتا ہے کہ جب پہلے اُنکی نسبت ثابت ہو کہ اُسمین اور اُسکے معلومات مین اسقدر قرب اور تعلق واقع ہے جس سے بڑھکر تجویز کرنا ممکن ہی نہین اور یہ کامل تعلق معلومات سے وہی صورت مین ہو سکتا ہے کہ جب عالم کو سب چیزین جو اُسکی معلومات ہین اُسکے دستِ قدرت سے نکلی ہون اور اُسکی پیدا کردہ اور مخلوق ہون نہ اُسکی...

پنڈت صاحب تو پنڈت صاحب ہی تھے ایسے ویدوں پر تو کسی منصف مزاج کا ایمان نہیں رہ سکتا بلکہ کون آدمی ایسا دل کا اندھا ہے جسکو یہ موٹی بات بھی سمجھ میں نہ آسکے کہ جس پرمیشر کو پیدا کرنا بھی نہیں آتا اور یونہی جا بجا دستکاری سے کام چلا رہا ہے وہ کس بات کا پرمیشر ہے اور جسکی کمزوری کا یہ حال ہے کہ اگر روحیں اور مواد نہ ہوں تو پھر اُسکا سب پرمیشری طاق پر رکھا رہ جائے ایسے نالائق کو کون پرمیشر کہہ سکتا ہے یہ بات ایسی صاف صاف اور انسان کے فطرتی تقاضا کے موافق ہے کہ ہر یک پاکدل آدمی بلا تردد اسکی شہادت اپنے دل میں پاتا ہے اور خود ہندو لوگ بھی ہرگز پسند نہیں کرتے کہ انکا پرمیشر ایسے نقصانوں میں مبتلا ہو۔ مجھے یاد ہے کہ ہوشیارپور کے بحث میں جب میں نے لوگوں کو سنایا کہ آریہ سماج والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ انکا پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے سے عاجز ہے تو کئی معزز ہندو

بقیہ حاشیہ انکی ہستی ہو یعنے جب ایسی صورت ہو کہ موجود حقیقی وہی ایک ہو اور دوسرے سب وجود اُسی سے پیدا ہوئے ہوں اور اُسکے ساتھ قائم ہوں یعنی پیدا ہو کر بھی اپنے وجود میں اُسی سے سہارا لیتا ہو اور اُسی کے آسرے ہوں بلکہ درحقیقت سب چیزوں کے پیدا ہونیکے بعد بھی زندہ حقیقی وہی ہو اور دوسری ہر ایک زندگی اُسی سے پیدا ہوئی ہو اور اُسکے ساتھ قائم ہو اور بے قید حقیقی وہی ایک ہو اور دوسری سب چیزیں کیا ارواح اور کیا اجسام اُسکی لگائی ہوئی قیدوں میں مقید اور اُسکے ہاتھ کے بندوں سے بندھے ہوئے اور اُسکی مقرر کردہ حدوں میں محدود ہوں اور وہ ہر چیز پر محیط ہو اور دوسری سب چیزیں اُسکی ربوبیت کے نیچے احاطہ کی گئی ہوں اور کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اُسکے ہاتھ سے نکلی ہو اور اُسکی ربوبیت کا اُسپر احاطہ نہ ہو یا اُسکے سہارے کے سوا وہ چیز قائم نہ ہو غرض اگر ایسی صورت ہو تب خدا تعالیٰ کا تعلق تام جو علم تام کیلئے شرط ہے اپنی معلومات سے ہوگا اسی تعلق تام کیطرف اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن شریف میں اشارہ فرمایا ہے وہ فرماتا ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنے ہم انسان کی جان سے اُسکی رگ جان سے بھی زیادہ تر نزدیک ہیں ایسا ہی اُسنے قرآن شریف میں ایکدوسری جگہ فرمایا ہے ھو الحی القیوم یعنے حقیقی حیات اُسیکو ہے اور دوسری سب چیزیں اُس سے پیدا اور اُسکے ساتھ زندہ ہیں یعنی درحقیقت سب جانوں کی جان اور سب طاقتوں کی طاقت وہی ہے لیکن اگر یہ خیال کیا جائے کہ وہ قدیم سے الگ کا الگ چلا آتا ہے اور اُسکی ربوبیت کا کسی چیز پر احاطہ نہیں اور کوئی چیز اُس سے ظہور پذیر نہیں ہوئی تو بصورتیکہ علم کائنات تو اُسے کیا ہوگا بلکہ محدود چیزوں میں سے وہ بھی ایک چیز ہوگی جسکا کوئی اور محدد تلاش کرنا پڑیگا اور یہ بھی [illegible]

جو میرے پاس بیٹھے تھے وہ بہت شکر توبہ توبہ کرنے لگے کہ یہ کیا خراب اعتقاد ہے اور جب لالہ مرلیدھر صاحب اُس اعتراض کا جواب لکھنے بیٹھے تو وہ چند ہندو صاحب آنکھ چھپانے لگے کہ ہم ہرگز ایسا بیہودہ جواب جسمیں پرمیشر کی نندا ہے تو ہم سننا نہیں چاہتے - ایسا ہی ایک صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ امرتسر کے مقام میں کوئی آریہ صاحب کسی جگہ بازار میں بکھیان کے طور پر یہ ذکر کرتے تھے کہ پرمیشر کا پرمیشر پن صرف جوڑنے جاڑنے تک ختم ہے اور اس سے آگے اسے کچھ طاقت نہیں اسپر کسی دوسرے ہندو نے کچھ بحث کرنا شروع کیا تب وہ لالہ صاحب بات کرتے کرتے گرم ہو کر کہنے لگے کہ وید ودیا میں صاف لکھا ہے کہ جیو پرکرتی انادی یعنی روح و مادہ خود بخود قدیم سے چلے آتے ہیں جنکو کسی نے پیدا نہیں کیا یہ بات سنتے ہی اُس

بقیہ حاشیہ ۔ جو چیز غیر مخلوق فرض کیجائیگی اُسکی نسبت بیہ تو ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اُس چیز کا علم تام جو اُسکی ہر ایک و غیر مخلوق اور قدیم ہو کسی طرح سے نہیں ہو سکتا اور با اینہمہ اُس چیز کے نفس وجود پر نظر ڈالنے سے اسقدر بھی لازم نہیں آتا کہ خواہ نخواہ کسی وجہ جہت کا ناقص علم ہی اُسکے بارہ میں خدا تعالیٰ کو حاصل ہو اور کوئی دلیل اسبات پر قائم نہیں ہو سکتی کہ کیوں حاصل ہو ہاں جو چیز ممکن اور حادث اور مسبوق بعدم ذاتی ہو وہ ضرور ہے کہ خدا تعالے کو معلوم ہو اور علم الٰہی سے باہر نہ ہو کیونکہ جو چیز نامعلوم ہے عطاء وجود اُسکے لئے ممکن نہیں پس علم ممکنات قبل وجود ممکنات خدا تعالیٰ کے لئے ہونا ضروری ہے اور اس سے بالضرور ثابت ہے کہ ممکنات باسرہا معلومات الٰہیہ میں داخل ہیں لیکن جس چیز کو ممکن اور حادث اور مسبوق بعدم ذاتی تسلیم نہ کیا جائے اور ذات علت العلل کا اُس کو معلول اور مخلوق نہ ٹھہرایا جائے اُسپر کوئی برہان عقلی قائم نہیں ہو سکتی کہ کیوں وہ علم الٰہی سے باہر نہیں مثلاً اگر روح کو مخلوق اور حادث تسلیم نہ کیا جائے تو اسبات کے تسلیم کرنے کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک بے تعلق شخص جو فرضی طور پر پرمیشر کے نام سے موسوم ہے روح کی حقیقت سے کچھ اطلاع رکھتا ہے اور اُسکا علم اُسکی تہ تک پہنچا ہوا ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کی نسبت پورا پورا علم رکھتا ہے تو البتہ اُسکے بنانے پر بھی قادر ہوتا ہے اور اگر قادر نہیں ہو سکتا تو اُسکے علم میں ضرور کوئی نہ کوئی نقص ہوتا ہے اور اگر پورا علم نہ ہو تو قطع نظر بنانے سے متشابہ چیزوں میں باہم امتیاز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے سو اگر خدا تعالیٰ خالق الاشیاء نہیں تو اسمیں صرف یہی نقص نہیں ہے کہ اسصورت میں ناقص العلم ٹھہرتا ہے بلکہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ کروڑہا روحوں کے امتیاز اور تمیز اور شناخت میں جو غیر محدود ہیں دھوکے بھی کھایا کرتا ہو اور بسا اوقات زید کی روح کو بکر کی روح سمجھ بیٹھے کیونکہ ادھورے علم کو ایسے دھوکے ضرور لگا کرتے ہیں اور اگر کہو کہ نہیں لگتے تو اسپر کوئی دلیل پیش کرنی چاہئے منہ

ہندو کو بھی جو بمقابل اس آریہ کے بات کر رہا تھا ایسا جوش آگیا کہ بے اختیار اُسکے منہ سے نکلگیا کہ اگر پرمیشر ایسا ہی عاجز ہے تو وہ پھر تیری ایسی تیسی کا پرمیشر ہے چنانچہ اس بات پر ان دونوں مین ہاتھا پائی اور دست بگریبان ہونیکی نوبت پہنچ چلی تھی مگر لوگون نے درمیان مین ہو کر ان دونون کو ایکدوسرے سے الگ کر دیا پس ان عام نفرتون سے ظاہر ہے کہ دنیا مین کوئی بھی ایسا انسان نہین ہے کہ اگر وہ اپنے تعصبات کو الگ کر کے سوچے تو وہ اس صاف اور بدیہی اور کھلی کھلی سچائی تک نہ پہنچ سکے کہ خدا تعالی اگر اُسکی خوبیوں اور قدرتوں سے الگ کیا جائے تو پھر وہ خود اُسکو اپنی خدائی سے الگ ہونا پڑتا ہے کیا بجز اسکے کہ خدا تعالی ہر ایک وجود کا موجد ہے کوئی اور بھی بات چھپی ہوئی ہے جسکے رو سے خدا کو خدا کہا جاتا ہے۔

قولہ - مرزا صاحب فرماتے ہین کہ ارواح کے غیر مخلوق اور خود بخود ماننے مین دوسری قباحت یہ ہے کہ ایسا اعتقاد خدا تعالی کو خدائی سے جواب دے رہا ہے کیونکہ جو لوگ علم نفس اور خواص ارواح سے واقف ہین وہ خوب سمجھتے ہین کہ جسقدر روحون مین عجائب و غرائب خواص بھرے ہوئے ہین وہ صرف جوڑنے جاڑنے سے پیدا نہین ہو سکتے۔ مثلاً روحون مین ایک کشفی قوت ہے جس سے وہ پوشیدہ باتون کو بعد مجاہدات باذنہ تعالی دریافت کر سکتے ہین اور ایک قوت اُن مین عقلی ہے جس سے وہ امور عقلیہ کو معلوم کر لیتی ہین ایسا ہی ایک قوت محبت بھی اُن مین ہے جس سے وہ خدائے تعالی کیطرف جھکتے ہین اگر ان تمام قوتون کو خود بخود بلا ایجاد کسی موجد کے مان لیا جائے تو پرمیشر کی اسمین بڑی ہتک عزت ہے گویا یہ کہنا پڑیگا کہ جو عمدہ اور اعلے کام تھے وہ تو خود بخود ہین اور جو ادنی اور ناقص کام تھا وہ پرمیشر کے ہاتھ سے ہوا اور ایسا انکا اقرار کرنا ہوگا کہ جو خود بخود عجائب کام پائے جاتے ہین وہ پرمیشر کے کامون سے کہین بڑھ کر ہین یہانتک کہ پرمیشر بھی اُن سے حیران ہے غرض اس اعتقاد سے آریہ صاحبون کے خدا کی خدائی پر بڑا صدمہ پہنچیگا یہانتک کہ اُسکا ہونا نہ ہونا برابر ہوگا اور نیز اُسکے وجود پر بھی کوئی عقلی دلیل قائم نہین ہو سکیگی مین اسکا یہ جواب دیتا ہون کہ مرزا صاحب خدا کی خدائی قائم رکھنے کے لئے اُن لوگون کو شاید مقرر کرتے ہین جو خواص روح کی واقفیت رکھتے ہون مگر اسلام مین تو روح کے خواص خدا نے ظاہر ہی نہین کئے جیسا کہ مین اوپر بیان کر چکا ہون پھر انکو اسکی کیا خبر ہے۔

اقول - اے لالہ صاحب اگر قرآن شریف نے روح کے خواص بیان نہین کئے تو پھر کہنے کئے وید تو صرف اتنا ہی بولکر چپ ہو گیا کہ جیسے مصنف کا ردعون ہے کچھ دعوے نہین اور روح غیر مخلوق اور خود بخود ہوتے ہین

اُس سے کچھہ کم نہین ہین لیکن قرآن شریف کے نازل کرنیوالے نے روحون کو اپنی ملکیت ٹھہرائی اور اُنکی مخلوق
اور بندہ ہونے کی نسبت دعویٰ کیا اور پچاس سے زیادہ عقلی دلیلون کے ساتھ آپ ثابت کیا کہ تمام بنی آدم
اور دوسرے حیوانون کی روحین مخلوق اور بندۂ خدا ہین اور پھر کھولکر مفصل طور پر بتایا کہ کیا کیا طاقتین اور
استعدادین اور خاصیتین اُن مین رکھی گئی ہین۔ یہ قرآن شریف ہی نے نہائیت باریک صداقت بیان کی ہے
کہ جو کچھہ متفرق طور پر عالم علوی و سفلی مین خواص عجیبہ پائے جاتے ہین وہ سب انسانی روح کے وجود مین جمع
ہین لیکن وید کے رو سے تو روح کچھہ چیز ہی نہین اور اُسکے خواص بھی ایسے ناکارہ ہین کہ جنکا عدم وجود مساوی
ہے چنانچہ اِسبات کا خود آپکو اقرار ہے اور آگے چلکر ابھی وہ عبارت ناظرین پڑھ لینگے اب فرمائیے کہ جس
حالت مین آپ وید ہی اقرار کرتا ہے کہ ارواح غیر مخلوق ہین تو پھر وید کے مصنف کو جو اُن سے بالکل بے تعلق ہے
اُنکی اندرونی حقیقت کیا معلوم ہوگی یہ بات تو ہر یک شخص سمجھہ سکتا ہے کہ بنانیوالیکو جیسی اپنے ہاتھہ کی بنائی
ہوئی چیز کی خبر ہوتی ہے دوسرےکو جو اُسکے بنانیوالا نہین اور بالکل بے تعلق ہے ہرگز ایسی خبر نہین ہو سکتی
یہ صداقت نہائیت ہی صاف اور روشن ہے اور جبتک کوئی شخص نرا جاہل اور عقل سے بیگانہ نہو تب تک
اِس صداقت مین کچھہ شک نہین کر سکتا۔ اسجگہ کم سے کم آریہ صاحبون کو اِسقدر اقرار تو ضرور کرنا پڑیگا کہ جسقدر
اُنکے پرمیشر کو اپنے ہاتھہ کے کام کے جو جوڑنا جاڑنا ہے اندرونی حقیقت معلوم ہے یہہ حقیقت روحون کی
کیفیت وجود کی نسبت جنسے وہ بالکل بے تعلق ہے ہرگز اُسکو حاصل نہین ہو سکتی کیونکہ جو کام اپنے ہاتھہ
سے کیا جاتا ہے اُسکے جزئیات دقیقہ ہرگز مخفی نہین رہ سکتے لیکن جو کام اپنے ہاتھہ سے کیا جائے اُسکو
اگرچہ دوسرے کے ہاتھہ سے ہوتے بھی دیکھ لین تب بھی اُسکا کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن وید کے مصنف کو
روحون کی حقیقت اور اُنکے خواص کیونکر معلوم ہو سکین اُسنے نہ تو آپ کوئی روح بنائی اور نہ کسی اور کاریگر
کو بناتے دیکھا پس ہندون کے پرمیشر کا یہ اقرار کہ مین روح بنانے پر قادر نہین صاف اِس دوسرے
اقرار پر بھی مشتمل ہے کہ روحون کی اندرونی حقیقت بھی مجھے معلوم نہین کیونکہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہین
کہ کسی چیز کی نسبت علم کامل اور وسیع اُس چیز کے بنانے پر قادر ہونے کا موجب ہے یعنے جب کسی چیز
کی حقیقت پر علم اکمل و اتم حاصل ہو جائے اور جن امور سے ایک چیز کا وجود ظہور پذیر ہے اُن امور مخفیہ پر
اطلاع کلّی ہو جائے تو ساتھہ ہی اُس چیز کے بنانے پر بھی قدرت حاصل ہوتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے
قرآن شریف مین روحون کی مخلوقیت پر منجملہ اور دلائل کے یہہ دلیل بھی پیش کی ہے اور یہ بات بالکل

صاف اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنانے سے عاجز ہونا ہمیشہ بوجہ نقصان علم ہوا کرتا ہے جب تم ایک چیز کی نسبت پورا پورا علم حاصل کرلوگے اور اُسکے کنہہ تک پہنچ جاؤگے اور کوئی حجاب درمیان باقی نہیں رہیگا تو فی الفور تم اُسکے بنانے پر قادر ہوجاؤگے اور اگر وہ اسباب تمہیں میسر آجائینگے جو بنانے کیلئے ضروری ہیں تو بلاشبہ وہ چیز تم اپنے ہاتھ سے بنا سکوگے ہاں جبتک تمہارے علم میں کچھہ نقصان ہے اور ہنوز ایسے امور بھی باقی ہیں جو تمہاری نظر سے چھپے ہوئے ہیں تب تک تم اُس چیز کے بنانے پر قادر نہیں ہوسکتے سو ہندؤں کا پرمیشر جو روحوں کو بنا نہیں سکتا تو اس عجز اور ناتوانی کی درحقیقت یہی وجہ ہے کہ وہ علم کیفیت ارواح اور اُنکے خواص سے بالکل بے بہرہ ہے + سو جبکہ ہندؤں کا پرمیشر علم روح کے آپ ہی بے بہرہ ہے تو پھر وہ دوسروں کو روح کا علم کیا سکھلائیگا مصرعہ

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

پس اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ وہ الزام عدم علم روح جو محض عناد کی روح سے ماسٹر صاحب اسلام پر اور قرآن شریف پر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لگاتے ہیں وہ درحقیقت ہندؤں کے پرمیشر اور اُسکے وید پر عائد حال ہوتا ہے بلکہ خود وید نے ضمنی طور پر اُس الزام کو اپنے مُصنف کے ذمہ مان لیا ہے کیونکہ وید میں صاف اِس بات کا اقرار پایا جاتا ہے کہ اُسکا فرضی پرمیشر روحوں کے پیدا کرنے سے بکلّی عاجز اور مجبور ہے پس جبکہ خود وید کے اقرار سے روح غیر مخلوق ہوئی اور پرمیشر کی اُنمیں کسی نوع سے مداخلت نہوئی اور روحوں کے پیدا کرنے سے پرمیشر قطعاً عاجز ہوا تو اِسی سے دانشمند سمجھہ سکتا ہے۔ کہ جس کو

+ حاشیہ شاید کسی دل کو اسجگہ یہہ وسوسہ پکڑے کہ اگر کسی شے پر پورا پورا علمی احاطہ ہونے سے وہ شے مخلوق ہوجاتی ہے تو علم حق سبحانہ تعالی جو اپنی ذات سے متعلق ہے وہ بھی بہرحال کامل ہے تو کیا خدا تعالی اپنی ذات کا آپ خالق ہے یا اپنی مثل بنانے پر قادر ہے اِسمیں اعتراض کے پہلے ٹکڑے کا تو یہہ جواب ہے کہ اگر خدا تعالے اپنے وجود کا آپ خالق ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ اپنے وجود سے پہلے موجود ہو اور ظاہر ہے کہ کوئی شئے اپنے وجود سے پہلے موجود نہیں ہوسکتی ورنہ تقدم الشئے علےٰ نفسہ لازم آتا ہے ماسوا اسکے خدا تعالی جو اپنی ذات کا علم کامل رکہتا ہے تو اسجگہ عالم اور علم اور معلوم ایک ہی شئے ہے جس میں علیحدگی اور دوئی کی گنجائش نہیں تو پھر اسجگہ وہ الگ چیز کونسی ہے جسکو مخلوق ٹہرایا جائے جو ذاتی علم خدائے تعالی کا جو اُسکی ذات سے تعلق رکہتا ہے دوسری چیزوں پر اُسکا قیاس نہیں کرسکتے غرض علم ذاتی باری تعالی میں

روحون کے پیدا کرنیکا علم یا وہ نہین اُسکو روحون کی نسبت اور دوسرا علم کیا یاد ہوگا - ایک چیز کا پیدا کر لینا اور اُس چیز کی حقیقت کامل طور پر جان لینا درحقیقت لازم وملزوم پڑا ہوا ہے بلکہ اگر زیادہ تر غور کرو تو تہین معلوم ہوگا کہ انتہائے درجہ کا کامل علم اور پیدا کر لینا درحقیقت ایک ہی بات ہے اِس صداقت سے شاید وہ ابلہ مزاج انکار کرے جو ایک ناقص علم کو کامل سمجھ بیٹھے لیکن ایک دانا جسکا خیال اِس باریک دقیقہ تک پہنچ جائے کہ کامل علم کسے کہتے ہین اور کس حالت مین کسی علم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ کامل ہے وہ ضرور انشراح قلب سے یقین کریگا کہ ضرور علم تام اور عمل مین تلازم بلکہ اتحاد واقعہ ہے غرض یہ بات بندون کے پیشرکے لئے بالکل غیر ممکن ہے کہ وہ یہ دعوے کرے کہ مجھے کامل طور پر علم روح حاصل ہے اور بالکامل طور پر روح کے خواص کی مجھے خبر ہے بلکہ یہ دعویٰ تو سراسر قرآن شریف کے اتارنے والیکو (جو ربّ العالمین ہے) پہنچتا ہے اور اُسیکو زیبا ہے کیونکہ وہ خالق ارواح ہے اور اُسکو اپنے پیدا کردہ کی اندرونی حقیقت بخوبی معلوم ہے ؎

جس نے پیدا کیا وہی جانے . دوسرا کیون کر اُسکو پہچانے
غیر کو غیر کی خبر کیا ہو نظرِ دور کار گر کیا ہو

چونکہ درحقیقت وہ روحون کا خالق ہے اِسلئے اُسنے اپنے علم ذاتی اور تعلق خالقیت کی وجہ سے روحونکی حقیقت اور اُن کے خواص اسقدر بیان کئے ہین کہ دُنیا مین کوئی بھی ایسی کتاب نہین کہ اِس بارہ مین اُسکا مقابلہ کر سکے اور وید تو خود کچھ حقیقت نہین ہے کہتا ناظرین انصافاً شہادت دے سکتے ہین کہ آیا روحون کے

بقیہ حاشیہ جو اُسکی ذات سے متعلق ہے عالم اپنے معلوم سے کوئی الگ چیز نہین ہے تا ایک خالق اور ایک مخلوق قرار دیا جاوے ہان اُسکے وجود مین بجائے مخلوق کہنے کے یہ کہا چاہئے کہ وہ وجود کسی دوسرے کیطرف سے مخلوق نہین بلکہ ازلی ابدی طور پر اپنی طرف سے آپ ہی ظہور پذیر ہے اور خدا ہونیکے بھی یہی معنے ہین کہ خود آئیندہ ہے - دوسرا اُنکا اعتراض کا کہ تقریر مذکورہ بالا سے خدائے تعالےٰ کا اپنی مثل بنانے پر قادر ہونا لازم آتا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ قدرت الٰہی صرف اُن چیزون کیطرف رجوع کرتی ہے جو اُسکی صفات ازلیہ ابدیہ کی منافی اور مخالف نہون بیشک یہ بات تو صحیح اور ہر طرح سے مدلل اور معقول ہے - کہ جس چیز کا علم خدائے تعالیٰ کو کامل ہو اُس چیز کو اگر چاہے - تو پیدا بھی کر سکتا ہے لیکن یہ بات ہرگز صحیح اور ضروری نہین ہے کہ جن باتون کے کرنے پر وہ قادر ہو اُن سب باتون کو بلا لحاظ اپنی صفات کاملہ کے کر کے

علم سے بیخبر ہونا کسکے مناسب حال ہے کیا فی الحقیقت جیسا کہ مین خیال کرتا ہون ایسے پرمیشر کے مناسب
حال ہے جسنے آپ اقرار کر دیا ہے کہ مین روحون کے بنانے سے عاجز ہون اور اُنکے طریق پیدا کرنے سے
محض بیخبر ہون یا اُس قادر مطلق رب العالمین کے مناسب حال ہو سکتا ہے جو ذرہ ذرہ کے پیدا کرنیکا
دعویٰ کرتا ہے اور ہر یک روح کا وجود اور ہر یک جان کی ہستی اپنی قدرت کاملہ کا نقش قرار دیتا ہے۔
مین یقین رکھتا ہون کہ سب دانشمند یہی شہادت دینگے کہ جسکو پیدا کرنے کی طاقت نہین اُسکو غیر
مخلوق چیزون کی اندرونی حقیقت کا بھی کچھ علم نہین بلکہ یہ علم کامل اور تام طور پر اُسی کامل القدرت کو حاصل
ہے جسکو روحون کے پیدا کرنے کی طاقت و قدرت ہے پس اس بیان سے تو ہندؤن کے پرمیشر اور
اُنکے وید کی ساری حقیقت کھل گئی اور جو کچھ وید کے مصنف کی نسبت آریہ لوگ علم روح کا دعویٰ کرتے
ہین وہ بھانڈا یکبارگی پھوٹ گیا اب بھی اگر ماسٹر صاحب کو وید کے زیادہ تر پردہ ظاہر کرانیکا شوق
ہے اور نہین چاہتے کہ اُسکے عیوب عام لوگون سے چھپے رہین تو جیسا کہ مین پہلے بیان کر چکا ہون۔ یہی
طریق عمدہ ہے کہ اس نہایت دقیق اور لطیف بحث کے بارہ مین الگ الگ رسالے لکھے جائین یعنی
مین الگ ایک رسالہ مستقلہ علم روح کے بارے مین لکھون اور ماسٹر صاحب الگ لکھین اور ہم دونون
فریق جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اپنی اپنی الہامی کتابون کی ہر یک دلیل اور دعوے کے بیان کرنے مین
پابند رہین اور مین قسمیہ بیان کرتا ہون کہ ماسٹر صاحب کی تحریک پر رسالۃ الروح لکھنے کو تیار اور مستعد ہون
مگر انہین شرائط سے جو اس رسالہ مین اندراج پا چکی ہین ماسٹر صاحب جرأنہ مانین مین سچ سچ کہتا ہون

بقیہ حاشیہ یہی دکھاوے بلکہ وہ اپنی ہر ایک قدرت کے اجرا اور نفاذ مین اپنی صفات کمالیہ کا ضرور لحاظ
رکھتا ہے کہ آیا وہ امر جسکو وہ اپنی قدرت سے کرنا چاہتا ہے اُسکی صفات کاملہ سے منافی و مبائن تو نہین
مثلاً وہ قادر ہے کہ ایک بڑے پرہیزگار صالح کو دوزخ کی آگ مین جلا دے لیکن اُسکے رحم اور عدل و مجازات
کی صفت اثابت کی منافی پڑتی ہوئی ہے کہ وہ ایسا کرے اسلئے وہ ایسا کام کبھی نہین کرتا ایسا ہی اُسکی
قدرت اسطرف بھی رجوع نہین کرتی کہ وہ اپنے تئین ہلاک کرے کیونکہ یہ فعل اُسکی صفت حیات ازلی ابدی
کی منافی ہے پس اسی طرح سے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنے جیسا خدا بھی نہین بناتا کیونکہ اُسکی صفت احدیت
اور بے مثل اور مانند ہونیکی جو ازلی ابدی طور پر اُسمین پائی جاتی ہے اسطرف توجہ کرنے سے اُسکو روکتی ہے
پس ذرہ آنکھ کھولکر سمجھ لینا چاہئے کہ ایک کام کے کرنے سے عاجز ہونا اور بات ہے لیکن باوجود قدرت کے

بالکل سچ جسمین ذرا مبالغہ کی آمیزش نہین کہ قرآن شریف نے جسقدر خوبی اور عمدگی اور صفائی اور سچائی سے روحون کے خواص اور اُنکی قوتین اور طاقتین اور استعدادین اور اُنکے دیگر کوائف عجیبہ بیان کئے ہین اور پھر اُن سب بیانات کا ثبوت دیا ہے وہ ایسا عالی اور باریک اور پُرحکمت بیان ہے اور ایسی کامل درجہ کی وہ صداقتین ہین کہ اگر وید کے چارون رشی دوبارہ جنم لیکر بھی دنیا مین آوین اور جہانتک ممکن ہو خوض اور فکر سے زور لگاوین تب بھی یہ مقام وسعت علمی اور یہ معارف عالیہ اُنہین میسر نہین آسکتے اگرچہ فکر کرتے کرتے مرہی جاوین غصہ منانے کی کیا بات ہے اور ناراض ہونیکا کونسا محل ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ آؤ وید اور قرآن کا مقابلہ کرکے دیکھ لین۔ ان دونون کتابون کی طاقت علمی آزمالین۔ دیکھو ہم محض سچائی کی راہ سے دونون فریق مین سے اُس فریق پر لعنت کرتے ہین کہ جواب حق پوشی کی راہ سے اس بحث سے گریز کرجاتے اور ادھر اُدھر کے بہانون سے یا بیجا عذرون سے بات کو ٹالدے۔ مگر یاد رہے کہ اس بحث مین کسی دلیل یا دعوی مین وید کی شرتی سے باہر جانا ہوگا جیسا کہ ہم بھی آیات قرآن شریف سے باہر نجائینگے اور یہ بھی آپ پر لازم ہوگا کہ ہر یک شرتی ٹھیک ٹھیک سنسکرت کی زبان مین مگر فارسی خط مین معہ اُسکے لفظی ترجمہ و پتہ ونشان کے تحریر کرین اور اُنہین باتون کا التزام آیات قرآنی کے بیان کرنے مین ہم پر بھی واجب ہوگا۔

قولہ - ایک دو خواص مرزا صاحب نے روحون کے لکھے ہین۔ مثلاً پوشیدہ باتون کے دریافت کرنے کی طاقت پیدا کرلینا جس کا مرزا صاحب خود بھی دعوے کرتے ہین اور آجتک

بقیہ حاشیہ بلحاظ صفات کمالیہ امر منافی صفات کیطرف توجہ نکرنا یہ اور بات ہے ہان اِسطرح پر وہ اپنی ذات بےمثل و مانند کا نمونہ پیدا کرتا ہے کہ اپنی ذاتی خوبیان جنپر اُسکا علم محیط ہے عکسی طور پر بعض اپنی مخلوقات مین رکھدیتا ہے اور کمالات کا انتہائی درجہ جو حقیقی طور پر اُسکو حاصل ہے ظلی طور پر اُس مخلوق کو بھی بخشدیتا ہے جیسا کہ اسکی طرف قرآن شریف مین اشارہ ہے ورفع بعضہم درجات اس جگہ صاحب درجات رفیعہ سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہین جنکو ظلی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالات الوہیت کے اظلال و آثار ہین بخشے گئے اور وہ خلافت حقہ جسکے وجود کامل کے تحقق کے لئے سلسلہ بنی آدم کا قیام بلکہ ایجاد کل کائنات کا ہوا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے اپنے مرتبہ اتم و اکمل مین ظہور پذیر ہوکر آئینہ خدا نما ہوئی یہ بحث معارف الٰہیہ مین سے نہایت باریک بحث ہے اور ہمارے مخالفین جو ان

کوئی نہین دکھلایا۔

اقول۔ یہ برکات مکاشفات و مکالمہ و مخاطبہ الٰہی وغیرہ خوارق صراط مستقیم پر چلنے سے بیشک خدائے تعالیٰ کیطرف سے فرمان بردار روحون کو اصفی و اجلی طور پر عطا کیجاتی ہے اور جو کچھ راقم رسالہ ہذا پر پیشگوئیان منجانب اللہ ظاہر ہوئی ہین ان مین سے قریب ستر پیش گوئیون کے گواہ تو خود آریہ سماج والے ہین جو آپکے بھائی بند قادیان مین رہتے ہین بلکہ آپ بھی تو انہین مین داخل ہین دلیپ سنگہ کے ابتلا کا حال جو آپ نے پیش از وقوع اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مین پڑھ لیا تھا اور پھر میری زبانی بھی ایک مجمع عام مین جسمین کئی ہندو صاحب آپکے رفیق بھی شامل تھے سن لیا تھا یہ تازہ ماجرا امید نہین کہ اسقدر جلد تر عرصہ مین آپکو بھول گیا ہو اب آپ ذرا بیدار ہو کر دیکھین کہ یہہ پیشگوئی کیسی ہو بہو پوری ہو گئی اور دلیپ کو قصد سفر پنجاب مین کیا کچھ غم و غصہ و تلخی و رنج اُٹھانا پڑا اور کیسے وہ ناکامی سے خفیف ہو کر کے واپس اُلٹایا گیا کیا آپ حلف اٹھا کر کہتے ہین کہ آپکو پیش از وقوع دلیپ سنگہ کے ابتلا کی خبر نہین دی گئی کیا آپ قسم کھا کر بیان کر سکتے ہین کہ آپکو جلسہ عام مین یہ نہین بتلایا گیا کہ وہ فقرہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء جسمین لکھا ہے کہ ایک امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت متوحش خبرین اس سے مراد دلیپ سنگہ ہے ایسا ہی یہ خبر جا بجا صدہا ہندوؤن اور مسلمانون کو جو پانچسو سے کسیقدر زیادہ ہی ہونگی کئی شہرون مین پیش از وقوع بتلائی گئی تھی اور اشتہارات ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بھی دور دور ملکون تک تقسیم کئے گئے تھے پھر آخر کار جیسا کہ پیش از وقوع بیان کیا گیا اور لکھا گیا تھا وہ سب باتین دلیپ سنگہ کی نسبت پوری

بقیہ حاشیہ۔ نازک نکات عرفانی سے بیگانہ اور اس کوچہ اسرار الوہیت سے ناآشنا محض ہین وہ تعجب کرینگے کہ وہ کیونکر کروڑہا اور بیشمار مخلوقات مین سے صرف ایک ہی شخصکو مرتبہ کاملہ خلافت تامہ حقہ کا جو ظل مرتبہ الوہیت ہی حاصل ہو سکتا ہے سو اگرچہ اس بحث کے طول دینے کا یہ موقع نہین ہے لیکن تاہم اسقدر بیان کر دینا طالب حق کے سمجھانیکے لئے ضروری ہے کہ عادت اللہ یا تم یون ہی سمجھ لو کہ اسکا قانون قدرت جو اسکی صفت وحدت کے مناسب حال ہے یہی ہے کہ وہ بوجہ واحد ہونیکے اپنے افعال خلقت مین بھی رعایت وحدت کو دوست رکھتا ہے جو کچھ اُس نے پیدا کیا ہے اگر ہم اُس ہی کی طرف نظر غور سے دیکھین تو اس ساری مخلوقات کو جو اُس دست قدرت سے صادر ہوئی ہے ایک ایسے سلسلہ وحدانی اور با ترتیب رشتہ مین منسلک پائینگے کہ گویا وہ ایک خط مستقیم ممتد محدود ہے جسکی دونون طرفون مین سے ایکطرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے مثلاً جیسے طرف ارتفاع طرف انخفاض

ہوگئین اور یہ پیشگوئی ایسے وقت مین یعنے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مین لکھی گئی اور شہرت دی گئی کہ جب دلیپ سنگہ کے پنجاب مین بالضرور آجانے کی ایک دھوم مچی ہوئی تھی اور بعض دوست اور بھائی بند اُسکے اسی خیالی خوشی مین پیشوائی کے لئے بمبئی تک بھی جا پہنچے تھے سو یہ پیشگوئی کروڑہا شخصون کے خیالات کے مخالف اور حالات موجودہ کے برعکس کی گئی اور سب نے دیکھ لیا کہ کیسی ٹھیک ٹھیک ظہور مین آئی اب فرمائیے آپ کا یہ کہنا کہ آجتک کوئی پیشگوئی ہمنے نہین دیکھی جھوٹ ہے یا نہین اسی طرح صاحب اخبار عام لاہور کی خدمت مین بھی عرض کیا جاتا ہے کہ جو کچھ اُنہون نے اپنے پرچہ ۲۱ جولائی ۱۸۸۶ء مین اس پیشگوئی کے انکار مین لکھا ہے اُسکے پڑھنے سے ہمین اُنکے تعصب اور نافہمی پر بہت ہی افسوس آتا ہے وہ فرماتے ہین کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے بہت عرصہ پہلے دلیپ سنگہ صاحب کا عزم ہندوستان کے خاص و عام مین مشہور ہو چکا تہا مگر افسوس کہ اُنہون نے نہین سمجھا کہ اس مشہوری سے پیشگوئی کے مضمون کو کیا تعلق ہے بلکہ پیشگوئی کا مضمون تو صرف اس بات سے مخصوص ہے کہ دلیپ سنگہ صاحبکو قصد پنجاب مین ناکامی ہے اور اُن کی عزت یا جان یا آسایش پر اس سفر مین صدمہ پہنچے گا اب منصفین خیال کرین کہ اخبار عام لاہور کی یہ نکتہ چینی پیشگوئی پر کیا اثر پہنچا سکتی ہے اور اُن کا انصاف اور فہم جو منصب اخبار نویسی کے لئے ایک ضروری شرط ہے کس درجہ کا ہے افسوس کہ بہت لوگ حسد اور عناد کے اشتعال مین پڑکر حقیقت حال کو نہین سوچتے جیسا کہ انہین پیشگوئیون کے متعلق ایک صاحب پنڈت لیکھرام نے ناحق اپنا اندرونی بخل اور ناانصافی اور ہٹ دھرمی ظاہر کرنیکے لئے

بقیہ حاشیہ۔ اسقدر بیانمین تو ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی میرے ساتھ اتفاق رائے کر سکتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور دائرہ انسانیت مین بہت سی متفاوت اور کم و بیش استعدادین پائی جاتی ہین کہ اگر کسی ہستی کو بلحاظ ان کے ایک با ترتیب سلسلہ مین مرتب کرین تو بلا شبہ اُس سے ایک لمبی خط مستقیم ممتد معدود کی صورت نکل آئیگی جو اوپر ثبت کیا گیا ہے طرف ارتفاع کا اخیر نکتہ پر اُس استعداد کا انسان ہوگا جو اپنی استعداد انسانی مین سب نوع انسان سے بڑھکر ہے اور طرف انخفاض مین وہ ناقص الاستعداد روح ہوگی جو اپنی غایت درجہ کی نقصان کیوجہ سے حیوانات لایعقل کے قریب قریب ہے اور اگر سلسلہ جمادی کی طرف نظر ڈالکر دیکھین تو اس قاعدہ کو اور بھی اُس سے تائید پہونچتی ہے کیونکہ خدا تعالی نے چھوٹے سے چھوٹے جسم سے جو ایک ذرہ ہے لیکر ایک بڑے سے بڑے جسم تک جو آفتاب ہے اپنی صفت خالقیت کو تمام کیا ہے اور بلا شبہ خدا تعالی نے اس جمادی سلسلہ مین

جابجا اشتہارات شائع کئے اور اِنجناب پر یہ الزام لکھا کہ گویا ہمنے کسی اشتہار میں یہہ پیشگوئی کی تہی کہ وہ لڑکا موصوف بصفات جسکا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ذکر ہے ضرور حمل موجودہ میں ہی پیدا ہوجائیگا ہرگز اس سے تخلف نہیں کریگا وہ ظہور میں نہیں آئی حالانکہ ایسا اور ان شرائط سے کوئی اشتہار اس طرف شائع نہیں ہوا اور اگر ہے تو کیون پیش نہیں کیا حقیقت حال تو یہہ ہے کہ آنکہون کی نابینائی کچہہ ضرر نہیں کرسکتی بلکہ دلون کی نابینائی جو تعصب کے بخارات سے پیدا ہوتی ہے وہی ضرر کرتی ہے یہہ شخص جسکا نام ہم نے ابہی بیان کیا ہے اِنہنے چالیس دن تک بھی ہماری آزمایش کے لئے ہماری صحبت مین رہنا منظور نہین کیا حالانکہ اِن پنڈت صاحب کو تنخواہ دینا بھی قبول کیا گیا تھا ان صاحبون کو بجز دشنام دہی اور بدزبانی اور آلائش کی باتون کے جو انکے اندر بہری ہوئی ہین اور کوئی حرف صلاحیت و معقولیت یاد نہین اگر اب بہی یہہ صاحب چالیس دن تک ہمارے پاس رہنا منظور کرین اور ہم الہامی پیش گوئیون مین جہوٹے نکلین تو جو ذلیل تر سزا تجویز کیجائے اُسکی ہم لائق ہین ورنہ جوتی کہانا اور مسلمان ہونا اُنپر واجب ہوگا ۔ ماسوا اسکے جو کچھہ ہمارا دعوی پیشگوئیون کی نسبت ہے وہ ایسا نہین ہے کہ صرف ایک دو پیشگوئیون سے اُسکا ثبوت دیا جاتا ہے بلکہ اس دعوے کے اثبات کے بارے مین عنقریب رسالہ سراج منیر بفضل خداوند چہپکر شائع ہونیوالا ہے اور وہ تمام رسالہ الہامی پیشگوئیون پر مشتمل ہے تب سب لوگ دیکھ لینگے کہ جو کچہہ ہمارے مخالفین ہماری نسبت طرح طرح کی رائین لگاتے ہین اُنکی کیا اصلیت و حقیقت ہے ہم اس رسالہ مین مرزا امام الدین جو ہماری برادری مین سے ہے اور دین اسلام سے

بقیہ حاشیہ آفتاب کو ایک ایسا عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے کہ طرف ارتفاع مین اُسکے برابر کوئی دوسرا ایسا وجود نہین ہے سو اس سلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈالکر جو ہر وقت ہماری آنکھون کے سامنے ہے روحانی سلسلہ جو اُسی ہاتہہ سے نکلا ہے اور اُسی عادت اللہ سے ظہور پذیر ہوا ہے خود بلا تامل سمجھ مین آتا ہے کہ وہ بہی بلا تفاوت اسی طرح واقعہ ہے اور یہی ارتفاع اور انخفاض اُسمین بہی موجود ہے کیونکہ خدا تعالی کے کام یکرنگ اور یکسان ہین اسلئے کہ وہ واحد ہے اور اپنے احد افعال مین وحدت کو دوست رکہتا ہے پریشانی اور اختلافات اُسکے کامون مین راہ نہین پا سکتے اور خود کیا ہی پیارا اور موزون طریق معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالے کے کام باقاعدہ اور ایک ترتیب سے مرتب اور ایک سلک مین منسلک ہون ۔

مرتد ہے اور اب آریہ سماج میں داخل ہو گیا ہے اُسکی نسبت بھی کئی پیشگوئیاں لکھینگے پھر آج بھی جو تیسری الٓت تتمہ ہے نجانب اللہ اُسکی نسبت معلوم ہوا ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اُسکی بیراہیون کا وبال جلد تر اُسے درپیش ہے اور اگر معمولی رنجون مین سے کوئی رنج ہو تو اُسکو پیشگوئی کا مصداق مت سمجھو لیکن اگر ایسا رنج پیش آیا جو کسیکے خیال گمان مین نہین تھا تو پھر سمجھنا چاہئے کہ وہ مصداق پیشگوئی ہے لیکن اگر وہ باز آنیوالا ہے تو پھر بھی انجام بخیر ہوگا یا تنبیہ کے بعد راحت پیدا ہو جائیگی اور یہ دعویٰ ہمارا بالکل صحیح اور نہایت صفائی سے ثابت ہے کہ صراط مستقیم پر چلنے سے طالب صادق الہام الٰہی پا سکتا ہے کیونکہ اوّل تو اسپر تجربہ ذاتی شاہد ہے ماسوائے اسکے ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا مین اس سے بڑھکر اور کوئی معرفت الٰہی کا اعلےٰ رتبہ نہین ہے کہ انسان اپنے رب کریم جلشانہ سے ہمکلام ہو جائے یہی سبب ہے جس سے روحین تسلّی پاتی ہین اور سب شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہین اور اسی درجہ صافیہ پر پہنچکر انسان اُس دقیقہ معرفت کو پا لیتا ہے جسکی تحصیل کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور در اصل نجات کی کنجی اور ہستی موہوم کا عقدہ کشا یہی درجہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے اور کھلتا ہے کہ خالق حقیقی کو اپنی مخلوق ضعیف سے کس درجہ قرب واقعہ ہے اس درجہ تک پہنچنے کی خبر ہمین اُسی نور نے دی ہے جسکا نام قرآن ہے وہ نور صاف عام طور پر بشارت دیتا ہے کہ الہام کا چشمہ کبھی بند نہین ہو سکتا جب کوئی مشرق کا رہنے والا یا مغرب کا باشندہ دلی صفائی سے خدا تعالیٰ کو ڈھونڈھیگا اور اُس سے پوری پوری صلح کریگا اور درمیان کے حجاب اُٹھا دیگا تو ضرور اُسے پائیگا اور جب واقعی اور سچے اور کامل طور پر پائیگا تو ضرور خدا اُس سے

بقیہ حاشیہ اب جبکہ ہمنے ہر طرح سے ثبوت پا کر بلکہ بہ بداہت دیکھ کر خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کو مان لیا کہ اُسکے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہین ہین جن مین یونہی گڑبڑ پڑا ہو بلکہ ایک حکیمانہ ترتیب سے مرتب اور ایک ایسے باقاعدہ سلسلہ مین بندھے ہوئے ہین جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائے درجہ تک پہنچتا ہے اور یہی طریق وحدت اُسی محبوب بھی ہے تو اس قانون قدرت کے ماننے سے ہمین یہ بھی ماننا پڑا کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جمادی سلسلہ مین ایک ذرہ سے لیکر اُس وجود اعظم تک یعنے آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے جو ظاہری کمالات کا جامع ہے جس سے بڑھکر اور کوئی جسم جمادی نہین ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ہوگا جسکا وجود خط مستقیم مثالی مین ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقعہ ہو اب تفتیش اس بات کی کہ وہ انسان کامل جسکو روحانی

ہمکلام ہوگا - مگر ویدون نے انسان کے اِس درجہ تک پہنچنے سے انکار کیا ہے اور صرف چار رشیون تک جو ویدون کے مصنف ہین (بقول آریہ سماج والون کے) اِس درجہ کو محدود رکھا ہے یہہ ویدون کی ایسی ہی غلطی ہے جیسے اَور بڑی بڑی غلطیون سے وہ پُر ہے یہ بات ظاہر ہے کہ سب بنی آدم متحد الفطرت ہین اور جو بات ایک آدمی کے لئے ممکن ہے وہ سب کے لئے ممکن ہے اور جو قرب و معرفت ایک فرد بشر کے لئے جائز ہے وہ سب کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ سب اصل طینت مین ایک ہی جوہر سے ہین ہان کمالات مین کمی بیشی ہے مگر جنس کمالات مین حرج سے جواب تو نہین اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ اُنہین تحصیل کمالاتِ انسانی کا کچھ بھی استعداد نہ ہو تو وہ خود انسان ہی نہین ہو سکتا غرض تھوڑے بہت کا تو انسانی استعدادون مین فرق ضرور ہوتا ہے مگر انسان ہو کر یک لخت فقدان استعداد نہین ہو سکتا پہلا ہم پوچھتے ہین کہ ہندؤن کے ایشر کو ویدون کے اُتارنے سے مقصد اور علت غائی کیا ہے اگر یہ مقصد ہے کہ تا لوگ ویدون کو پڑھکر اور اُنکے ٹھیک ٹھیک پابند ہوکر اپنے کمال مطلوب تک پہنچ جاوے تو پھر اُس کمال تک پہنچنے کا راہ کیون آپ ہی بند کرتا ہے اگر اُن رشیون کا وجود جنپر وید نازل ہوئے تھے بطور نمونہ کے نہین تھا کہ تا لوگ اُسی نمونہ کے موافق ویدون پر چلنے سے اپنے وجودون کو بنالین تو ایسے رشیون کے بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی یہہ بات ظاہر ہے کہ خدا تعالی کی کتابین اور خدا تعالے کے نبی اسی غرض اور مدعا سے آیا کرتے ہین کہ تا وہ لوگون کی آنکھون کے سامنے نمونہ کیطرح ہوکر اُنکو یہ ترغیب و تحریک دین کہ جو شخص اُنکے نقش قدم پر چلے اور اُنکے طریق مین محو ہو جاوے وہ آخر اُنہین کا روپ

بقیہ حاشیہ کی آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے وہ کون ہے اور اُسکا کیا نام ہے یہہ ایسا کام نہین ہے جسکا تصفیہ مجرد عقل سے ہو سکے کیونکہ بجز خدا تعالی کے یہہ امتیاز کسکو حاصل ہے اور کون بمجرد عقل یہ ایسا کام کر سکتا ہے کہ خدا تعالے کے کروڑہا اور بیشمار بندون کو نظر کے سامنے رکھکر اور اُن کی روحانی طاقتون اور قوتون کا موازنہ کر کے سب سے بڑے کو الگ کر کے دکھلاوے بلاشبہ عقلی طور پر کسیکو اسجگہ دم مارنیکی جگہ نہین ہے ہان ایسے بلند اور عمیق دریافت کے لئے کتب الہامی ذریعہ ہین جنہین خود خدا تعالی نے پیش از ظہور بلکہ ہزارہا برس پہلے اِس انسان کامل کا پتہ و نشان بیان کر دیا ہے پس جس شخص کے دلکو خدا تعالی اپنی توفیق خاص سے اِسطرف ہدایت دیگا کہ وہ الہام اور وحی پر ایمان لاوے اور ان پیشگوئیون پر غور کرے کہ بائبل مین درج ہین تو اُسے ضرور ماننا

ہو جائیگا اور انہیں کے رنگ میں آجائیگا لیکن اگر ہندوؤں کے پرمیشر نے ایسا ارادہ ہی نہیں کیا کہ اُن
چار رشیوں کے رنگ سے جو نمونہ کے طور پر بھیجے گئے تھے کوئی طالب حق رنگین ہو جائے تو پھر یہ
کام اُنکے پرمیشر کا سراسر بیہودہ اور فضول ہوگا بلکہ اس ارسال کرنیکی کچھ ضرورت نہیں کہ اگر ہندوؤں کے
پرمیشر نے ویدوں کو تکمیل نفوس ناقصہ کے لئے بھیجا تھا تو ویدوں نے نازل ہوکر کسقدر خلقت کو کمال کے
درجہ تک پہنچایا ہے کیونکہ اس بارہ میں ہندو لوگ آپ ہی قائل ہیں کہ کسی شخص نے ویدوں سے مرتبہ کمال
تک نہیں پہنچایا۔ جبکہ گویا حقیقت کمال کی ہندوؤں کے پرمیشر کے نزدیک بھی وہی ہے جسکا
نمونہ گذشتہ ویدوں کے رشیوں میں قائم کیا تھا اور وہ یہی ہے کہ بقول آریہ لوگوں کے اُن رشیوں کو الہام
الٰہی سے سرفراز فرمایا گیا اب جبکہ کمال معرفت کی حقیقت یہ ٹھہری اور دوسری طرف اُن کے پرمیشر نے یہی
صاف صاف سنا دیا کہ کوئی شخص ابدالآباد تک بجز چار رشیوں کے الہام نہیں پاسکتا تو عجیب تماشا کی
کارروائی ہے بھلا اگر کوئی اُن چار رشیوں کی پیروی سے اُن کا رنگ ہی حاصل نہیں کرسکتا تو پھر
ایک عقلمند ویدوں کے ماننے اور اُنپر عمل کرنے میں کیونکر ناحق اپنی عمر برباد کرے یہ کس قسم کی رندانہ حرکت ہے
جو ہندوؤں کے پرمیشر سے ظہور میں آئی کہ اول چار رشیوں کو نمونہ کے طور پر بھیجا تا لوگ اُس نمونہ کے موافق
چلکر اُن رشیوں کے ہمرنگ ہو جائیں اور وہی نعمت حاصل کرلیں جو اُن کو دی گئی تھی اور پھر دوسری
طرف یہ بھی سنا دیا کہ یہ بات ہرگز ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص اُن رشیوں کے رنگ میں آکر الہام پاسکے لا الگ
ٹھہر جائے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اگر وید بکمال مطلوب تک کسیکو نہیں پہونچا سکتے تو پھر اُنکا بھیجا جانا بالکل

بقیہ حاشیہ پڑیگا کہ وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے جس میں نقطہ ارتفاع کا پورا ہوا ہے
اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ **حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
واٰلہٖ وسلم** ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اب بھی مکرر ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کامل خدا تعالیٰ کی ذات
کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ دوسرا خدا ہرگز نہیں پیدا کرتا کیونکہ یہ بات اُسکی صفت احدیت کے مخالف
ہے ہاں اپنی صفات کاملہ کا نمونہ پیدا کرتا ہے اور جس طرح ایک مصفّا اور وسیع شیشہ میں چہرہ رویت
کی تمام و کمال شکل منعکس ہو جاتی ہے ایسا ہی انسان کامل کے نمونہ میں الٰہی صفات عکسی طور پر
آجاتی ہیں سو خدائے تعالیٰ کا اسطرح اپنی مثل قائم کرنا معترض کی تسلی کے لئے کافی ہے اس جگہ

عبث اور بیہودہ ہوا اور بجز اس بد اثر کے کہ کروڑہا آدمیوں کو انکی پرشرک تعلیم نے مشرک بنا دیا اور کونسا نیک ثمرہ ہے جو اُن کے آنے سے مترتب ہوا اور وہ چار آدمی جن پر اُن کے خیال میں وید نازل ہوئے تھے وہ بھی درحقیقت ویدوں کے ممنون احسان نہیں ہو سکتے بلکہ وہ بقول آریہ لوگوں کے کسی پہلے جنم کے اعمال کے باعث الہام پانے کے لائق ٹھہر گئے تھے۔

قولہ۔ باقی دوسری صفات کا ذکر بیشک وہ جیوین بیج کی طرح موجود ہیں جو بغیر خدا تعالیٰ کی کاریگریوں کے (جسکا مرزا صاحب جوڑنا جاڑنا نام رکھتے ہیں) بالکل نہونیکے برابر ہیں۔

اقول۔ میں کہتا ہوں کہ جو خاصیتیں اور قوتیں بقول ماسٹر صاحب روحوں میں ضرور موجود ہیں گو بزعم اُن کے بیج کی طرح ہی سہی مگر وہ موجود ہو کر معدوم کے برابر کیوں ہیں اسکی وجہ بھی تو کوئی بیان کی ہوتی کیا وہ قوتیں اور خاصیتیں روحوں میں بیفائدہ طور پر ہیں جنکے وجود سے پرمیشر کو جوڑنے جاڑنے کیوقت کچھ مدد نہیں ملی ظاہر ہے کہ پرمیشر کو اُن خاصیتوں اور عجیب قوتوں سے جوڑنے جاڑنے کیوقت بڑی بھاری مدد ملی جنپر پرمیشر کا نام رکھ لیا اور اسکا پرمیشرپن ثابت کر دکھایا اور اگر وہ خاصیتیں روحوں میں نہیں تھیں تو بتلاؤ کہ پرمیشر کیا کر سکتا تھا کونسی روحانی خاصیت اپنی گھر سے لاتا اور کیونکر ایک بیجان جسم کو ایک زندہ انسان بنا کر دکھاتا بہلا انکی بنائی کیا اور جوڑ آئی کیا۔ تو پھر دونکا اپیشر پرمیشر احسان ہے جو بنی بنائی اور گھڑے گھڑائے امور تمام اپنی عجیب خاصیتوں اور قوتوں کی اسکے ہاتھ آگئیں قسمت اچھی تھی مفت کا نام ہو گیا پرمیشر بن بیٹھا ورنہ غور کرنیوالی عقلوں پر ظاہر ہے کہ جوڑنا جاڑنا بغیر اُن عجیب خواص اور طاقتوں کی جو روحوں اور مادوں میں پائی جاتی ہیں کچھ چیز نہیں ہے بلکہ اگر وہ خواص روحوں اور مادوں میں نہ پائے جاویں تو ممکن ہی نہیں کہ ہندوؤں کا پرمیشر جوڑنے جاڑنے کا کام بھی انجام دے سکے مثلاً اگر جسم کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ایک اتصالی

بقیہ حاشیہ۔ واضح ہے کہ اس انتہائی کمال کے وجود باجود کو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں مظہر تام الوہیت قرار دیا گیا ہے اور چونکہ اس مطلب کو کچھ زیادہ تفصیل سے لکھنا موجب افادہ طالبین ہے اسلئے ہم کسیقدر اور تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اوّل ہم بیان کر چکے ہیں کہ صاحب انتہائے کمال کا جسکا وجود سلسلہ خط خالقیت میں انتہائی نقطہ ارتفاع پر واقع ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُن کے مقابل پر وہ خبیث وجود جو انتہائے نقطہ انخفاض پر واقع ہے اسکو ہم لوگ شیطان سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ بظاہر شیطان کا وجود مشہود و محسوس نہیں لیکن اس سلسلہ خط خالقیت پر نظر ڈالکر اسقدر تو عقلی طور پر ضرور ماننا پڑتا ہے کہ جیسے سلسلہ ارتفاع کے انتہائی نقطہ میں ایک وجود مجسم ہے جو دنیا میں خیر کی طرف

قوت نہ پائی جاوے جسکو قوت کشش اتصال کہتے ہین تو ہندؤن کے پرمیشر کو ہرگز یہ طاقت نہین ہے کہ کم سے کم دو ذرّون مین بھی پیوند کر کے دکھلاوے اسیطرح جو جوڑنے جاڑنے مین روحانی خواص نمایان ہوتے ہین اُن مین بھی ہندؤن کے پرمیشر کی ہرگز مجال نہین ہے کہ بغیر حاجت وجود روحون اور انکی عجیب خاصیتون اور صفتون کے جنکو ماسٹر صاحب ہیچ کی طرح خیال کرتے ہین کوئی صنعت بنا کر دکھلا سکے یہ بات تو نہایت درجہ پر ظاہر ہے کہ ایسے پرمیشر کی جسنے نہ روحون اور نہ ان کے خواص کو پیدا کیا اور نہ ذرات اجسام اور انکی خاصیتون کو خلعت وجود بخشا صرف جوڑنے جاڑنے مین کچھ بھی ہنگ پھٹکری خرچ نہین آتی بلکہ خواص پہلے ہی جُدا جُدا چیزون مین کچھ پوشیدہ تھے وہ باہم روح اور جسم کے ملنے سے خود بخود نمایان طور پر نظر آ جاتے ہین کیونکہ اُن مین پہلے ہی سے یہ خاصیت چھپی ہوئی ہوتی ہے کہ باہم ملنے سے خواہ نخواہ انکا ظہور ہو جاتا ہے جیسے دنیا کی لاکھون چیزون مین یہی خاصہ پایا جاتا ہے کہ اُن کے باہمی امتزاج اور اختلاط سے ایک عجیب قسم کا خاصہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جو الگ الگ ہونیکی حالت مین مخفی و محجوب ہوتا ہے سو یہ بات ہرگز نہین کہ جو شخص اُن دو چیزون کو باہم ملاتا ہے وہ اپنے گھر سے ایک خاصہ لا کر اُن مین ڈالدیتا ہے بلکہ جیسا کہ ہمنے ابھی بیان کیا ہے وہ دونون چیزین الگ الگ طور پر وہ خاصہ اپنے اندر رکھتے ہین جو انکے اکٹھے ہو جانے سے وہ ظاہر ہو جاتا ہے مثلاً گھی اور شہد اور سہاگہ مین یہ خاصیت ہے کہ ان تینون کے ملانے سے یہ خاصہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر کسی گم گشتہ زر یا نقرہ وغیرہ کو جو بالکل خاکستر و خاک ہو گیا ہو اُسمین گھلکر بوتہ مین آگ دیجاوے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے یعنی اپنی اصلی صورت

بقیہ حاشیہ مادی ہو گیا اسی طرح اسکے مقابل پر ذو العقول مین انتہائی نقطہ انخفاض مین ایک وجود شر انگیز بھی ہے جو شر کیطرف جاذب ہو ضرور چاہیئے اسیوجہ سے ہر یک انسان کے دلمین باطنی طور پر یہی دونون وجودون کا اثر عام طور پر پایا جاتا ہے پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی کہلاتا ہے یعنے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکا پاک اثر بجذبات قدسیہ توجہات باطنیہ ہر ایک دلکو خیر اور نیکی کی طرف بلاتا ہے جسقدر کوئی اُس سے محبت اور مناسبت پیدا کرتا ہے اُسی قدر وہ ایمانی قوت پاتا ہے اور نورانیت اسکے دلمین پھیلتی ہے یہان تک کہ وہ اُسی کے رنگ مین آجاتا ہے اور ظلی طور پر اُن سب کمالات کو پالیتا ہے جو اُسکو حاصل ہین اور جو وجود شر انگیز ہے یعنی وجود شیطان جسکا مقام ذو العقول کے دو قسم مین انتہائی نقطہ انخفاض مین واقع ہے اُسکا اثر ہر یک دل کو جو اُس سے کچھ نسبت رکھتا ہے

سونا چاندی یا جو کچھ ہو قبول کر لیتا ہے پس یہ خاصیت جو ان تینوں چندوں کی ترکیب سے کشتہ کے زندہ کرنے کے لئے پیدا ہو جاتی ہے یہ ایسی خاصیت ہے کہ خواہ ہندوں کا پنسار ان تینوں چیزوں کو باہم ملاوے اور خواہ ایک دس برس کا بچہ انکو باہم مخلوط کرے دونوں کے ہاتھوں سے یہ خاصیت پیدا ہوگی یہ نہیں کہ ضرور پنسار کے ہاتھ سے ہی پیدا ہو اور دوسرے کسی شخص کے ہاتھ سے پیدا نہ ہو سکے۔ روحوں میں بہت سے خواص اور عجیب طاقتیں اور استعدادیں پائی جاتی ہیں جنکو قرآن شریف نے استیفا سے ذکر کیا ہے مثلاً اُن میں چند قوتیں اور استعدادیں یہ ہیں جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں:۔

(۱) علوم اور معارف کی طرف شائق ہونیکی ایک قوت

(۲) علوم کو حاصل کرنے کی ایک قوت

(۳) علوم حاصلکردہ کے محفوظ رکھنے کی ایک قوت

(۴) محبت الٰہی کی ایک قوت

(۵) لذت وصال الٰہی اُٹھانیکی ایک قوت

(۶) مکاشفات کی ایک قوت

(۷) مؤثر اور متاثر ہونیکے یا یوں کہو کہ باہم عامل اور معمول ہونیکی ایک قوت

(۸) تعلق اجسام قبول کرنیکی ایک قوت

(۹) تخلق باخلاق اللہ کی ایک قوت

بقیہ حاشیہ شرک کی طرف کھینچتا ہے جسقدر کوئی اُس سے مناسبت پیدا کرتا ہے اُسیقدر بے ایمانی اور خباثت کے خیال اُسکو سوجھتے ہیں یہانتک کہ جبکو مناسبت تام ہو جاتی ہے وہ اُسی کے رنگ اور روپ میں آکر پورا پورا شیطان ہو جاتا ہے۔ اور ظلی طور پر اُن سب کمالات خباثت کو حاصل کر لیتا ہے جو اصلی شیطان کو حاصل ہیں اسی طرح اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان اپنی اپنی مناسبت کی وجہ سے الگ الگ طرف کھینچے جاتے ہیں اور وجود خیر مجسم جسکا نفس نقطہ انتہا سے درجہ کمال ارتفاع پر واقعہ ہے یعنے حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکا مقام عروج خارجی جو نقطہ سے مقام عروج (یعنے عرش رب العالمین ہے) بتلایا گیا ہے یہ درحقیقت اُسی انتہائی درجہ کمال ارتفاع کی طرف اشارہ ہے جو اُس وجود باجود کو حاصل ہے گویا جو کچھ اُس وجود خیر مجسم کو عالم قضا و قدر میں حاصل تھا وہ عالم مثال میں

(۱۰) مورد الہام الٰہی ہونیکی ایک قوت

(۱۱) بسطی و قبضی حالت پیدا ہونیکی ایک قوت

(۱۲) معارف غیر متناہیہ کے قبول کرنے کی ایک قوت

(۱۳) رنگین برنگ تجلی الوہیت ہونیکی ایک قوت

(۱۴) عقلی قوت جس سے امتیاز حسن و قبح اُن پر ظاہر ہوتا ہے

(۱۵) القائے اثر و قبول اثر کی ایک قوت بمقابلہ اپنے اجسام متعلقہ کے

(۱۶) اقرار بوجود خالق حقیقی کی ایک قوت

(۱۷) اجسام کے ساتھ اور اُن کے اشکال خاصہ کے ساتھ مل کر بعض نئے خواص کے ظاہر کرنے کی قوت

(۱۸) ایک قوت کشش باہمی جسکو مقناطیسی قوت کہنا چاہئے

(۱۹) ابدی طور پر قائم رہنے کی قوت

(۲۰) جسم مفارق کی خاک سے ایک خاص تعلق رکھنے کی قوت جو کشفی طور پر ارباب کشف قبور پر ظاہر ہوتی ہے ؞

ایسا ہی اور بھی بہت سی ایسی قوتین ہین جنکا مفصل بیان نہایت لطافت اور خوبی سے قرآن شریف مین مندرج ہے اور ہمکو اگر شرطی رسالہ کے لکھنے کا موقعہ ملا تو ہم اُن سب قوتون اور روحانی

بقیہ حاشیہ مشہود و محسوس طور پر دکھایا گیا جیسا کہ اللہ تعالی اُس نبی کریم کی شان رفیع کے بارے مین فرماتا ہے ورفع بعضہم درجات پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ باوجود باوجود خیر مجسم ہے مقربین کی تین قسمون سے اعلے و اکمل ہے جو الوہیت کا مظہر اتم کہلاتا ہے -

جاننا چاہئے کہ قرب الٰہی کی تین قسمین تین قسم کی تشبیہ پر موقوف ہین جنکی تفصیل سے مراتب ثلاثہ قرب کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اول قسم قرب کے خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے - جیسا کہ تعالی نے فرمایا ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ یعنے مومن جنکو دوسرے لفظون مین بندہ فرمان بردار کہہ سکتے ہین سب چیزسے زیادہ اپنے مولی سے محبت رکھتے ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ

خواص کو بحوالہ آیات بینات قرآنی معقول اور مفصل اور مدلل طور پر اسی رسالہ مین جو وید اور قرآن کے موازنہ کی غرض سے ہوگا ہم لکھینگے اب اسجگہ ہم صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ ماسٹر صاحب کا یہ بیان کہ یہ سب قوتین روحون مین بیج کی طرح موجود ہین اور جبتک جسم کا روح کے ساتھ تعلق نہ ہو تب تک انکا عدم و وجود برابر ہے اس بیان مین ماسٹر صاحب نے بڑا دھوکا کھایا ہے کہ وہ خیال کرتے ہین کہ جو کچھ روحون اور جسمون کے ملنے کے بعد روحانی اور جسمانی خاصیتین موجودہ انسان مین جمکتی ہین وہ گویا اُن کے پرمیشر کی کاریگری سے ظہور پذیر ہوتی ہین حالانکہ یہ خیال بالکل غلط اور نامعقول ہے جو موٹی سمجھ سے پیدا ہوا ہے بلکہ اصل بات تو یہی ہے جسکو ہم پہلے تحریر کر چکے ہین کہ جو مخفی طور پر روحون اور جسمون مین الگ الگ خواص پائے جاتے ہین وہی باہم ترکیب اور امتزاج سے نمایان ہو جاتے ہین اور حالت تعلق جسم و روح تک قائم رہتی ہین یہ بات فی الحقیقت سچ اور راست راست ہے جسکو مین بھی تسلیم کرتا ہون کہ جو خواص بعد ترکیب اور تعلق ارواح و اجسام ظہور پذیر ہوتے ہین وہ سب خواص مجرد اجسام سے کھلے کھلے طور پر مترتب ہو سکتے ہین نہ مجرد ارواح سے بلکہ اُنکا ظہور و بروز کامل طور پر اجسام اور ارواح کے باہمی تعلق پر موقوف ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مین اس رسالہ مین اس سے پہلے تحریر کر آیا ہون کہ ارواح کو اپنی سعادت تامہ تک پہونچنے کے لئے عالم آخرت مین کوئی ابدی جسم ملنا ضروری ہے تا اُس تعلق جسم کی وجہ سے وہ خواص کامل طور پر ظاہر ہو جائین کہ جو مجرد روحون مین بدین صفائی و کمال ظاہر نہین ہو سکتی مگر افسوس کہ اس ابدی تعلق جسم و روح کو وید نہین مانتا اور صرف روح کو ہمین بقول ماسٹر صاحب بجز تعلق جسم کوئی روحی خاصہ نمایان طور پر جلوہ پذیر نہین ہو سکتا

بقیہ حاشیہ کہ جیسے ایک نوکر با اخلاص و با صفا و با وفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ و انعامات متکاثرہ و کمالات ذاتیہ اپنے آقا کی اسقدر محبت و اخلاص و یکرنگی مین ترقی کر جاتا ہے جو بوجہ اُتم محبت کے جو اُسکے دلمین پیدا ہو جاتی ہے اپنے آقا سے ہم طبیعت و ہم طریق ہو جاتا ہے اور اُسکی مرادات کا ایسا ہی طالب اور خواہان ہوتا ہے جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہان ہے ۔ اسی طرح بندہ وفادار کی حالت اپنے مولی کریم کے ساتھ ہوتی ہے یعنے وہ بھی اپنے خلوص اور صدق و صفا مین ترقی کرتا کرتا اُس درجہ تک پہونچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے بکلی محو و فنا ہو کر اپنے مولے کریم کے رنگ مین مل جاتا ہے ۔

آنجا کہ محبتے نمک میریزد ✤ ہر پردہ کہ بود از میان برخیزد ✤ این نغمہ نی کہ صد ہزارش دستان است

لذات کا ملنیجات و وصال الٰہی سکے اٹہانے کے لئے کافی سمجہتا ہے حالانکہ ابھی بچارہ ماسٹر صاحب اقرار کرچکا ہے کہ روحانی صفات بجز تعلق موجودہ جسم کے کسی قسم کی قابلیت ظاہر نہین کرسکتین اب وید کو کون سمجہاوے اور دیانند کی روح تک اس خبر کو کون پہنچاوے تا وہ ماسٹر صاحب سے سبق لیکر اپنے وید بہاش کی غلطیون کو درست کردین ۔

مینے پہلے سے اسی رسالہ مین درج کردیا ہے کہ جو جو صفات خداوند کریم جلشانہ نے ارواح مین رکھی ہین یا جو جو خاصیتین ذرات اجسام مین مودع کی ہین وہ اگرچہ بجائے خود الگ الگ بھی ثابت و متحقق ہین مگر انکا ظہور بین اسوقت ہوتا ہے اور انکے فوائد اسوقت بطور اتم و اکمل کہلتے ہین جسوقت جسم اور روح کا باہم تعلق ہوتا ہے اسکی مثال بہی ابھی پہلے موقعہ مین مینے یہ دی تہی کہ جیسے تصویر کو آئینہ مین رکھنے مین تصویر کا رنگ و روپ زیادہ تر نظر آجاتا ہے یہ بات ہرگز نہین ہے کہ آئینہ تصویر مین کوئی نقش بڑہا کر دکھا دیتا ہے بلکہ نقوش تو وہی ہوتے ہین جو ہین ہان البتہ آئینہ مین وہ سب نقش صاف طور پر نظر آجاتے ہین ایسا ہی جو خواص ارواح مین ہین انکا آئینہ جسم اور جسمی شکلین ہین اور جو خواص ذرات اجسام مین ہین انکا آئینہ ترکیب جسمی اور وہ روحین ہین جو انکے ساتھ تعلق پکڑتی ہین اور درحقیقت ان چیزون کا باہم آئینہ کا کام دینا یہ بھی ایک فطرتی خاصہ ہے اور اگر خدا تعالیٰ ارواح اور ذرات اور اجسام کا خالق نہین تو اسکو اس خاصہ کے پیدا کرنے مین ذرا دخل نہین کیونکہ خواص اشیا اسکے تو خواہ نخواہ اپنے موقعہ پر ظہور مین آجاتے ہین اور درحقیقت یہ خاصہ انہی بین خواص ارواح و اجسام مین سے ہے جنکو آریہ لوگ غیر مخلوق اور انادی کہتے ہین لیکن اب ماسٹر صاحب اپنے

بقیہ حاشیہ خاموش شود چو عشق شور انگیزد * چون رنگ خودی رود کیرا از عشق یارش ز کرم برنگ خویش آمیزد *

سو ایسا خادم جو ہمرنگ اور ہم طبیعت مخدوم ہو رہا ہے طبعی طور پر ان سب باتون سے متنفر ہو جاتا ہے جو اسکے مخدوم کو بری معلوم ہوتی ہین وہ نافرمانی کو اس حیثیت سے نہین چہوڑتا کہ اسپر سزا مترتب ہوگی اور تعمیل حکم اسوجہ سے نہین کرتا کہ اس سے انعام ملیگا اور کوئی قول یا فعل اسکا اپنے اخلاق کاملہ کے تقاضا سے صادر نہین ہوتا بلکہ محض اپنے مخدوم حقیقی کی اطاعت کی وجہ سے جو اسکی سرشت مین رچ گئی ہے صادر ہوتا ہے اور بے اختیار اسیکی طرف اور اسکی مرضیات کیطرف کہنچا جاتا ہے وہ ایک گال پر طمانچہ کہا کر دوسری گال کا پہیرنا خواہ نخواہ واجب نہین جانتا اور نہ طمانچہ کی جگہ طمانچہ مارنا اسکو لابد اً ضروری ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے یکرنگ دل سے

پرمیشر کی پردہ پوشی کے لئے اُسپر یہ احسان کرنا چاہتے ہین کہ تا اِس خاصہ کی پیدائش اُسکی طرف منسوب کی جاوے سو یہ کسی طرح منسوب نہین ہوسکتی۔ پنڈت دیانند صاحب اپنے وید بہاش اور ستیارتھ پرکاش مین صاف اقرار کرچکے ہین کہ نیستی سے ہستی نہین ہوسکتی جو ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہین وہ پیچھے سے کبھی نہین ہوسکتا سو اگر یہ خاصہ پہلے الگ الگ دو چیزون مین مخفی طور پر موجود نہین تہا تو پہر بعد مین کہان سے آگیا دنیا مین صدہا صورتین ایسی پائی جاتی ہین کہ اول دو چیزون مین کوئی خاصیت چہپی ہوئی موجود ہوتی ہے اور پہر اُن دو چیزون کے باہم ملا دینے سے وہی خاصیت بڑی تیزی اور شوخی سے ظاہر ہوجاتی ہے۔ دو دواؤن کی ترکیب سے ایک نئی مزاج اور خاصہ کی دوا نکل آتی ہے مگر درحقیقت وہ مزاج اور خاصہ کچھ نیا نہین ہوتا بلکہ اُن دونون دواؤن مین الگ الگ طور پر مخفی ہوتا ہے۔ ایسا ہی دو رنگون کے ملانے سے ایک نیا رنگ نکل آتا ہے مگر وہ درحقیقت نیا نہین ہوتا بلکہ اُن دونون رنگون مین اُس حالت علیحدگی مین چہپا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی دو مختلف مزہ کے طعام کو ملا کر تیسرا مزہ جو نیا دکھائی دیتا ہے نکل آتا ہے مگر وہ بھی درحقیقت نیا نہین ہوتا۔ سو مین کہتا ہون کہ اگر انہین اجزاے متفرقہ و خواص متفرقہ کو ملا کر کوئی مشترک خاصہ پیدا کرنا جو حقیقت مین پہلے ہی مخفی تھا پرمیشر ہونیکی نشانی ہے تو پہر آریہ لوگ انگریزون اور دوسرے یورپ کے صنّاع لوگون کو کیون سجدہ نہین کرتے اور انکو اپنا ایشور کیون نہین سمجھتے کیا اِن لوگون کے کام ایسے پرمیشر کے مشابہ نہین ہین۔ کیا اِن لوگون نے بھی ہندؤن کے پرمیشر کی طرح خواص متفرقہ اشیاء عالم پر اطلاع پا کر صدہا صنعتین نہین نکالین بلاشبہ نکالی ہین اور اب تک ہر ایک

بقیہ حاشیہ۔ فتویٰ پوچھتا ہے جو اُسوقت خاص مین اُسکے محبوب حقیقی کی مرضی کیا ہے اور اسباب کو لئے کوئی معقول وجہ تلاش کرتا ہے کہ کس طریق کے اختیار کرنے مین زیادہ تر خیر ہے جو موجب خوشنودی حضرت باری تعالیٰ جلشانہ ہے آیا عفو مین یا انتقام مین سو جو عمل موجودہ حالت کے لئے قرین بصواب ہو اُسیکو بروے کار لاتا ہے اسی طرح اُسکی بخشش اور عطا بھی سخاوت جبلی کے تقاضا سے نہین ہوتی بلکہ اطاعت کاملہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور اُسی اطاعت کے جوش سے وقت موجودہ مین خوب سمجھ لیتا ہے کہ کیا اِسوقت اِس کی اعانت یا ایسے شخص پر احسان درحقیقت مقرون بمرضی مولیٰ ہوسکتی ہے اور اگر نامناسب دیکھتا ہے تو ایک حبہ خرچ نہین کرتا اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ہرگز نہین ڈرتا غرض اعتقاد تقلیدی سے وہ کوئی کلام ہی نہین کرتا بلکہ کچی اور کامل محبت کیوجہ سے اپنے آقا کا مزاجدان ہوجاتا ہے اور یکرنگی اور اتحاد کی روشنی جو اُسکے دل مین ہے

پیشہ اور کارخانہ کے متعلق ہزارہا جدید صنعتین نکالتے جاتے ہین سواگر ہندؤن کے پیشہ کا بھی اتنا ہی کام ہے کہ علم خواص اشیاء حاصل کرکے طرح طرح کی صنعتین منصۂ ظہور لاوے تو پھر ان لوگون اور ایسے پیشہ مین صرف کمی بیشی علم کا فرق ہوگا اگر ان لوگون کو وہ اعلے قسم کا علم معلوم ہوجائے تو یہ بھی ایک طور کے پیشہ بن جاوینگے۔

قولہ - اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ خودبخود ہونیوالا کام پیشہ کے کامون سے بڑہکر ہے تو اگر ایسا ہوا تو پیشہ کی اسمین کونسی ہتک ہوئی۔

اقول - سچ ہے آپکے پیشہ کی عزت بڑی پکی ہے کسی قسم کی ہتک سے دور نہین ہوسکتی یہ ہمین آج ہی معلوم ہوا کہ آپکا پیشہ اس قسم کی درویشانہ سیرت رکھتا ہے کہ اگرچہ کروڑہا چیزین اسکے کامون اور صنعتون سے بڑہ چڑہ کر ہون تب بھی اسکو اپنی کسرشان کی کچھہ پروا نہین یہ خوب پیشہ ہے اور آپ لوگون کا وید بھی خوب اور رد بدقدیا اور اسکا گیان بھی جسپر اتنا ناز تھا خوب ہی نکلا ہزار ہا تھہ کنوان کھودا آخر چشمۂ آب کی جگہ ایک مری ہوئی مینڈک نکلی اگر پیشہ اسی حیثیت اور کرتوت کا مالک ہے تو پھر کسکو کیا مصیبت پڑی ہے کہ خواہ نخواہ اسکے لئے تکلیفین اٹھاوے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ہتک ایک ایسا لفظ ہے جسکا اثر اسکے دلپر ضرور ہوتا ہے جسکو کچھہ شرم وغیرت بھی ہو سواگر آپ کے پیشہ مین کچھہ شرم اور غیرت ہوتی تو اس سے زیادہ ہتک ہونیکی اور کیا بات تھی کہ جن کامون کے کرنے پر وہ فخر کرتا ہے اور اپنے پیشہ ہونیکی انہین دلیل ٹھہراتا ہے یعنے جوڑنا جاڑنا اُن کامون کی نسبت دوسرے کام جو خودبخود

بقیہ حاشیہ وہ ہر ایک تازہ وقت مین تازہ طور پر اسکو سمجہا دیتی ہے جو اس خاص وقت مین کیونکر اور کس طرز سے کوئی کام کرنا چاہئے جو مخدوم حقیقی کے منشاء کے مطابق ہو اور چونکہ اسکو اپنے منعم حقیقی سے ایک تعلق ذاتی پیدا ہوجاتا ہے اسلئے اطاعت اور فرمان برداری اسکے سرپر کوئی آزار رسان بوجھہ نہین ہوتا بلکہ وہ فرمان برداری اسکے ایک امر طبعی کے حکم مین ہوجاتی ہے جو بالطبع مرغوب اور بلاتصنع وتکلف اس سے صادر ہوتی رہتی ہے اور جیسے اللہ جلشانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے اسی طرح اللہ تعالی کا جلال ظاہر کرنا اسکے لئے محبوب بالطبع ہوجاتا ہے اور اپنے مخدوم حقیقی کی ہر ایک عادت وسیرت اسکی نظر مین ایسی پیاری ہوجاتی ہے کہ جیسے خود اسکو پیاری ہے سو یہ مقام اُن لوگون کو حاصل ہوتا ہے جنکے سینے محبت غیر سے بالکل منزہ وصاف ہوجاتے ہین اور خدا تعالی کی رضامندی کو ڈہونڈہنے کے لئے ہر ایک وقت جان قربان کرنیکو تیار رہتے ہین۔

بغیر سست اندازی پرمیشر کے تسلیم کئے گئے ہین ایسے اعلے درجہ کے نکلے کہ پرمیشر کے کامون کو اُن سے
کچھ بھی نسبت نہین پس اس صورت مین اگر پرمیشر کی ہتک نہین ہوئی توکیا اس کی عزت ہوگئی اور
اگر یہہ باتین پرمیشر کی کسرشان کا موجب نہین ہین توکیا اسکی عظمت اور جلال ظاہر ہونیکا باعث ہین
سوچنا چاہئے کہ جس حالت مین تمام عجیب کام اور بے نظیر قدرتین اور رنگا رنگ کے خواص خود بخود ہوئے
توکیا محض جوڑنے جاڑنے سے ایک بڑا درجہ پرمیشر ہونیکا ایسے ضعیف اور کمزور کو ملسکتا ہے بلکہ اگر
غور کرو اور کچھ خداداد عقل کو کام مین لاؤ توتمہین معلوم ہوگا کہ جوڑنا جاڑنا درحقیقت ارواح اور
اجسام کے پیدا کرنیکی فرع ہے یعنے جوڑنا جاڑنا بھی اُسی قادر مطلق کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوسکتا ہے
اور جو عدم سے وجود بخشنے پر قادر ہو اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلین کہ ایک ایسے کمزور اور نکمے
کے ہاتھ سے جوڑنا جاڑنا ممکن ہے جسنے نہ کسی روح کو پیدا کیا اور نہ کسی مادہ کو اور نہ وہ صدہا خواص اور
طاقتین اور استعدادین جو روحون اور مادون مین پائی جاتی ہین اُسکی پیدا کردہ ہین تو پھر مجرد
جوڑنا جاڑنا اُسکو قابل تعریف بنا نہین سکتا بلکہ یہ سب تعریفین روحون اور ذات اجسام کی طرف عائد
ہونگی اور اس صورت مین پرمیشر پر لازم و واجب ہوگا کہ روحون اور مادون کا شکرگذار اور ثناخوان
ہو۔ جنہون نے مفت مین اُسکو نیکنامی دلائی **گھی سنواری سالنا بڑی**
بھوکا ناؤن ٭

فقط ۔ پرمیشر کی اس صورت مین ہتک ہوتی کہ جب اس سے زیادہ تر کاریگر پیش

بقیہ حاشیہ ۔ سینہ باید تہی از غیر یار ۔ دل ہمی باید پر از یاد نگار ۔ جان ہمی باید براہ او فدا ۔
سر ہمی باید پئے او نثار ۔ ہمچنانی ہست دین عاشقان ۔ گو نبیت گر نشنوی عشاق وار ۔ از ہمہ عالم فرو بستن
نظر ۔ لوح دل شستن ز غیر دلدار ٭ قرب کی دوسری قسم والد اور والد کی تشبہ سے مناسبت رکھتی ہے جیساکہ اللہ
تعالی نے فرمایا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا یعنے اپنے اللہ جلشانہ کو ایسے دلی جوش اور محبت
سے یاد کرو جیسا باپون کو یاد کیا جاتا ہے یاد رکھنا چاہئے کہ خدوم اُسوقت باپ سے مشابہ ہوجاتا ہے جب محبت مین غایت درجہ
شدت واقعہ ہوجاتی ہے اور محبت جوہر بیکدورت اور غرض سے مصفا ہو کر کمال درجہ پر چمک کر دل کے ٹکڑہ مین اصلاح سے بیٹھ جاتی
ہے گویا اسکی جز ہے تب جسقدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنی محبوب سے ہے وہ سب حقیقت مین باورزاد معلوم ہوتا ہے
اور ایسا طبیعت سے ہمرنگ اور اسکی جز ہوجاتا ہے کہ سعی اور کوشش کا ذریعہ ہرگز یاد نہین رہتا اور جیسے بیٹے کو اپنے

کیا جاتا ہے ۔

اقول ۔ لو صاحب! اب تو آپکے پرمیشر کی آپ ہی کے منہ سے ہتک ثابت ہو گئی کیونکہ آپ کے خیالی اور وہمی اور فرضی پرمیشر سے اور زیادہ تر کاریگر نکل آیا جسکے وجود کے سامنے آپکے وہمی پرمیشر کا وجود حقیقت مین معدوم اور بے نشان ہے کیونکہ آپ کا پرمیشر تو بوجہ اپنی کمزوری اور ناطاقتی اور ناداری اور لاچاری کے آریہ دیس ہی مین چھپا ہوا بیٹھا تھا اور انہین لوگون سے اپنے کلام کا ٹھیکہ دے رکھا تھا اور باہر قدم رکھنے سے ڈرتا تھا اور اپنے منہ سے قائل تھا کہ مین اپنی ذات سے کچھ نہین کر سکتا دوسرے لوگونکے سہارے سے میرا کام چل رہا ہے سو آریہ لوگ اسی فرضی پرمیشر کو دراصل ایک چور تھا نہ پرمیشر خوش ہو رہے تھے اتنے مین آفتاب صداقت اُنپر چمکا اور اس سچے کامل خدا کا کلام جس سے آریہ لوگ ناواقف تھے یعنے قرآن شریف آریہ دیس مین جلوہ گر ہوا اور کروڑہا آریون کو سچائی کی طرف کھینچ لایا سو اس طرح اپنے اپنے قادر اور کامل وجود سے اُنکو اطلاع دیدی اور اپنی خدائی اُنپر ظاہر کردی اور اپنے قوی ہاتھ سے اپنا قادر مطلق ہونا ثابت کردیا اور سب روحون اور مادون کی نسبت بیان کیا کہ یہ سب میرے ہی پیدا کردہ ہین سو جن چیزون کی نسبت آریہ لوگ اور اُنکا ناکارہ پرمیشر حیران ہو رہے تھے کہ یہ چیزین کسنے پیدا کی ہین پیدا کرنیوالے نے اپنا کلام اُن تک پہنچا کر اور اپنے روشن نشان دکھلا کر صاف بتلا دیا کہ اِن کا پیدا کنندہ مین ہی ہون ۔ وہ کون ہے وہ وہی کامل اور قادر خدا منزل الفرقان ہے جسنے اپنے بے مثل الہام اور بے نظیر کلام کے ذریعہ سے اپنی خدائی کو ثابت کر دکھایا ہے جسکی ایجاد کے بغیر کوئی

بقیہ حاشیہ ۔ باپ کا وجود تصور کرنیسے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے ایسا ہی اسکو بھی بہ قوت باطنی طور پر اُس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے جیسے بیٹا اپنے باپ کا حلیہ اور نقوش نمایان طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر رکھتا ہے اور اُسکی رفتار اور کردار اور خو اور بو بصفائی تمام اُسمین پائی جاتی ہے علی ہذا القیاس یہی حال اسمین ہوتا ہے اور اس درجہ اور قرب اول کے درجہ مین فرق یہ ہے کہ قرب اول کا درجہ جو خادم اور مخدوم سے تشبیہ رکھتا ہے وہ بھی اگرچہ اپنے کمال کے رو سے اس درجہ ثانیہ سے نہایت مشابہ ہے لیکن یہ درجہ اپنی صفائی کی وجہ سے تعلق مادر زاد کے قائمقام ہو گیا ہے اور جیسا باعتبار نفس انسانیت کے دو انسان مساوی ہوتے ہین لیکن بلحاظ شدت و ضعف خواص انسانی کے ظہور آثار مین متفاوت واقع ہوتے ہین ایسا ہی اِن دونون درجون مین تفاوت درمیان ہے غرض اس درجہ مین محبت کمال لطافت تک پہنچ جاتی ہے اور مناسبت اور مشابہت بالا بال مین ظاہر ہو جاتی ہے خیال کرنا چاہئے کہ

چیز موجود نہین ہوئی جسکی تعریف مین قرآن شریف مین جو اُسکا کلام ہے یہ پاک حمد و مدح ہے کہ وہ مبدأ ہے تمام فیضون کا اور مستجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور جامع ہے تمام خوبیون کا اور مرجع ہے ہر ایک چیز کا اور واحد و لاشریک ہے اپنی ذات مین اور صفات مین اور معبودیت مین سو سچا اور کامل خدا یہی ہے جسنے ہزارون مقدس نبیون کی روحون مین اِس تعلیم کا القا کیا جسکا قول اور فعل دونون برابر شہادت دے رہے ہین کہ وہ ہر یک قسم کی ناطاقتی اور نقصان اور ادھورا پن سے پاک ہے غرض جس حالتین ایک ذات کامل الصفات نے جسکے ماننے والے دُنیا مین کروڑہا لوگ پائے جاتے ہین اور جسکی برکات تعلیم اور آسمانی نشان تمام روئے زمین پر پھیل چکے ہین اُسنے اپنے پاک اور مقدس صحیفون مین صاف دعوی کر دیا ہے کہ مین کامل پر قادر خدا ہون اور روحون اور ذرہ ذرہ جسم کا مین ہی خالق ہون تو کیا اِس صورت مین آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہین کہ ہمارے پرمیشر سے زیادہ تر کاریگر پیش نہین کیا گیا جسنے خالق الارواح والاجسام ہونیکا دعوی کیا ہو سو اب اے ماسٹر صاحب آنکھ کھولکر دیکھین کہ وہ زیادہ تر کاریگر پیش تو کیا گیا اور اُسکی طرف تو ہم آپکو دعوت کر رہے ہین کہ آؤ فرضی پرمیشر سے زیادہ تر کاریگر اور اُس سے زیادہ تر جاننے والا اپنے کامل نشانون کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے اُس زیادہ تر عزت و حکمت و قدرت والے پر ایمان لاؤ جسنے اپنی عام قادریت ظاہر کی ہے جن چیزون کو آپ لاوارث اور غیر مخلوق سمجھتے تھے اُن کا وارث ظاہر ہو گیا ہے سو اوصورت اور وہمی پرمیشر کو چھوڑ دو اور سچے اور کامل اور پورے قادر کی فرمان برداری اختیار کرو جسکی سچائی اُسکی قدرتون سے ثابت ہو رہی ہے آپ لوگون کا پہلا پرمیشر

بقیہ حاشیہ اگرچہ ایک شخص کمال عشق کیحالت مین اپنے معشوق سے ہمرنگ ہو جاتا ہے مگر جو شخص اپنے باپ سے جس سے وہ نکلا ہے مشابہت رکھتا ہے اُسکی مشابہت اور ہی آب و تاب رکھتی ہے ۔

تیسری قسم کا قرب ایک ہی شخص کی صورت اور اُسکے عکس سے مشابہت رکھتا ہے یعنے جیسے ایک شخص آئینہ صاف و وسیع مین اپنی شکل دیکھتا ہے تو تمام شکل اُسکی مع اپنے تمام نقوش کے جو اُسمین موجود ہین عکسی طور پر اُس آئینہ مین دکھائی دیتی ہے ایسا ہی اِس قسم ثالث قرب مین تمام صفات الٰہیہ صاحب قرب کے وجود مین بتمام تر صفائی منعکس ہو جاتی ہے اور یہ انعکاس ہر یک قسم کی تشبیہ سے جو پہلے اِس سے بیان کیا گیا ہے اتم و اکمل ہے کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جیسے ایک شخص آئینہ صاف مین اپنا مُنہ دیکھکر اُس شکل کو اپنی شکل کے مطابق پاتا ہے وہ مطابقت اور مشابہت اُسکی شکل سے نہ کسی غیر کو کسی حیلہ یا تکلف سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ کسی فرزند مین ایسی ہو بہو مطابقت پائی

حقیقت مین پرمیشر نہین ہے اور جو بنے جا شینے کی بھی در اصل اُسکو طاقت نہین ہے بلکہ وہ کبھو بھی نہین سچا پرمیشر وہی ہے جو تمام دنیا کا مالک ہے کسی خاص ملک سے کوئی تعلق نہین رکھتا ہر ایک ملک کے ڈھونڈھنے والے اُسکو پاسکتے ہین سو آؤ دلی صدق سے اُسکی طرف رجوع کرو تا تم بھی اُن برکات سے حصہ یاب ہو جاؤ جن سے صادق لوگ متمتع ہوتے ہین ۔

قولہ ۔ خدائے تعالے جو خود بخود ہونیوالی چیز ہے خدا کے اپنے کامون سے بہت بڑھکر ہے اور اِس سے خدا کی کوئی ہتک نہین ہوتی ۔

اقول ۔ بجز اِسکے کیا کہون کہ بربین عقل و دانش ہزار آفرین ہماری طرف سے تو اعتراض یہ تھا کہ جسحالت مین بقول آپ صاحبان اصل پیدائش اشیار خدا تعالی کی طرف سے نہین ہین بلکہ جمیع اشیار مادی و غیر مادی مع تمام خواص و عجائبات اپنے کے خود بخود ہین تو اِس مین پرمیشر کی بڑی ہتک عزت ہے یعنے یہ امر اُسکی بزرگی اور جلال اور حیثیت خدائی کی کسرشان کرتا ہے کہ جو چیزین اُسکے زیر حکم اور تحت ہین وہ سب اپنے وجود اور اپنے جمیع خواص مین جو اعلے درجہ کے عجائبات قدرت سے بھرے ہوے ہین خود بخود ہون اور جو ادنی درجہ کا کام ہے جو پہلے کام کے سہارے سے چلتا ہے فقط وہی کام پرمیشر کے ہاتھ سے نکلا ہو اسکا جواب ماسٹر صاحب یہ دیتے ہین کہ خدا تعالی جو خود بخود ہونیوالی چیز ہے خدا کے اپنے کامون سے بڑھکر ہے اور اِس سے خدا کی کوئی ہتک عزت نہین ہوتی ہے ایسا ہی دوسری خود بخود ہونیوالی چیزون سے اُسکی کوئی ہتک عزت نہین اب ناظرین سمجھ سکتے ہین

بقیہ حاشیہ جاتی ہے اور یہ مرتبہ کسکے لئے میسر ہے اور کون اِس کامل درجہ قرب سے موسوم ہے تو اسکا جواب یہی ہے کہ یہ اُسکو میسر آتا ہے کہ جو الوہیت و عبودیت کی دونون قوسون کے بیچ مین کامل طور پر ہو کر دونون قوسون سے ایسا شدید تعلق پکڑتا ہے کہ گویا اِن دونون کا عین ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو بکلی درمیان سے اٹھا کر آئینہ صاف کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور وہ آئینہ دو جہتین ہونیکی وجہ سے ایک جہت سے صورت الہیہ بطور ظلی حاصل کرتا ہے اور دوسری جہت سے وہ تمام فیض حسب استعداد اور طبائع مختلفہ اپنے مقابلین کو پہنچاتا ہے اِسیکی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالی نے فرمایا ہے ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی یعنی نزدیک ہوا (یعنی اللہ تعالی سے) پھر نیچے کیطرف آترا (یعنی مخلوق کیطرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا) پس اِسی جہت سے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کر کے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا اور اُسمین اور حق مین کوئی حجاب نہ رہا اور پھر نیچے کیطرف اُسنے نزول کیا اور اُسمین اور خلق مین کوئی حجاب نہ رہا یعنے چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول مین اتم و

کہ اس جواب کو ہمارے اعتراض سے کیا تعلق ہے یہ بات نہایت ظاہر و بدیہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی ذات وصفات اُسکے کامون سے جو اُسکی مخلوقات ہے بڑھکر نہ ہوتی تو مخلوق اپنے خالق سے اور مملوک اپنے مالک سے مساوی ہو جاتا تو اِسطرح پر ضرور خدا تعالیٰ کی ہتک عزت ہوتی کیونکہ مخلوق کا اپنے خالق سے برابر ہو جانا اور مملوک کا اپنے مالک سے ہم رتبہ ہونا صریح موجب ہتک عزت مالک ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے جیسے خدا پیدا نہین کرتا کہ یہ اُسکی عزت ابدی وجلال ازلی اور وحدت قدیمی کے برخلاف ہے اب جبکہ یہ ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہتک عزت اِسبات مین ہے کہ کوئی مخلوق ومملوک ہوکر اُسکی ذات وصفات کے برابر ہو تو ظاہر ہے کہ جو امر اسکا نقیض ہے یعنے یہ کہ مخلوق اپنی ذات وصفات مین اپنے خالق سے کم ہو یہ امر موجب ہتک عزت نہین ہو سکتا کیونکہ اجتماع نقیضین محال وممتنع ہے برخلاف اِسکے جو چیزین خدا تعالیٰ کے ماتحت وزیر حکم ہین اُنکو اُسکے ماتحت قبول کرکے پھر اُسکی حد وقدرت سے اُنہین باہر رکھ لینا اور باوصف صدہا عجائب وغرائب خواص کے جو اُن چیزون کے اندر بھرے ہوئے ہین جو ایک ناکارہ کام جوڑنے جاڑنے سے ہزارہا مراتب بہتر ہین پھر بھی اُن چیزون کو خدا تعالیٰ کی پیدائش اور اُنکے ہاتھ کی صنعت ہونے سے الگ کا الگ رہنے دینا اور پرمیشر کو صرف جوڑنے جاڑنے والا جو اُسکے پہلے کامون سے قطع تعلق کی حالت مین ادنیٰ سا کام ہے خیال کرنا اگر ایسے خیال میں اختلال سے بھی آپکے پرمیشر کی عزت دور نہین ہوتی تو یہ عزت بھی عجیب عزت ہے غرض یہ قیاس آپکا بالکل قیاس مع الفارق ہے جو خدا تعالیٰ کے ماتحت چیزون کا اُسکی ذات وصفات پر آپ کر رہے ہین اور

بقیہ حاشیہ اکمل ہوا اور کمالات انتہائیہ تک پہونچ گیا اِسلئے دو قوسون کے بیچمین یعنے وتر کی جگہ مین جو قطر دائرہ ہے اتم واکمل طور پر اُسکا مقام ہوا بلکہ وہ قوس الوہیت اور قوس عبودیت کیطرف اس سے بھی زیادہ تر جو خیال وگمان وقیاس مین نہین آ سکتا نزدیک ہوا مثلاً صورت اُن دو قوسون کی یہہ ہے

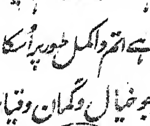

اِس شکل مین جو خط مرکز دائرہ کو قطع کرتا ہے جو قطر دائرہ ہے وہی قاب قوسین یعنے دونون قوسون کا وتر ہے۔ جاننا چاہئے کہ دونون قسم وجود واجب اور ممکن کے ایک ایسے دائرہ کیطرح ہین کہ جو خط گذرندہ بر مرکز سے دونون قوسون پر منقسم ہو وہی خط جو قطر دائرہ ہے جسکو قرآن شریف مین قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے اور عام بول چال علم ہندسہ مین اُسکو وتر قوسین کہتے ہین وہ ذات مفیض اور مستفیض مین بطور برزخ واقع ہے کہ جو اپنے حضض کمال مین جو انتہائی

اور مجھے یقین ہے کہ آپ اس بیان صاف فرق کو سمجھ کر بہت شرمندہ ہونگے اور دل میں پچھتاینگے
کہ ایسی فضول باتیں منہ سے کیوں نکالیں بالآخر میں آپکو یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ آپ اس سوتر کے پڑھنے کے
وقت اس رسالہ کا وہ حاشیہ بھی پڑھ لیں جو حاشیہ ملحقہ اس متن سے پہلے تحریر پا چکا ہے۔

قولہ۔ اسکے آگے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر سب روحیں غیر مخلوق اور خود بخود ہیں تو پھر کسی روح
سے بندگی کرانیکا مستحق نہیں ہوسکتا کیونکہ سب روحیں تجھ سے کہہ سکتی ہیں کہ جبکہ تو نے ہمیں پیدا ہی نہیں
کیا اور ہماری طاقتوں اور قوتوں اور استعدادوں کو تو نے بنایا تو پھر کس استحقاق سے ہم سے اپنی پرستش
چاہتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہمنے پہلے قباحتوں کے جواب میں ثابت کر دیا ہے کہ بغیر پرمیشر کے جوڑنے
جاڑنے کے تمام روحیں باوجود انکی طاقتیں نہ ہونے کے برابر ہیں پس جسے جوڑنے جاڑنے سے آرام اور
سکھ میں ترقی کرنیکا سامان نصیب کیا وہ شکر گذاری اور عبادت کے لائق نہیں۔

اقول۔ افسوس کہ پنڈت جی اس رعب سے اور نکمے پرمیشر کی وکالت میں آپ نے جہانتک بن پڑا اپنا
زور بازو بہت کچھ کوشش کی مگر چونکہ اسکا دعویٰ اپنا ایسا نہیں ہے کہ جو کسی کے چھپانے سے چھپ سکے
اسلئے پنڈت صاحب کی محنت کا نتیجہ بجز اس قیل و قال کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ بھلا آپ ہی فرماویں کہ آپنے
پہلی قباحتوں کے جواب میں کیا خاک ثابت کیا ہے۔ جس حالت میں آپ لوگ اپنے ہی منہ سے قایل
ہیں کہ تمام روحیں خود بخود ہیں اور انکے تمام خواص بھی خود بخود۔ انکی تمام قوتیں بھی خود بخود ایسا ہی
پرکرتی بھی خود بخود ہے جسکا ہر ایک ذرہ بھی خود بخود اور انکے تمام خواص اور قوتیں خود انکا ازلی ابدی

بقیہ حاشیہ۔ وہ جو کمالات کا ہے نقطہ مرکز دائرہ سے جو وتر قوس کا درمیانی نقطہ ہے مشابہت رکھتا
ہے یہی نقطہ تمام کمالات انسان کامل کا دل ہے جو قوس الوہیت و عبودیت کی طرف بخطوط مساویہ نسبت
رکھتا ہے اور یہی نقطہ ارفع نقاط اُن خطوط عمودیہ کا ہے جو محیط سے قطر دائرہ تک کھینچے جائیں۔ اگرچہ وتر
قوسین اور بہت سے اپنے نقاط سے تالیف یافتہ ہے جو درحقیقت کمالات روحانیہ صاحب وتر کے صور محسوسہ
ہیں لیکن بجز ایک نقطہ مرکز کے اور جسقدر نقاط وتر میں ہیں ان میں دوسرے انبیاء و رسل و ارباب صدق و صفا
بھی شریک ہیں اور نقطہ مرکز اس کمال کی صورت ہے کہ جو صاحب وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے کمالات کے اعلیٰ
و ارفع و اخص و ممتاز طور پر حاصل ہے جسمیں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اُسکا شریک نہیں ہاں اتباع و
پیروی سے ظلی طور پر شریک ہو سکتا ہے اب جاننا چاہیئے کہ دراصل اسی نقطہ وسطی کا نام حقیقت محمدیہ ہے

ہونا بھی خود بخود - پرمیشر ہو یا نہو وہ سب بذات خود قائم بذات خود واجب الوجود غرض سارا جہان اپنے دونون ٹکڑون کے ساتھ خود بخود ہے تو ان خواص اور قوتون اور وانکی بقا مین جو روحون کو خود بخود حاصل ہین کونسی شکر گذاری کا پرمیشر مستحق ٹھہر سکتا ہے کیا ان چیزون مین سے پرمیشر نے بھی کچھ کبھی کچھ دیا ہے اور اسکی گرہ سے بھی کچھ خرچ آیا ہے - رہا بار بار کا روا جو پرمیشر نے روحون اور جسمون کو باہم جوڑا ہے - مین کہتا ہون کہ ایسا نالائق پرمیشر ہرگز جوڑنے پر بھی قادر نہین ہو سکتا اگر روحون کی حقیقت کا اسکو پورا پورا علم ہوتا تو وہ بیشک انکو بنا سکتا کیونکہ ایک چیز کا پورا پورا علم ہونا اسکے بنا سکنے کو مستلزم ہے اور جبکہ وہ روحون کے بنانے پر قادر نہین تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اسکو روحون کے خواص اور باطنی قوتون اور کیفیتون کا پورا پورا علم بھی نہیں اور جبکہ علم کامل نہین تو ایسے ادھورے اور ناقص علم سے وہ جوڑنے جاڑنے پر کیونکر قادر ہو سکتا ہے - اگر کوئی ثبوت ہے تو پیش کرنا چاہیے اور اگر فرض محال بثبات بھی ہو جائے کہ ایسا ادھورا اور نکما پرمیشر ارواح اور اجسام کو جوڑ سکتا ہے تو البتہ ایک ناقص جیسی شکر گذاری کے لائق ٹھہریگا جسکا عدم وجود برابر ہے مگر یہ تو کبھی نہوگا کہ ارواح جو بکلی آزاد اور غیر مخلوق اور قدیم ہونے مین اسکے ہمسر اور انادی ہونے مین اسکے ہم پہلو اور واجب الوجود ہونے مین اسکے ہمرتبہ ہین اسکو اپنا رب سمجھ لین اور جو اپنے رب اور پیدا کنندہ کی پرستش اور عبادت کرنی چاہئے ایسی عالیشان عبادت کا اسکو مستحق ٹھہرا دین سو یہی مطلب تھا جسکو ہمنے اعتراض مین لکھا اور آپ نے نہ اسکو غور کرکے سمجھا اور نہ اسکا کچھ جواب دیا -

بقیہ حاشیہ جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع واصل ہے اور در حقیقت اسی ایک نقطہ سے خط وترانبساط وامتداد پذیر ہوا ہے اور اسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر مین ایک ہویت ساریہ ہے جسکا فیض اقدس اس سارے خط کو تعین بخش ہو گیا ہے - عالم جسکو متصوفین اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہین اسکا اول اعلے مظہر ہے وہ علی وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا یہی نقطہ درمیانی ہے جسکو اصطلاحات اہل اللہ مین نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ کا نام کہتے ہین اور فلاسفہ کی اصطلاحات مین عقل اول کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اس نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کیطرف وہی نسبت ہے جو اسم اعظم کو دوسرے اسماء الہیہ کیطرف نسبت واقع ہے - غرض سرچشمہ رموز غیبی و مفتاح کنوز لاریبی اور انسان کامل کہلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرار مبدء و معاد کی علت غائی اور ہریک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیت یہی ہے

قولہ - سوائے اِسکے خداوند کریم نہایت دیالو اور کرپالو ہے اُسکی یہ ہدایت کہ پرستش کرنی چاہئے انسان کی بہتری کے لئے نہ کہ خود خدا کی اُسمین کوئی عزت بڑھتی ہے -

اقول - مین کہتا ہون کہ گو بندگی و عبادت کرنے سے انسان کی اپنی ہی بہتری متصور ہے مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ کی ربوبیت تقاضا کرتی ہے اور جوش مارتی ہے کہ لوگ اُسکی سیدھی راہ پر قدم مار کر اور ناکردنی کامون سے بچکر اور اُسکی پرستش و اطاعت مین محو ہو کر اپنی سعادت مطلوبہ کو پالین اور اگر اُس راہ پر چلنا نہ چاہین تو پھر اپنے لئے بلکہ اُنہین کے لئے اُسکا غضب بھڑکتا ہے اور طرح طرح کی تنبیہون مین اُنہین مبتلا کرتا ہی اور جو لوگ پھر بھی نہ سمجھین وہ بُعد اور حرمان کی آگ مین جلتے ہین یہ ہرگز نہین ہو سکتا کہ کوئی شخص اُسکو یہ کہہ سکے کہ تجھے میرے نفع یا نقصان کی کیا فکر پڑی ہے اور کیون بار بار ہمکو نصیحتین کرتا ہے اور الہامی کتابین بھیجتا ہے اور سزائین دیتا ہے اگر ہم عبادت کرینگے تو اپنے لئے اور اگر نہین کرینگے تو آپ نقصان اُٹھائینگے تجھے کیون ناحق کا جوش و خروش ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کہے بھی بلکہ اگر سب دنیا اور تمام آدم زاد متفق ہو کر اُسکی خدمت مین یہ گذارش کرین کہ ہمکو آپ اپنی نصیحتون اور حکمون اور الہامی کتابون سے معاف رکھین ہم آپکا بہشت یا یون کہو کہ مکتی خانہ لینا نہین چاہتے ہم اِسی دنیا مین گذارہ کر لینگے آپ مہربانی فرما کر اِسی جگہ ہمیشہ کے لئے ہمین رہنے دین آخرت کی ہم بڑی بڑی نعمتون سے باز آئے آپ ہمارے اعمال مین ذرا دخل و یابہ کرین اور جزا و سزا وغیرہ تجویزین جو ہمارے واسطے آپ کرتے رہتے ہین ان سب سے آپ دست بردار ہین ہمارے نفع یا نقصان سے آپ کچھ تعلق نہ رکھین تو یہ عرض

بقیہ حاشیہ جسکے تصور سے بالکنہ و تصور بکنہ سے تمام عقول و افہام بشریہ عاجز ہین اور جسطرح ہر ایک حیات خدائے تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہر یک وجود اُسکے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک تعین اُسکے تعین سے خلعت پوش ہے - ایسا ہی نقطہ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور خطائر امکان مین باذنہ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ و طبائع متفاوتہ موثر ہے - اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الہیہ کا ظلی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ طبعی اور اصلی طور پر جامع بلکہ انہین دونون کا مجموعہ ہی اسلئے ہر یک مرتبہ کونیہ پر جو عقول و نفوس کلیہ و جزئیہ مراتب طبیعیہ الی الآخر تنزلات وجود ہیں مراد ہے اجمالی طور پر حاوی رکہتا ہی ایسا ہی ظل الوہیت ہونیکی وجہ سے مرتبہ الہیہ سے اسکو ایسی مشابہت ہے جیسے آئینہ کے عکس کو اپنے اصل سے ہوتی ہے - اور امہات صفات الہیہ یعنے حیوٰۃ علم ارادہ قدرت سمع بصر کلام معہ اپنے جمیع فروع کے اتم و اکمل طور پر اسمین انعکاس پذیر ہین - اس نقطہ مرکز کو

انکی ہرگز قبول نہیں ہوسکتی اگرچہ اُسکے قبول کرانیکے لئے تمام عمر روتے پیٹتے رہیں پس اس سے صاف ثابت ہے کہ صرف یہی بات نہیں کہ بندہ اپنی حالت میں آزاد ہے اور اپنے لئے بندگی کرتا ہے اور پرمیشر کو اُس سے کچھ تعلق نہیں بلکہ جلال اور عظمت الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ شرط بندگی بجا لاوے اور نیک راہوں کو اختیار کرے اور اُسکی الوہیت بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ اُسکے آگے عبودیت کے آثار ظاہر ہوں اور اُسکی کاملیت ذاتی جوش سے یہ چاہتی ہے کہ جو نقصان سے خالی نہیں ہے اُس کے آگے تذلل کرے یہی وجہ ہے کہ نافرمانوں اور سرکشوں اور اُن سبکو جو شرارتوں پر ضد کرتے ہیں انجام کار اُسکا عذاب پکڑتا ہے ورنہ اسبابت پر کوئی وجہ قابل اطمینان پیدا نہیں ہوتی کہ بغیر پائے جانے کسی ذاتی قوت کے جو سزا جزا دینے کے لئے اُسکی ذات بابرکات ازل سے رکھتی ہو کیوں خواہ نخواہ وہ اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ نیکی کرنیوالوں کو نیک پاداش اور بدی کرنیوالوں کو بدپاداش پہنچاوے بلکہ اگر کوئی قوت ذاتی جو جزا سزا دینے کیلئے محرک ہو اُسمیں نہ پائی جاوے تو یہ چاہئے تھا کہ خاموشی اختیار رکھتا اور جزا سزا کی چھیڑ چھاڑ سے بکلی دست کش رہتا سو اگرچہ یہ بات تو صحیح ہے کہ انسان کے اعمال کا نفع نقصان اُسی کی طرف عاید ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی عظمت و سلطنت نہ اُس سے کچھ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے مگر یہ بات بھی نہایت صحیح و محکم صداقت ہے کہ ربوبیت کا تقاضا بندوں کو اُنکی حیثیت بندگی پر قائم رکھنا چاہتا ہے اور جو شخص ذرا تکبر سے سر اونچا کرے تو اُسکا سر فی الفور کچلا جاتا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کی ذات میں اپنی عظمت اپنی خدائی اپنی کبریائی اپنا جلال اپنی بادشاہی ظاہر کرنیکا ایک تقاضا پایا جاتا ہے اور سزا و جزا

بقیہ حاشیہ جو برزخ بین اللہ و بین الخلق ہے یعنے نفسی نقطہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجرد کلمہ اللہ کے مفہوم تک محدود نہیں کر سکتے جیسا کہ مسیحؑ کو ابن نام سے محدود کیا گیا ہے کیونکہ یہ نقطہ محمدیہ ظلی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیت ہے اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں حضرت مسیح کو ابن سے تشبیہ دی گئی ہے باعث اُسی نقصان کے جو اُن میں باقی رہگیا ہے کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم صفات الوہیت نہیں ہے بلکہ اُسکی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے برخلاف حقیقت محمدیہ کے کہ وہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم واکمل مظہر ہے جسکا ثبوت عقلی و نقلی طور پر کمال درجہ پر پہنچ گیا ہے سو اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں ظلی طور پر خدائے قادر ذو الجلال سے آنحضرت کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی گئی ہے جو ابن کے لئے بجائے اب ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا اضافی طور پر ناقص ہونا اور قرآنی

اور جو خدا تعالیٰ کی طاعت و عبودیت و پرستش انہی تقاضا کی ترجیح پڑ ہوا ہے اسی اظہار ربوبیت اور خدائی
کی غرض سے انواع و اقسام عالم آسنے پیدا کر رکھا ہے جو ذاتی مگر اسکی ذات میں یہ جوش اظہار نہ پایا جاتا
تو پھر وہ کبھی انسان پیدا کرنے کی طرف ناحق متوجہ ہوتا اور کسنے اسکے سر پر بوجھ ڈالا تھا کہ ضرور یہ عالم پیدا
کرے اور انواع و اقسام کے ساتھ تعلق رکھ کر اس مسافرخانہ کو جو دنیا کے نام سے موسوم ہے اپنی عجائب
قدرتوں کی جگہ بنادے اور اگر ہر ذاتی تقاضا کی ترجیح جو اس میں پایا جاتا ہے اسکی تحریک ہوئی۔ اسکی طرف
اسکے پاک کلام میں جو قرآن شریف ہے اشارات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ
نے کل عالم اس غرض سے پیدا کیا کہ تا وہ اپنی خالقیت کی صفت سے شناخت کیا جاوے اور پھر پیدا
کرنے کے بعد اپنی مخلوقات پر رحم اور کرم فرما کر اس کی نسبت زیادہ اپنی رحیمی کی صفت سے شناخت کیا جاوے
ایسا ہی اپنی صفات اور جو ذاتی اسکے متمم ہو شناخت کیا جاوے اسی طرح وہ مرکز بہ پیمانہ ایسا ہی اسکا فاعل اور شناخت
کیا جاوے غرض جیسے عجیب کا نقص ہے یہ کہتا ہو کہ وہ پہچانا جاوے اور شناخت کیا جاوے سو جبکہ دنیا کو پیدا کرکے
اور جو اوصاف حمیدہ ہیں اصلی غرض معرفت الٰہی ہی ہے جو بطلب پرستش و عبادت ہوا اس سے صاف ثابت ہوتا
ہے کہ خدا تعالیٰ خود تقاضا فرماتا ہے کہ تا اسکی معرفت ہو کہ حقیقت کاملہ پرستش و عبادت کے ذریعہ
سے کھلتی ہے اسکے بندوں کے حاصل ہو جاوے جیسا کہ ایک خوبصورت اپنی کمال خوبصورتی کی وجہ سے
اپنے حسن کو ظاہر کرنا چاہتا ہے سو خدا تعالیٰ جسمیں حقیقی کمالات ختم ہیں وہ بھی اپنے ذاتی جوش سے
چاہتا ہے کہ وہ کمالات لوگوں پر کھلیں اسی سے بخوبی ثابت ہو کہ خدا تعالیٰ اپنی عبادت جو مدار

بقیہ حاشیہ ناقص اسماء کی تجلیوں اور اکمل و اتم ہونا وہ بھی درحقیقت اسی بنا پر ہے کیونکہ ناقص کی
ناقص تجلیاں ہوتی ہیں اور اکمل کی اکمل

اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظلی طور خداوند قادر مطلق
سے دی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہی آیت ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم دنا فتدلی فکان
قاب قوسین او ادنیٰ یعنے وہ (حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی ترقیات کاملہ
قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اس سے نزدیکتر۔ اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرف
اعلیٰ میں قوس الوہیت ہے سو جبکہ نفس پاک محمدی اپنے شدت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی
کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیت سے نزدیک تر ہوا تو اُس ناپیداکنار دریا میں جا پڑا

دو ذریعہ شناخت سے صرف اپنے بندون سے چاہتا ہے اور جو شخص اُسکو اس حوالہ سے نہ پہچانے اور اُسکی پرستش سے منکر اور منحرف ہو تو بیشک وہ اس لائق ہے کہ اُسکی بیباکی پر اُسکو سزا دی جائے جیسی ہے اگر ہم صفحہ دُنیا پر غور کر کے دیکھو اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے ہمیشہ سے سرکشون اور شریرون کے ساتھ کیا ہے اور جو کچھ وہ تدبیرین جفاکارون اور ستمگارون سے کرتا چلا آیا ہے اُسپر عمیق نگاہ سے نظر ڈالو تو نہایت صفائی سے کھلجائیگا کہ بلاشبہ یہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ باعتبار خدائے تعالیٰ اپنے ذاتی تقاضا سے نیکی سے دوستی اور بدی سے نفرت اور عداوت رکھتا ہے اور یہی چاہتا ہے کہ لوگ بدی کو چھوڑ کر راہ نیکی کو اختیار کرین گو نیکی اور بدی کو جو انسان سے ظہور مین آتی ہے اُسکے کارخانہ سلطنت مین کوئی مفید یا مضر دخل نہین ہے لیکن ذاتی تقاضا اُسکا یہی ہے - اب ظاہر ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ نے روحون کو پیدا نہین کیا تو وہ کسی روح سے اس مطالبہ کرنے کا مستحق نہین ہے کہ وہ کمال درجہ کی پرستش جو اپنے پیداکنندہ کے لئے چاہئے کیون اُس سے صادر نہین ہوئی -

قولہ - اب یہی بات کہ خداوند تعالیٰ اگر بنانے والا نہین تو محیط بھی نہین ہوسکتا - یہہ تو وہ شاید کہتا جو خدا کا بھی بنانے والا ہوتا - کیونکہ خدا کی سب صفات اور طاقتین اس سبب سے نہین کہ وہ روحون کے بنانے والا ہے بلکہ حقیقت مین وہ سب صفات اُس مین موجود ہین -

اقول - آج ہمین ماسٹر صاحب کے کمالات علمی پر نظر ڈالنے سے بڑا ہی سرور حاصل ہوا ہمین تعجب ہے

بقیہ حاشیہ اور الوہیت کے بحر اعظم مین وہ بشریت گم ہو گیا اور یہ ٹھیکانہ مستجمع ہوا اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا اور ظلّی اور مستعار طور پر اس بات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریرین اُسکو مظہر اتم الوہیت قرار دین اور آئینہ حق نما اُسکو ٹھہرادین پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جسمین یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ و اجلیٰ طور پر دی گئی ہے یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ - یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہین وہ خدا سے بیعت کرتے ہین - خدا کا ہاتھ ہے جو اُنکے ہاتھون پر ہے - واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرتؐ سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرتؐ کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر بیعت کیا کرتے تھے اور مردون کیلئے یہی طریق بیعت کا تھا سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرتؐ کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دیدیا اور اُنکے ہاتھ کو

کہ آریہ لوگ صاحب موصوف کو بھی پانسو کا کیون قائم مقام نہین بناتے - ماسٹر صاحب کی نظر مین جو شخص یہ بات کہے کہ خدائے تعالیٰ کا ہر ایک چیز پر محیط ہونا اُسکے خالق ہونیکو مستلزم ہے وہ اس قول سے خدا کے بنانیوالا بن جاتا ہے - اب ماسٹر صاحب کے اِس قول کو اسی جگہ بطور امانت رکھکر اصل مطلب پر نظر کرنی چاہیے کہ یہ بات نہایت بدیہی اور ظاہر ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کسی چیز پر محیط ہے تو اُسکا علم بھی اُسپر محیط ہوگا اور اُسکی قدرت کاملہ بھی اُسپر محیط ہوگی کیونکہ خدائے تعالیٰ کی ذات اُسکی صفات سے الگ نہین ہے تا یہ کہا جائے کہ وہ محیط ہونے کے وقت اپنی صفات کو کسی طاق پر جدا رکھ آتا ہے - اب جبکہ قدرت کاملہ اور علم کامل خدائے تعالیٰ کا ہر ایک چیز پر محیط ہوا تو یہی حقیقت خالقیت ہے کیونکہ ہم کئی مقام مین پہلے بھی تحریر کر چکے ہین کہ علم کامل کو بشرط قدرت عمل مستلزم ہے اگر انسان کسی چیز کی نسبت علم کامل رکھتا ہو اور باینہمہ ایسے اسباب بھی اُسے میسر ہون جن سے اُسکو قدرت وطاقتِ عمل پیدا ہو جائے تو اُس چیز کو وہ بنا سکتا ہے بلکہ ہزارہا صنعتین جو انسان بنا رہا ہے اور ابتدائی پیدایش سے بناتا چلا آیا ہے اُن کے بنائے جانیکی ضروری شرطین یہ دو ہی ہین اور اگر کسی چیز کا علم کامل ہو اور پھر اُسپر تصرف کرنے کی قدرت کاملہ بھی ہو تو کوئی وجہ نہین کہ وہ چیز بنانے سے رہجائے پس جبکہ انسان کا یہ حال ہے تو پرمیشر پر وہ نامعلوم پتھر کون سے پڑ گئے کہ ایک طرف تو اُسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہر ایک چیز کے بارے مین اُسکا علم کامل ہے اور وہ اپنے علم کامل اور قدرت کاملہ کے ساتھہ ہر ایک چیز اور ذرہ ذرہ پر محیط ہے اور ایک طرف اُسکو خالق اور پیدا کنندہ ہونے سے صاف جواب دیا جاتا ہے جبکہ یہ بات بدیہی ثبوت ہی کہ خالق ہونا

بقیۂ حاشیہ اپنا ہاتھہ قرار دیا - یہ کلمہ مقام جمع مین ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین بولا گیا ہے اور اِسی مرتبہ جمع کی طرف جو محبت تامہ دو طرفہ پر موقوف ہے اس آیت مین بھی اشارہ ہے مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی تو نے نہین چلایا خدا نے ہی چلایا جبکہ تو نے چلایا ایسا ہی یہ اشارہ اِس دوسری آیت مین پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لاتقطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا یعنے اُنکو کہدے کہ اے میرے بندو جنہون نے اپنی جانون پر اسراف کیا (یعنے ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو وہ تمہارے سب گناہ بخشدیگا - اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو بندے نہین ہین بلکہ سب

محیط ہونیکی فرع ہے تو پہر اصل صفت کو جو محیط ہونا ہے ذات باری جلشانہٗ مین تسلیم کرکے اُسکی فرع کو
ماننے سے کیون انکار کیا جاتا ہے یہ بات اجلی بدیہات ہے کہ اصل کے ثبوت کو فرع کا ثبوت لازم پڑا
ہوا ہے مثلاً جو شخص طلوع آفتاب کا اقرار کرکے پہر رات ہونے پر ضد کر رہا ہے وہ اپنی بات کو اپنے ہی
قول سے رد کرتا ہے اسی طرح جب تمنے اپنے مُنہ سے مان لیا کہ خداتعالیٰ اپنی ذات اور علم کامل اور قدرت
کامل سے ذرہ ذرہ عالم پر ایسا محیط ہے کہ ہر یک چیز اُسکے احاطہ تام مین معہ اپنے تمام کُنہ و کیفیت کے
مستغرق ہے تو تمہین اسکی یہ فرع بھی ماننی پڑیگی کہ وہ اِن چیزون کا خالق بھی ہے کیونکہ علم تام کو عمل جو
اُسکی فرع ہے لازم پڑا ہوا ہے اور جس طرح یہ بات ظاہر ہے کہ کسی چیز کے بنانے سے پہلے اول اُس
چیز کا علم ضروری ہے کہ وہ چیز اِس طور اور اِس طریق سے بنانی چاہئے اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی عمل پر
قادر ہونیکے لئے یہی ایک طریق ہے کہ اُس عمل کے متعلق علم تام حاصل ہو جائے۔ سو اگر خداتعالیٰ
اعیان موجودات کی حقیقت سے جیسا کہ چاہئے واقف ہے تو بیشک وہ اُنکے بنانے پر بھی قادر ہے
وجہ یہہ کہ علم تام اُسی علم کو کہا جاتا ہے جسکے ذریعہ سے وجود اشیاء کی اصل حقیقت کما حقہٗ منکشف ہو جائے
اور کوئی جزو وجود کی غیر مکشوف نرہے۔ انسان کا علم جو ناقص ہے وہ اسی وجہ سے ناقص ہے کہ کُنہ
اشیاء تک نہین پہنچتا بلکہ وہ کچھہ تہوڑا ہی چلکر پھر آگے چلنے سے رہجاتا ہے مثلاً انسان ایک مجری
مومیائی کو دیکھکر اِسقدر تو کہہ سکتا ہے کہ یہ مومیائی بخارات لطیفہ پتہرین سے نکلی ہے اور پہر پتھر پر
غور کرکے کہہ سکتا ہے کہ یہ پتھر بالو یعنی ریت کی وہیئت دار اجزا سے وجود پذیر ہوا ہے اور پہر بالو

بقیہ حاشیہ نبی وغیرہ نبی خداتعالے کے بندے ہین لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کو اپنے مولیٰ کریم سے
قرب اتم یعنے تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا سو یہ تخن ہی مقام جمع سے معزز ہوا اور مقام جمع
قاب قوسین کا مقام ہے جسکی تفاصیل کتب تصوف مین موجود ہین ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے
لحاظ سے کئی نام آنحضرت کے ایسے رکہدئیے جو خاص اُسکی صفتین ہین جیسا کہ آنحضرت صلعم کا نام محمد رکہا ہے
جسکا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا سو یہ غائت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خداتعالیٰ کی شان کے
لائق ہے مگر ظلی طور پر آنحضرت صلعم کو دیگئی ایسا ہی قرآن شریف مین آنحضرت صلعم کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے
اور رحمت جسنے عالم کو زوال سے بچایا ہوا ہے آیا ہے اور رؤف اور رحیم جو خداتعالیٰ کے نام ہین اِن
نامون سے بھی آنحضرت صلعم پکارے گئے ہین اور کئی مقام قرآن شریف مین اشارات و تصریحات سے

کی نسبت رائے ظاہر کرسکتا ہے کہ وہ خاک کے بعض تغیرات سے پیدا ہوتی ہے لیکن اگر اسکے بعد یہ آخری سوال کیا جائے کہ خاک کہان سے اور کیونکر پیدا ہوگئی ہے اور اسکے کنہ دریافت کرنے کی کیا فلاسفی ہے تو اس سوال کے حل کرنے سے عاجز رہجاتا ہے اور اپنے جہل اور عجز کا اقرار کرتا ہے ایسا ہی ہر ایک چیز کے انتہائی سوال پر اُسکو اپنی نادانی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اب ہم لکھتے ہین کہ اگر پرمیشر کا بھی یہی حال ہے کہ اُسکا علم بھی انسان کے علم کی طرح کسی حد پر جاکر ٹھہر جاتا ہے اور اُس حد مقررہ پر جاکر اُسکو اپنی جہل و نادانی و ناتوانی کا اقرار کرنا پڑتا ہے تو بس پھر ہندؤن کے پرمیشر کی ساری کیفیت معلوم ہوگئی۔ اور ثابت ہوگیا کہ ہندؤن کا فرضی پرمیشر علاوہ اور نقصانون کے جاہل اور عاجز بھی ہے لیکن اگر اُسکا علم غیر محدود اور منقطع ہے اور اُس درجہ کاملہ کنہ اشیاء تک پہنچا ہوا ہے جس درجہ پر کسی علم کا پہونچنا عامل ہونیکو مستلزم ہے تو خالقیت اُسکی خود ثابت ہے۔

پھر بعد اسکے ماسٹر صاحب اپنی ایک اور دانائی دکھلاتے ہین اور فرماتے ہین کہ جبکہ پرمیشر نے دنیا کا کل جوڑنا جاڑنا کیا تو کیا وہ محیط نہ ہوا۔ اے ناظرین کیا تم اب بھی نہین سمجھ سکتے کہ ماسٹر صاحب کسقدر عالم و فاضل ہین۔ اے صاحب اگر آپ کا پرمیشر معہ اپنے علم تام و قدرت کاملہ کے جس سے وہ کسی حالت مین الگ نہین ہوسکتا دنیا کی چیزون پر حاوی تام ہوسکتا اور اُنکی کنہ تک اُسکا علم پہنچا ہوا ہوتا اور اُن کے خواص کی کیفیت اور اُن کی قوتون کی اصل ماہیت انتہائے درجہ پر اُسکو معلوم ہوتی تو اُسکی قدرت پر یہ تہمت کیون پڑتے کہ صرف جوڑنے جاڑنے تک محدود رہتی کیا انتہائی

بقیہ حاشیہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم مظہر اتم الوہیت ہین اور اُنکا کلام خدا کا کلام اور اُنکا ظہور خدا کا ظہور اور اُنکا آنا خدا کا آنا ہے چنانچہ قرآن شریف مین اس بارے مین ایک یہ آیت ہے قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اس جگہ اللہ جلشانہٗ اور قرآن اور آنحضرت ہین اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمین ہین سو دیکھو اپنے نام مین خدا تعالی نے آنحضرت صلعم کو کیونکر شامل کرلیا اور آنحضرت کا ظہور فرمانا خدا تعالی کا ظہور فرمانا ہوا ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان معہ اپنے تمام لشکرون کے بھاگ گیا اور اُسکی تعلیمین ذلیل اور حقیر ہوگئین اور اُسکی گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی۔ اسی جامعیت تامہ کی وجہ سے سورۃ آل عمران جزو تیسری مین مفصل یہ بیان ہے

درجہ کا علم انتہا سے درجہ کے عمل کو نہیں چاہتا؟ کیا دنیا میں کبھی کسی نے دیکھا یا سنا کہ جس درجہ پر علم ہے عمل اُس درجہ تک نہیں پہونچ سکتا اب واضح ہے کہ ماسٹر صاحب کے اقوال فاسدہ کا خاتمہ بد اسی قول پر ہو گیا ہے جسکو ابھی ہم رد کر چکے ہیں ۔ والحمد للہ علی ما نصرنا واخزی اعداءنا ناظر الحق وھو کا ہوں ؛

مختصر تقریر بطور خلاصہ مباحثہ

ناظرین اس رسالہ کو پڑھکر سمجھ سکتے ہیں کہ ماسٹر مرلیدھر صاحب کا اعتراض شق القمر کسقدر فضول اور دور از حق ہے کیونکہ اول تو یہ اعتراض اگر فرضی طور پر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے اور یہ قرار دیا جائے کہ اس آیت قرآنی کے دوسرے طور پر معنے ہیں تو ایسا قرار دینے سے کوئی بد اثر اسلام پر نہیں پہنچ سکتا اگر کچھ اثر ہوگا تو صرف یہی کہ ہزارہا معجزات میں سے ایک معجزہ بپایہ ثبوت نہ پہنچ سکا لیکن جبحالت میں صدہا شواہد قاطعہ حقیت اسلام پر موجود ہیں اور خود قرآن شریف اپنی ذات میں مجموعہ براہین و دلائل ہے تو پھر اگر عدم ثبوت شق قمر فرض ہی کر لیا جائے تو اس سے حرج یا نقصان کیا ہوا ۔ کیا اُن قرآنی معجزات کا کوئی کتاب جو الہامی کہلاتی ہے مقابلہ کر سکتی ہے جن سے ذاتی اعجاز قرآن شریف کا ثابت ہوتا ہے اور اُسکے روحانی خواص بپایہ ثبوت پہنچتے ہیں ۔ قرآن شریف توحید کے کامل اور پرزور بیانمیں

بقیہ حاشیہ کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تمپر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیت شان خاتم الرسل پر جو محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور انکی اس عظمت اور جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو ۔ اسیوجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر حضرت مسیح کلمۃ اللہ جسقدر نبی و رسول گذرے ہیں وہ سب کی سب عظمت و جلالیت آنحضرتؐ کا اقرار کرتے آئے ہیں اور حضرت موسیٰؑ نے توریت میں یہ بات کہکر کہ خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُنپر چمکا صاف جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور فاران پر آکر اپنے کمال کو پہونچ گیا اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران ہی پر آکر ظہور پذیر ہوئیں اور وہی توریت ہمکو یہ بتلاتی ہے کہ فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام جد امجد آنحضرتؐ کی سکونت پذیر ہوئی اور یہی بات جغرافیہ کے

اپنے اصول کو معقول اور مدلل طور پر ثابت کرتے ہیں اخلاق فاضلہ کے تمام جزئیات کے نکتے ہیں - اخلاق ذمیمہ کے معالجات لطیفہ ہیں - وصول الی اللہ کے تمام طریقوں کی توضیح ہیں نجات کی سچی فلاسفی ظاہر کرتے ہیں - صفات کاملہ الٰہیہ کے اکمل و اتم ذکر ہیں - مبدء و معاد کے پر حکمت بیان ہیں روح کی خاصیتوں اور قوتوں اور طاقتوں اور استعدادوں کے بیان ہیں حکمت بالغہ الٰہیہ کے تمام وسائل پر احاطہ کرتے ہیں - تمام اقسام کی صداقتوں پر مشتمل ہوتے ہیں - تمام مذاہب باطلہ کو عقلی طور پر رد کرتے ہیں - حقوق عباد اللہ کے قائم کرتے ہیں تاثیرات و تنویرات و مراتب بیان پھر باوجود فصیح و بلیغ اور رنگین عبارت میں اعلیٰ کمال کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ہر ایک حصہ اسکے بیان میں ان بیانات میں سے در حقیقت معجزہ عظیمہ ہے جسکا مقابلہ کوئی آریہ کر سکتا ہے نہ کوئی عیسائی اور نہ کوئی یہودی نہ کوئی اور شخص جو کسی مذہب کا پابند ہو اسجگہ بید اعلیٰ ہے سے شرح اور توریت و انجیل پر بھی اثر یہی وجہ ہے کہ کسی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا جو قرآن شریف نے کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے

قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا یعنے ان کو کہدے کہ اگر سب جن وانس اس بات پر متفق ہو جائیں کہ قرآن کی کوئی نظیر پیش کرنی چاہئے تو ممکن نہیں کہ کر سکیں اگرچہ بعض بعضوں کی مدد بھی کریں۔ اور جو کچھ قرآن شریف کے ذاتی معجزات اسجگہ ہمنے تحریر کئے ہیں اگر کسی آریہ وغیرہ کو اپنے دل میں کچھ گھمنڈ یا سر میں کچھ غرور ہو اور خیال ہو کہ یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ وید یا اسکی کوئی اور کتاب جسکو وہ الہامی سمجھتا ہے اس کا مقابلہ کر سکتی ہے تو اسے اختیار ہے کہ آزما کر دیکھ لے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی مخالف ممتاز اور

بقیہ حاشیہ نقشوں سے پایۂ ثبوت پہونچتی ہے اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ کامنظر میں بجز آنحضرت کوئی رسول نہیں آیا سو دیکھو حضرت موسیٰ کیسی صاف صاف شہادت دی گئی ہے - کہ وہ آفتاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہوگا اسکی شعاعیں سب سے زیادہ تیز ہیں اور سلسلہ ترقیات نور صداقت اسکی ذات جامع برکات پر ختم ہے -

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے آنحضرت کی جلالیت و عظمت کا اقرار کر کے زبور پینتالیس میں یوں بیان کیا ہے (۲) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے لبوں میں نعمت بٹائی گئی ہے اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا (۴) امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبالمندی سے سوار ہو کر

ذی علم لوگون مین سے ان معجزات قرآنیہ مین سے کسی معجزہ کا انکاری ہو اور اپنی کتاب الہامی مین در مقابلہ خیال کرتا ہو تو ہم حسب فرمایش اُسکے کوئی قسم الہام معجزات ذاتیہ قرآن شریف مین سے تحریر کرکے کوئی مستقل رسالہ شائع کرینگے پھر اگر اُسکی الہامی کتاب قرآن شریف کا مقابلہ کر سکے تو اُسے حق پہنچتا ہے کہ تمام معجزات قرآنی سے منکر ہو جائے اور جو شرط قرار دی جائے ہم سے پوری کرلے ورنہ صرف عناد اور کور باطنی کی وجہ سے معجزہ شق القمر سے انکار کرنا ایسا امر نہین ہے کہ جس سے اسلام کے ایک بال کو بھی ضرر پہنچ سکے جب معجزات موجودہ قرآنیہ کا مخالفین سے رد نہین ہو سکتا تو موجود کو چھوڑ کر اُن معجزات کی بحث چھیڑنا جو آنکھون کے سامنے نہین ہین سراسر سفلے راہی ہے - ماسوا اسکے جسقدر ہمنے مقدمہ مین قانون قدرت کی تحقیقات مین لکھا ہے اُسکے پڑھنے سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ شق قمر کا استبعاد عقلی درحقیقت ایسا نہین ہے جیسا کہ نادان نیم حکیم خیال کرتے ہین ابھی تک کسی عقل نے خواص قمری و شمسی پر احاطہ نہین کیا اور نہ یہ ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ اِن چیزون کو بنا کر بکلی بے تعلق ہو گیا ہے اور اب یہ چیزین اُس سے باغی ہین بلکہ خدا تعالیٰ کے دونون ہاتھ محو اور اثبات کے ابدی طور پر کھلے ہین اور اپنی بے انتہا اور ناپیدا کنار قدرتون سے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم علم سے عدم شئے لازم نہین آتا جس حالت مین کرہ ارض مین خاصیت زلازل و انشقاق و انفصال پائی جاتی ہے چنانچہ بعض گذشتہ زمانون مین صدہا میل تک زمین منشق ہو کر تہ و بالا ہو گئی ہے اور اب بھی ایسے حوادث ظہور مین آتے رہتے ہین - اور ان حوادث سے اُسکی گردش مین کچھ بھی فرق نہین آتا تو پھر حوادث قمری پر کیون تعجب کیا جائے کیا ممکن

بقیہ حاشیہ تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائیگا (۵) بادشاہ کے دلون مین تیرے تیر تیزی کرتے ہین لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہین (۶) اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے (یہ فقرہ اُسی مقام جمع سے ہے جو قرآن شریف مین کئی مقام مین آنحضرت کے حق مین بولا گیا ہے) تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تو نے صدق سے دوستی اور شرارت سے دشمنی کی اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبون سے زیادہ تر تجھے معطر کیا - بادشاہون کی بیٹیان تیری عزت والی عورتون مین ہین -

اسی طرح حضرت یسعیاہ نبی نے آنحضرت کی جلالیت و عظمت و مظہر تام الوہیت ہونے کے بارہ مین اپنے صحیفہ کے باب بیالیس ۴۲ مین بطور پیشگوئی وحی پاکر یون بیان کیا ہے - دیکھو میرا بندہ جسے مین

نہین کہ انھین حکیم مطلق نے انشقاق و اتصال کی دونون خاصیتین رکھی ہون جنکا ظہور اوقات مقررہ سے
وابستہ ہو اور ازلی ارادہ سے وہی وقت ظہور مقرر ہو جبکہ ایک نبی سے ایسا ہی معجزہ مانگا گیا - یہ بھی ممکن ہے
کہ نبی کی قوت قدسیہ کے اثر سے دیکھنے والون کو کشفی آنکھین عطا کی گئی ہون اور جو انشقاق قریب
قیامت مین پیش آنیوالا ہے اُسکی صورت اُنکی آنکھون کے سامنے لائی گئی ہو کیونکہ یہ بات محقق ہے کہ مقربین
کی کشفی قوتین اپنی شدت حدت کی وجہ سے دوسرون پر بھی اثر ڈالدیتی ہین اسکے نمونے ارباب مکاشفات
کے قصون مین بہت پائے جاتے ہین بعض اکابر نے اپنے وجود کو ایک وقت اور ایک آن مین مختلف
ملکون اور مکانون مین دکھلا دیا ہے باذن اللہ تعالی اور اسجگہ ہم یہ بھی کہتے ہین کہ حال کی فلسفی تحقیقاتین
شہادت دے رہی ہین کہ شق قمر صرف اتفاقیہ نہیں بلکہ مخفی طور پر یہ انشقاق و اتصال ہمیشہ شمس و قمر مین جاری
ہے کیونکہ اس زمانہ کی فلاسفی اپنی مستحکم رائے ظاہر کرتی ہے کہ شمس و قمر مین ایسی ہی آبادی حیوانات و نباتات
وغیرہ ہے جیسی زمین پر ہے اور یہ امر انشقاق و اتصال قمری کو ثابت کرنیوالا ہے کیونکہ یہ بات نہایت
ظاہر ہے کہ جس کرہ مین حیوانات و نباتات وغیرہ پیدا ہوتے ہین وہ اُسی کرہ کا مادہ لیکر جسم پکڑتے ہین
یہ نہین کہ کسی دوسرے کرہ سے گاڑیون اور چھکڑون پر وہ مادہ جاتا ہے اب جبکہ یہ ماننا پڑا - کہ کرہ
قمری مین جسقدر حیوانات اپنے حرکت ارادے سے چلنے والے موجود ہین اور ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہین
ان کا جسمی مادہ وہی ہے جو کسیوقت جرم قمر سے انفصال کہتا تھا تو اس سے یہ بھی ماننا پڑا کہ جرم قمر کو ہمیشہ
انشقاق لازم ہے اور پھر ان حیوانات کے مرجانے سے انشقاق کے بعد اتصال بھی لازم پڑا ہوا ہے

بقیہ حاشیہ سنہاون گا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے - مینے اپنی روح اُسپر رکھی وہ قومون پر
راستی ظاہر کریگا - وہ نہ گھٹے گا اور نہ تھکیگا جبتک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے - بیابان اور اُس کی
بستیان کیدار (یعنے عرب) کے آباد دیہات (جس سے مکہ معظمہ وغیرہ مراد ہین) اپنی آواز بلند
کرین - خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا (خداوند سے مراد ظلی طور پر آنحضرت ہین کیونکہ وہ مظہر
اتم الوہیت اور درجہ سوم قرب پر ہین جیسا کہ کئی دفعہ ہم بیان کر چکے ہین) وہ اپنے تئین اپنے دشمنون پر
قوی دکھلائیگا - قدیم سے مین خاموش رہا ہون اور ستایا اور آپکو روکیگا پر اب مین اُس عورت کیطرح جو
دردزہ مین ہو چلاونگا - مین پہاڑون اور ٹیلون کو ویران کر ڈالونگا - اور اندھون کو اُس راہ سے
جسے وے نہین جانتے لیجاونگا -

تو اب اس تحقیق ہمنے ظاہر ہے کہ اصل صورت انشقاق و اتصال کی ہر وقت قمر مین بلکہ شمس مین بھی موجود ہے ہان ایک بزرگ نمونہ اُس انشقاق و اتصال کا وہ واقعہ شق قمر ہے جسکا قرآن شریف مین ذکر ہے سو جبکہ خورد نمونہ کو فلسفی لوگ خود مانتے ہین تو بزرگ سے انکار کرنے کی کیا وجہ ہے اصل بات تو فلسفیون کے طریق پر بھی ثابت ہے کہ قمر اور شمس کے جرم مین انشقاق اور اتصال دونون ہوتے رہتے ہین ایسی بنا پر تو ان دونون کرہ مین حیوانات کی آبادی تسلیم کیگئی ہے تو پھر یہ کیسا جاہلانہ سیاپا ہے کہ پرمیشر شق قمر پر قادر نہین ۔ علاوہ اسکے ہمنے تاریخی طور پر مضبوط ثبوت دیدیا ہے کہ ضرور شق القمر وقوعمین آیا ۔ یہ بھی بیان کر دیا گیا کہ اگر قرآن شریف مین یہ معجزہ خلاف واقع لکھا جاتا اور خلاف واقعہ اسکی اشاعت ہوتی تو ہرگز ممکن نہتھا کہ مخالفین جنکی نسبت گواہ رویت ہونیکا الزام لگایا گیا چپ رہتے ۔ ہمنے اس بحث مین یہ بھی لکھدیا ہے کہ کتاب مہابھارت جسکی تالیف بیاس کیطرف منسوب کی جاتی ہے اسبات پر گواہی دیتی ہے کہ ایک زمانہ مین شق قمر ضرور ہوا تھا ۔ اب ناظرین اپنی عقل و انصاف سے سوچ لین کہ کیا یہ ثبوت جو ہمنے دیئے ہین کچھ کم ہین کیا تاریخی واقعات کے ثابت کرنیوالے اس سے بڑھکر ثبوت دیا کرتے ہین اور جو کچھ ہمنے آریون کے اصول و عقائد پر اعتراض کیا ہے وہ بھی ناظرین کے آگے ہے ۔ وید کی یہ تعلیم کہ خدائے تعالےٰ روحون اور مواد کا خالق نہین اور اُسکی طرح ہر ایک چیز خود بخود اور قدیم اور واجب ہے اور ہمیشہ کے لئے کسیکو نجات نہین اسکے سب مفاسد ہمنے اس رسالہ مین بیان کر دیئے ہین اور اسکی رد کے دلائل اپنے ہاتھ سے لکھدیئے ہین اور ہم ہر ایک پر ظاہر کرتے ہین کہ یہ نہایت بُری تعلیم ہے کہ جو انسان کو

بقیہ حاشیہ ایسا ہی یوحنا نبی نے آنحضرت صلعم کی جلالیت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے بطور پیشگوئی گواہی دی جو انجیل متی باب سوم مین اسطرح درج ہے (۱۱) مین تو تمہین توبہ کے لئے پانی سے بپتسما دیتا ہون لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے قوی تر ہے کہ مین اُسکی جوتیان اُٹھانیکے لائق نہین وہ تمہین روح قدس اور آگ سے بپتسما دیگا ۔ اس پیشگوئی پر محض نادانی کی راہ سے عیسائی لوگ خصومت کرتے ہین کہ یہ حضرت مسیح کے حق مین ہے مگر یہ دعویٰ سراسر باطل و بے بنیاد ہے اوّل تو حضرت مسیح حضرت یوحنا کے ہمعصر تھے نہ کہ بعد مین آنیوالے یا بعد مین نبوت کا منصب پانیوالے ۔ سوا اسکے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ والی طور پر بپتسمہ دینے والا جو روح قدس اور آتش محبت سے بپتسما دینیوالا آسمان کے نیچے صرف ایک ہی ہے یعنے جناب سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جنکے جلالی نام کا حضرت مسیح اپنی پیشگوئیون مین آپ اقرار

اپنے خالق سے اصلی پیوند ہے اسکو بھی دور کرنا چاہتی ہے پھر جائیگا اُسکو دوسرے پیوند کی خوشخبری دے۔ ایسا ہی یہ لوگ وید کے بعد دنیا کے انتہا تک الہامات الہیہ کے منکر ہیں یہ کسقدر فاسد خیال ہے نبی کا وجود اسلئے ہوتا ہے کہ تا وہ اپنے ظہور سے نقطہ آخری ترقیات انسانیہ کا ظاہر کرے اور اپنے وجود سے دو طرفہ نمونہ صدق عبودیت و فضل ربوبیت قائم کر کے سالکین و مجاہدین کی کمرِ ہمت مضبوط کرے اور انکو اُسی انتہائے کمال تک اپنے تعطف سے پہنچانا چاہے جس پر عنایت ازلی نے اُسکو قائم کیا ہے لیکن یہ لوگ الہام کو جو کمالیت کی حقیقی علامت ہے ویدوں تک محدود رکھتے ہیں اور اگر کوئی آریہ ہماری اس تمام رسالہ کو پڑھ کر بھی اپنی ضد کو چھوڑنا نہ چاہے اور اپنے کفریات سے باز نہ آوے تو ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے اشارہ پا کر اسکو مباہلہ کیطرف بلاتے ہیں۔ مذہب کی جڑھ خداشناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے اور اُسکی شاخیں اعمال صالحہ اور اُسکے پھول اخلاق فاضلہ ہیں اور اُسکا پھل برکات روحانیہ اور نہایت لطیف محبت ہے جو رب اور اُس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے اور اُس پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدس و پاکیزگی کا ثمرہ ہے۔

ترک خوبی مے کناند خوب تر — عشق را درمان بود عشق دگر
شیر را شیرے نماید زور تن — مے توان آہن بہ آہن کوفتن
گر غریق اندر نجاست است تن — رو بہ دریائے درآ و غوطہ زن

کمالیت محبت کمالیت معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبت

بقیہ حاشیہ کرتے ہیں اور اسی روح کے بپتسما کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اشارہ
بھی فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ یعنے خدائے تعالیٰ مومنوں کو روح قدس سے تائید کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ یعنے یہ خدا کا بپتسما ہے اور کون سا بپتسما اُس سے بڑھ کر خوبصورت ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو قوم روح القدس سے کسی وقت تائید دی گئی ہے وہ اب بھی دیجاتی ہے کیونکہ اب بھی وہی خدا ہے جو پہلے تھا اور قوم بھی وہی ہے جو پہلے تھی سو اگر حضرات عیسائیوں کو اسامر میں کچھ شک ہو کہ اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرتؐ ہیں حضرت مسیح نہیں ہیں تو نہایت صاف اور سہل طریق فیصلہ کرنیکا یہ ہے کہ چالیس دن تک کوئی ایسے پادری صاحب جو اپنی قوم میں نہایت بزرگ اور روح قدس بپتسما پانیکے لائق

ذاتیہ پیدا ہوجاتی ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا دن ہے اور وہی ساعت نئے عالم کی پہلی ساعت گنی ہے لیکن وید خداشناسی کے بارے میں نہایت درجہ کا ناقص اور رہزن ہے اور ثنائے الٰہی کو بیان کرنے میں بغایت درجہ قاصر ہے کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ کے اصل رحم اور فضل سے بکلّی منکر ہے اور بجز ثمرہ اعمال اُسکی کسی نعمت و رحمت کا قائل نہیں یہاں تک کہ چاند اور سورج اور زمین وغیرہ اجزاء ضروریہ اولیہ عالم کی وید کے رو سے خدا تعالیٰ کی ذاتی و اصلی رحمت نہیں بلکہ یہ بھی کسی آریہ کے نیک عمل کی وجہ سے ہر یک نئی دنیا میں خواہ نخواہ پرمیشر کو پیدا کرنی پڑتی ہیں غرض وید کے رو سے پرمیشر میں اپنی ذاتی رحمت کا نام و نشان نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں نظر آتا ہے وہ آریوں کے نیک عملوں کی وجہ سے پیدا ہوگیا مگر پرمیشر کی اسمیں بڑی بھاری غلطی یہ ہے کہ وہ زمین اور چاند و سورج وغیرہ کو پیدا کرکے صرف آریوں کے نیک عملوں کی وجہ سے اور پھر دوسرے ملکوں کے لوگوں کو بھی اُس ہندوؤں کے حق خاص میں شریک کر دے کیسا ظلم ہے؟ ایسا ہی وید نے اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے بیان سے فراغت کر رکھی ہے آریہ لوگوں کے شتر بے مُہار رہنے کی یہی وجہ ہے کہ عبودیت اور پرستش کے پاک طریقے اور تزکیہ تصفیہ نفس کی خالص تدبیریں وید میں ہرگز نہیں ہیں پرستش کی جڑھ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سُنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے مگر آریہ لوگ اس سے کوسوں دور ہیں اگر وید کو پڑھیں تو اُنہیں اُسکی حقیقت بھی معلوم ہو۔ اب تو انکی پرستش یہی ہے کہ وہ ناحق گھی وغیرہ چیزوں کو ہوم کے خیال سے آگ پر برباد کرتے ہیں اگرچہ چیزیں

بقیہ حاشیہ خیال کئے جاتے ہوں اور انکی بزرگواری اور خدا رسیدہ ہونے پر اکثر عیسائیوں کا اتفاق ہو وہ اِس امر کی آزمائش و مقابلہ کرلیں کہ روح قدس کی تائیدات ہم کونسی قوم عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے بحساب ہر کم سو کم چالیس دن تک اِس عاجز کی رفاقت اور مصاحبت اختیار کریں پھر اگر کسی کو شعبدہ روح القدس کا دکھلا نہیں وہ غالب آجائیں تو ہم اقرار کرینگے کہ پیشگوئی حضرت مسیح کے حق میں ہے اور صرف قرار دیا کہ اُسکو چند اخباروں میں چھپوا بھی دینگے لیکن اگر ہم غالب آئے تو پادری صاحب کو بھی ایسا ہی اقرار کرنا پڑیگا اور چند اخباروں میں چھپوا بھی دینا ہوگا کہ وہ پیشگوئی حضرت محمدؐ کے حق میں نکلی مسیح کو اُس سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ اِس تصفیہ کے لئے ہماری بحث میں بھی اپنا کچھ ضروری نہیں یہ عاجز غفتہ سبب اِس رسالہ کے جو رسالہ سراج منیر کو انشاء اللہ القدیر چھپوا دینگے الامر وہ سب مضمون روح القدس کی تائید جو ہم پہنچایا ہے ہوا ہے

کسیکو ویدین تب بہی کچہہ بات ہو۔ برکات روحانیہ ومحبت دوطرفہ کا تو کیا ذکر کرین اس نعمت سے متمتع ہوتا تو وید کے رشیون کی نسبت بھی ثابت نہین ہوتا بلکہ یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ وہ کون تھے کیا نام تہا کس شہر مین رہا کرتے تھے اور کس عمر مین الہام پایا تھا اور انکے ملہم ہونیکے کیا کیا ثبوت ہین یہ جو بنایا جاتا ہے کہ انکا نام اگنی وایو بیٹے آگ وہوا وغیرہ تھا یہ سب بناوٹی باتین ہین جیسا کہ منشی اندرمن صاحب مرادآبادی بھی اپنے رسالہ آریہ پرکاش مین اسکے قائل ہین۔ ہندون کو آگ وغیرہ اپنے دیوتاون سے بہت پیار رہا ہے اور رگوید کی پہلی شرتی اگنی سے ہی شروع ہوتی ہے سو جن چیزون سے وہ پیار کرتے تھے انہین چیزون پر ویدون کا نازل ہونا تجاپ دیا ورنہ ویدون مین تو کہین نہین لکہا کہ حقیقت مین ایسے چار آدمی کسی ابتدائی زمانہ مین گذرے ہین اور انہین پر وید نازل ہوئے ہین اور اگر لکہا ہے تو پھر آریون پر واجب ہے کہ ویدون کے روسے انکا ملہم ہونا اور ان کا سوانح عمری کسی رسالہ مین چھپوادین آریون کا یہ اعتقادی مسئلہ ہے کہ ابتدائے دنیا مین نہ صرف ایک دو آدمی بلکہ کروڑہا آدمی مختلف ملکون مین مینڈکون کی طرح زمین کے بخارات سے پیدا ہوگئے تھے ان مین سے آریہ دیس کے چار رشی ملہم اور باقی سب مخلوقات الہام سے بے نصیب اور انہین ملہمون کے حوالے کردی گئی تھی اس صورت مین ضرور لازم آتا ہے کہ اپنے ملہمونکی تمیز وشناخت کے لئے پرمیشر نے ان رشیون کو کوئی ایسے نشان دیئے ہون جن سے دوسرے لوگ جو اسی زمانہ مین پیدا ہوئے تھے انکو شناخت کرسکین اور اگر ایسے نشان دیئے تھے تو ویدمین سے ثابت کرنے چاہئین اور یقیناً سمجہنا چاہئے کہ یہ بہی نری لاف ہے کہ وید کے رشی تمام ممالک کی اصلاح کے لئے مامور ہوئے تھے اگر ایسا ہوتا تو وید مین ضرور یہ لکہا ہوتا کہ کبھی وہ رشی

بقیہ حاشیہ کوئی ایسا عیسائی جو قوم مین بزرگوار اور واقعی کیفیت ہو اسکا مقابلہ کرکے دکہا دیوے ورنہ کون دانا ہے جو بے امتحان انکی روح القدس کے بپتسا کا قائل ہوگا۔ چون گمانے کنم اینجا مدد روح قدس۔ کہ دلِ شان چو بنظر ہمے آید ٭ این مدہاست در اسلام چو خورشید عیان۔ کہ بہر عصر مسیحائے دگرے آید ٭

اب ہم پھر اصل کلام کیطرف رجوع کرکے کہتے ہین کہ شانِ جلیل وعظیم آنحضرتؐ جو مظہر اتم الوہیت ہے جسے تمام نبی ابتدا سے بیان کرتے آئے ہین ایسا ہی حضرت مسیحؑ نے اس شان عالی کا اقرار کیا ہے۔ اقرار جا بجا انجیلون مین موجود ہے بلکہ ایسی اقرار کے ضمن مین حضرت مسیحؑ اقرار کرتے ہین کہ میری تعلیم ناقص ہے کیونکہ ہنوز لوگون کو کامل تعلیم کی برداشت نہین مگر وہ روح راستی جو نقصان سے خالی ہے دنیا مین آئیگا حضرت محمدؐ جسکا قرآن شریف مین بہی نام حق آیا ہے وہ کامل تعلیم لائیگا اور لوگون کو تمام باتون کی سیدہا راستہ بتلائیگا

اپنی چار دیوار آریہ دیس سے نکلکر کسی دور دراز ملک مین حفاظ کرنے کے لئے گئے تھے وید مین امریکہ کا کہان ذکر ہے افریقہ کا نشان کہان پایا جاتا ہی یورپ کے مختلف ملکون اور حصّون سے وید کو کب خبر ہے - بلکہ ایشیائی ملکونکی اطلاع سے وید غافل ہے اور اُسکے پڑہنے سے بالکل صاف معلوم ہوتا ہی کہ پرمیشر کی ہمگی تمامی جائداد ہندوستان یعنے آریہ دیس ہی ہے بہلا اگر ہم ان تمام باتونمین کچھ نہین کہین تو ویدون کی رو سے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ کسی وید کے رشیون نے آریہ دیس سے باہر قدم رکہا اور ویدونکو اپنی بغل مین لیکر غیر ممالک کا بہی سفر کیا تہا یہ بات ہرگز ثابت نہین ہو سکتی پنڈت دیانند بہی ثابت نہ کرسکا اب عجیب طور پر وید کے پرمیشر کا ظلم ثابت ہوتا ہے کہ ایکطرف تو وید صاف اقراری ہے کہ دنیا کی ابتدا مین متفرق طور پر متفرق ممالک مین نوع انسان زمین سے پیدا ہو گئے تھے اور ان سب کی اصلاح کے لئے وید آیا تھا اور پہر دوسری طرف یہ عجیب ویدیک ثبوت ہاتھہ مین نہین پکڑاتا کہ کب اور کسوقت ویدون کے رشی دوسرے ملکونمین سمجہانیکے لئے گئے تہے یا اپنے خط بہیجے تہے یا پیغام پہنچاتے سے شرط تبلیغ پوری کی تہی یا وید مین وصیت کر گئے تہے کہ فلان فلان ملک اور بہی ہین اُنمین جاؤ اور وید کی تعلیم کو اُن ملکون مین پہیلاؤ سو جبکہ ثابت ہے کہ ویدون نے دوسرے ملکون سے کبہی کچہہ غرض نہین رکھی سو اس سے آریون کی زبان درازی کا اندازہ کرلینا چاہئے کہ وہ وید کے چار نامعلوم رشیون کے مقابل خدا تعالی کے ہزارہا پاک نبیون کو جو مختلف ممالک مین ہوئے ہین جنکی روشنی زمین پر آفتاب کی شعاع کیطرح پھیلگئی مکار اور فریبی اور ٹہگ کے نام سے موسوم کرتے ہین انہین سے کوئی بہلا مانس خیال نہین کرتا کہ ازل تو حکمت اور رحمت عامہ خدا تعالی سے بہت بعید ہے کہ قدیم سے اور ازل سے ابتک ایک خاص اور محدود جگہ سے پیوند تعلق پیدا کر کے باقی ممالک دنیا کو اپنے الہام اور کلام اور ہدایت اور افضال سے ہمیشہ کیلئے محروم رکہے ماسوا اس کے

بقیہ حاشیہ۔ مین تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو محمد ہے درج ہے اور اُسکے ٹالنے کے لئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہی کہ مسلمانون نے کسی زمانہ مین یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب برنباس مین درج کر دیا ہوگا یا خود کتاب تالیف کردی ہوگی گویا مسلمان لوگ کسی رات کو اتفاق کر کے مسیحی کتب خانون مین جا گہسے اور اپنی طرف سے برنباس کی انجیلون مین جابجا محمد نبی صلعم نام درج کر دیا یا جو یونانی یا عبرانی زبانون مین اپنی طرف سے انجیل برنباس بنا کر اور کئی ہزار نسخے اُسکے لکہکر پوشیدہ طور پر جبکہ عیسائی سوتے تھے وہ کتابین اُنکے کتب خانون مین رکہہ آئے لیکن ایک فاضل انگریز عیسائی جسنے کچہہ تہوڑا عرصہ ہوا قرآن شریف کا انگریزی مین ترجمہ کیا ہی اُسنے اپنے دیباچہ مین اس تقریب کے

*حاشیہ در حاشیہ متعلق صفحہ ۱۶۹ سرمہ چشم آریہ

اس انگریز کا نام جارج سیل صاحب ہے جو اکابر علماء عیسائیون سے ہے انکا ترجمہ قرآن شریف جو انکی طرف سے شائع ہو کر مطبع لنڈن فریڈرک وارن اینڈ کمپنی مین چھپا ہے اسکے پہلے دیباچہ مین مولف موصوف نے یہ عجیب تذکرہ کہ ایک بزرگ راہب انجیل برنباس پڑہکر اور اسمین پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مین کہلے کہلے طور پر پاکر مسلمان ہوگیا تہا اسطور سے (جو نیچے لکہا جاتا ہی) بیان کیا ہے۔

فرامیرنیو جو ایک عیسائی مانک یعنے ایک بزرگ راہب تہا وہ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجہہ کو ایک تحریر ایرنیس صاحب کی (جو ایک فاضل مسیحیون مین سے ہے) منجملہ انکی اور تحریرون کے جن مین وہ پولوس کے برخلاف ہے نظر سے گذری اس تحریر مین ایرنیس صاحب (جو پولوس عیسائی کے مخالف ہین) اپنے بیان کی صداقت کی بابت انجیل برنباس کا حوالہ دیتے ہین تب مین اس بات کا نہایت شائق ہوا کہ انجیل برنباس کو مین بہی دیکہون - اور اتفاقاً تقریب یہ نکل آئی کہ خدائے تعالی کے فضل و کرم نے پوپ پنجم کا مجہہ سے اتحاد و دوستانہ کرا دیا - ایک روز جبکہ پوپ موصوف کے کتب خانہ مین ہم دونون اکٹہے تہے اور پوپ صاحب سو گئے تہے مینے دل بہلانے کو انکی کتابون کا ملاحظہ کرنا شروع کیا سو سب سے پہلے جس کتاب پر میرا ہاتھ پڑا وہ وہی انجیل برنباس تہی جسکا مین متلاشی تہا اسکے ملجانے سے مجہے نہایت درجہ کی خوشی پہنچی اور مینے سوچا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چہپا رکہون - تب مین پوپ صاحب کے جاگنے پر انسے رخصت ہو کر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتہہ لیگیا جسکے پڑہنے سے مجہے دین اسلام نصیب ہوا دیکہو صفحہ نہم سطر چہارم ترجمہ قرآن شریف جارج سیل صاحب -

پہر صفحہ ۵۰ سطر ۲۴ - اسی ترجمہ مین جارج سیل صاحب اپنے عیسائی تعصب کی جوش سے یہ بے دلیل اور جہل بات لکہتے ہین کہ معلوم ہوتا ہی کہ انجیل برنباس جو ہے لفظ پیری قلیط (جسکا ترجمہ محمد ہے) مسلمانون نے داخل کر دیا ہوگا مگر یقین کیا جاتا ہی کہ یہ کتاب اصلی جعل مسلمانون کا نہین - یعنے مسلمانون نے اسمین صرف اسقدر جعل کیا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے آنکی پیشگوئی بتصریح نام اسمین لکہدی ہے اور جعل اسلئے ٹہرا کہ پیشگوئی صریح صریح اسمین موجود ہے جسکا ماننا حضرات عیسائیون کو کسی طرح سے منظور ہی نہین اور لطف یہ کہ آپ ہی اقراری ہین کہ اس پیشگوئی کو پڑہ کر بڑے بڑے نیک بخت اور فاضل راہب مسلمان ہوتے رہے ہین فتدبر - منہ

یہ کسقدر کہنا شاہی ظلم ہے کہ اس عجیب العقل پرمیشر نے تمام ہدایتون کو وید مین محدود رکھکر اور اپنی کلام اور الہام کو وید پر ختم کرکے پھر مُنہ کھولکر اُن رشیون کو یہ ہدایت نہ دی کہ دنیا مین میری اَور بندے بھی ہین جنمین کوئی اور بنی میری طرف سے پیدا نہین ہوسکتا کیونکہ خاص تم چارون ہی ہمیشہ کے لئے میرا یارانہ ہے سو تم اُن ملکون مین

بقیہ حاشیہ بیان ہین کہ انجیل برنباس مین پیشگوئی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے مین موجود ہے یہ قصہ تحریر کیا ہے کہ برنباس کی انجیل پوپ پنجم کے کتب خانہ مین تہی اور ایک راہب جو اُس پوپ کا دوست تھا اور مدت سے اِس انجیل کی تلاش مین تہا وہ پوپ کی الماری مین جبکہ پوپ سویا ہوا تہا اِس انجیل کو پاکر بہت خوش ہوا اور کہا کہ یہ میری وہ مراد ہے جو مدت کے بعد پوری ہوئی اور اُس انجیل کو اپنے دوست پوپ کی اجازت سے لیگیا اور نام آنحضرت صلعم کا یعنے محمد رسول اللہ صلعم کہلا کہلا انجیل مین لکہا ہوا دیکہکر مسلمان ہوگیا پس اِس فاضل انگریز کی اِس تحریر سے جو ہمارے پاس موجود ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہ کتاب پوپون کے کُتب خانون مین چارون انجیلون مین شامل کرکے عزت کے ساتہہ رکھی جاتی تہی تب ہی تو ایسے ایسے بزرگ اور فاضل راہب اُس انجیل کو پڑہکر مسلمان ہوتے تہے - پادری صاحبون نے مدت تک اپنی کتابون مین جو ہندوستان مین آکر اردو مین تالیف کین اِس انجیل کا کسی کتاب مین تذکرہ نہین کیا اور مسلمانون اور ہندون مین سے ایسے لوگ بہت کم ہونگے جنکو یہ معلوم ہوگا کہ عیسائیون کے پاس اِن چار انجیلون کے علاوہ پانچوین انجیل بہی ہے جسکو پڑہ کر بڑے بڑے فاضل اور خدا ترس راہب مسلمان ہوتے رہے ہین لیکن اب پادری صاحبون نے اسقدر اپنے مُنہ سے اقرار کرنا شروع کردیا ہے کہ محمد صاحب کا نام ہماری انجیل برنباس مین لکہا ہوا تو ضرور ہے مگر خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مسلمان نے لکہدیا ہوگا چنانچہ پادری ٹھاکرداس صاحب نے بہی اپنی اظہار عیسوی کے صفحہ ۳۳۲ مین کسیقدر عبارت انجیل برنباس کی جسمین نام آنحضرت صلعم یعنے محمد رسول اللہ صلعم ایک پیش گوئی حضرت مسیح مین لکہا ہوا ہے نقل کرکے آخر مین یہی ناکارہ اور فضول عذر پیش کردیا ہے کہ یہ یا تو کسی عیسائی کا اور یا کسی مسلمان کا جعل ہے لیکن اب تک عیسائی لوگ مسلمانون کے اِن سوالات کے مدیون ہین کہ وہ جعل کس مسلمان نے کیا اور کب کیا اور کس کس کے روبرو کیا اور کیون وہ جعلی کتابین پوپون کے متبرک کتب خانون مین الہامی کتابون کے ساتہہ بعزت تمام رکھی گئین اور کیون بڑے بڑے راہب اور فاضل پادری اُن کتابون کو پڑہ کر اور فی الحقیقت سچ سمجھ کر دین اسلام قبول کرتے رہے - اگر در خانہ کس است حرفے بس است -

بھی جاتا اور وید کو ساتھ لیجاتا و سونہ تو اُس پر پرمیشر نے اپنے رشیوں کو یہ پد آیت وغیرہ اور نہ دوسرے ملکوں پر
کبھی مستقل طور پر رحمت کی۔ ہزاروں اور لاکھوں آنہیں مکار اور فریبی تو آئے مگر صادق منجانب اللہ ملہم ہو کر ایک بھی
نہ آیا کیا یہ ایسا خیال ہے کہ کسی اعتبار کا نور قلب اسکو قبول کر سکتا ہے کیا خدا تعالیٰ جو رب العالمین ہے اسکی یہی سیرت

بقیہ حاشیہ ایک بڑی پیشگوئی حضرت مسیح کی جو انجیل متی باب ۲۱ میں لکھی ہے آنحضرت صلعم کی جلالیت
تامہ اور مظہر تام الوہیت ہونے میں ان لوگوں کے لئے بڑا قوی ثبوت ہے جو ذرا آنکھ کھولکر اس پیشگوئی کو
پڑھیں کیونکہ اس پیشگوئی میں جو آیت ۳۳ سے شروع ہوتی ہے اُن تینوں قسموں کے قرب کی خوب ہی
تصریح کی گئی ہے جنکا ثابت کرنا اس حاشیہ کا اصلی منشاء ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن نبیوں کو جو شریعت دیکر
کی حمایت کے لئے ان سے پہلے آئے تمثیلی طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے جو
پہلا درجہ ہے۔ اور پھر اپنے قرب کے دوسرے درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اُس مقام قرب کو
ظاہر فرمایا ہے۔ اور پھر تیسرا درجہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا جو بیٹے کے مارے جانیکے
بعد آئیگا جو باغ کا مالک اور نوکروں کا آقا اور اُس بیٹے کا باپ مجازی طور پر ہے یہ بات نہایت صاف
طور پر ظاہر ہے کہ جسطرح نوکروں کے آنے اور بیٹے کے آنے سے مراد وہ نبی ہیں جو وقتاً فوقتاً آتے گئے اسی طرح اس تمثیل میں
مالک باغ کے آنے سے بھی مراد ایک ایسا نبی ہے جو نوکروں اور بیٹوں سے بڑھکر ہے جو تیسرا درجہ قرب کا ختم ہوتا ہے وہ کون ہے ؟
وہی نبی ہے جسکا اسی انجیل متی میں فارقلیط کے لفظ سے وعدہ دیا گیا ہے اور جسکا صاف اور صریح نام محمد رسول اللہ انجیل
برنباس میں موجود ہے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مسیح جیسا ایک نبی قرب کے تینوں درجوں کا بیان کرتا ہوا صرف دو ٹکڑے
اُسمیں سے بیان کر کے رہجاتا اور تیسرے ٹکڑہ کے مصداق کیطرف کچھ بھی اشارہ نہ کرتا ہر ایک عاقل اس پیشگوئی پر
غور کرکے بیقین کامل سمجھیگا کہ یہ تینوں تمثیلیں تینوں قسم کے نبیوں کیطرف اشارات ہیں اور وہ تینوں قسم قرب ایک ایسی
ضروری اور شاندار صداقت ہے کہ بجز اُس خاص شخص کے جسکی عقل کو طوفان تعصب نے تحت الثریٰ میں ڈالدیا ہو
ہر ایک فرقہ اور قوم کا آدمی بمعارف یقینیہ سمجھ سکتا ہے۔
اور یہ بات کہ کیونکر اور کسطرح معلوم ہو کہ انسان کامل جو سب نبیوں سے اکمل اور مظہر اتم مرتبہ الوہیت اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زوجہ
مطہرہ آنحضرت صلعم کی ہونگی یہ قول غالباً اسی مناسبت سے پیدا ہوا ہے کہ جب عالم تمثیل میں حضرت مسیح آنحضرت صلعم
کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو انکی والدہ بطور زوجہ کے ہوئی منہ

صفت ہونی چاہئے ہو دیکھو اسکے مقابل پر کیا ہی سچا اور پر صداقت انصاف قول ہی جو قرآن شریف مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنے کوئی ملک آباد نہین جسمین پیغمبر اور مصلح نہین گذرا اور نیز فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی عادت اللہ قدیم سے یہی جاری ہی کہ جب زمین جاتی

بقیہ حاشیہ حقیقی طور پر درجہ سوم قرب سے ممتاز ہے وہ درحقیقت تمام بنی آدم مین سے ایک ہی ہے جو حضرت سیدنا و مولینا محمد ہین اور باقی سب رسل و غیر رسل اُس سے مراتب مین کم ہین ہان بعض طبائع ظلی طور پر حسب اندازہ و دائرہ استعداد اپنی کے اُس کمال کو پاتے ہین کہ حقیقی و اتم و اکمل و اشد و اجلی و اصفی و ارفع و اعلی طور پر کمال مرتبہ ثالثہ اُسیکو حاصل ہی اس سوال کے جواب مین ہم پہلے بھی کسیقدر تحریر کر آئے ہین کہ وجدان صحیح اور دلائل معقولہ اسبات کو چاہتے ہین کہ خدا تعالی جو واحد لاشریک ہی اور وحدت کو دوست رکھتا ہی وہ مصدر وحدت ہو یعنی اُسکا طرز پیدائش متفرق اور پریشان طور پر نہ ہو بلکہ اُسنے مخلوقات کے تمام افراد کو ایک حسن انتظام وحدت سے ظہور پذیر کیا ہو اور اسی پر ہمارا اتفاقی مشاہدہ بھی شہادت دے رہا ہی جب ہم چھوٹے چھوٹے کیڑون سے لیکر انسان تک نظر پہنچاتے ہین یا ہم ایک ایسے آدمی سے جسکی علمی و عملی قوتین نہایت ہی ضعیف یا پر ظلمت ہین ایک اعلی درجہ کی فطرت پر نگاہ ڈالتے ہین تو تمام سلسلہ مخلوقات کا ہمین یون نظر آتا ہی کہ گویا وہ ایک خط مستقیم عمودی ہی جسکی ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے۔ سو ہمین اس خط پر نظر ڈالنے سے بنا چاری ماننا پڑتا ہی کہ یہ سلسلہ مخلوقات ادنی مخلوق سے لیکر ایک اعلی مخلوق تک پہونچتا ہی اور ایسی عمدہ ترتیب سے یہہ سلسلہ اوپر کو چڑھتا ہی کہ بعض حیوان و میان مین ایسے آگئے ہین کہ اُنپر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ انسان اور حیوان مین برزخ ہین مثلاً بندر۔

اور یہ حقیقت کہ تمام کامل انسانون مین سے ایک ہی اکمل و اتم انسان پر ختم تمام سلسلہ کائنات ہوتا ہے یہ ایک ایسے دائرہ کے کھینچنے سے جو دو قوسون پر مشتمل ہو سمجھ مین آسکتا ہی جو ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ وجود واجب و ممکن جس تناسب سے روحانی طور پر واقعہ ہی اگر اُس امر معقول کو ایک صورت محسوسہ مین دکھلایا جائے تو ایک ایسے دائرہ کی شکل نکل آئیگی جسکا انقسام دو قوسون پر ہوگا جنمین سے ایک قوس اعلی اور دوسرا قوس ادنی ہوگا

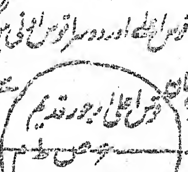

اسطرح پر قوس اعلے تقسیم و انقسام سے بکلی منزہ اور ہمیک عقل و فہم و قیاس و گمان سے بالاتر ہے لیکن قوس ادنی جو موجودات ممکن الوجود کا قوس ہے وہ باعتبار شدت و ضعف و زیادت و نقصان مراتب متفاوتہ و مختلفہ پر مشتمل ہی کیونکہ یہ

ہے تو اسے نئے سرے زندہ کرتا ہے یہ نہیں کہ ایک ہی بارش ہمیشہ کے لئے کفایت کرے خیال کرنا چاہئے کہ یہ
کیسی اعلے درجہ کی صداقت ہے جو الہامات تازہ بتازہ کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا لیکن وید کے رو سے تو کروڑ ہا برس
ہوئے کہ وہ بند ہو گیا اور اب بیچارے پرانے کاغذات پنڈتوں کی جیبوں میں اور پرانی الماریوں میں بھی پڑے ہیں جنکو کچھہ تو

بقیہ حاشیہ بات نہایت ظاہر ہے کہ انسانی ترقیات کا سارا سلسلہ وتر کے کسی ایک ہی نقطہ پر ختم
نہیں ہو سکتا وجہ یہ کہ جس نقطہ فطرتیہ سے کوئی نفس اوپر کو ترقی کرنا شروع کریگا اسکی سیدھی رفتار اسی نقطہ
انتہائی تک ہوگی جو اسکی جبلت اور استعداد کے پیش رو پڑا ہوا ہے اب فرض کرو کہ مثلاً نقاط ج د
ب ک جو استعدادات مختلفہ انسانیہ کے فطرتی نقطے ہیں نقاط ع ص ط م تک جو انکے پیش رو نقاط پڑے
ہیں جنکی طرف وہ بخط مستقیم قدم بڑھا سکتے ہیں ترقی کریں تو یہ خطوط مستقیمہ ترقی کی اپنی عمودی حالت میں وتر
کی ان ان نقاط کو جا ملینگے جو ٹھیک ٹھیک انکی محاذات میں پڑے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سفلی قوس
میں ایک نقطہ ایسا بھی ضرور ہے کہ جو ٹھیک ٹھیک نقطہ مرکز کی محاذی ہے اب فرض کرو کہ وہ نقطہ ج ہے جو مرکز
ع کے محاذی اسی طرح نقطہ د کا خط ص اور نقطہ ب کا خط ط اور نقطہ ک کا خط م کا محاذی ہے جبکہ یہ امر
بہ بداہت ظاہر ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ ثبوت ہندسہ سے باستعانت انیسویں شکل مقالہ اول اقلیدس و نیتالیسویں
شکل مقالہ مذکورہ بپایہ صداقت پہنچ سکتا ہے کہ اگر کسی طرف محیط کو کئے نقاط فرض کر کے قطر دائرہ تک خطوط
مستقیمہ عمودی حالت میں کھینچے جائیں تو سب سے بڑا وہ خط مستقیم ہوگا جو نقطہ مرکز تک پہنچیگا * اور یہ امر

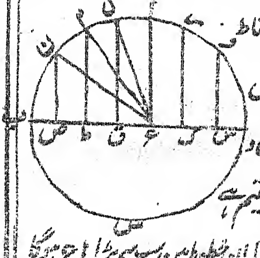

متعلقہ حاشیہ فرض کرو کہ دائرہ ا ب س ج کی قوس ب ج ل میں نقاط ف
و م ا ل م ن سے خطوط مستقیم و س ص د م ک د ا ع و ل
ق د م ط و ن ص د ج ب قطر کی نقاط س و ک و ع و ق و
ط و ص تک عمودی حالت میں کھینچے ہوئے ہیں اور ایک ا ع وہ خط مستقیم ہے
جو کہ مرکز ع تک کہ نقطہ ا کا محاذی ہے کھینچا ہوا ہے اب ہم ثابت کرینگے کہ ان خطوط میں سب سے بڑا ا ع ہوگا
جو مرکز تک کھینچا ہوا ہے۔ ملاؤ ع ل و ع م و ع ن پس جبکہ فرض کیا زاویہ ق قائم ہے تو بحکم ۳۲ شکل م ۱
زاویہ ل ع ق حادہ ہوا اسلئے (بحکم ۱۹ ش م ۱) کے ضلع ل ع بڑا ہوا ضلع ل ق سے اور بموجب فرض
کے زاویہ ق و ط ہر ایک قائم ہے اسلئے بحکم ۴۷ ش م ۱ مربع ع ل برابر ہوا مربع ل ق اور ق ع
کے اور مربع ع م کا برابر ہے مربع ع ط اور ط م کے ۔

نفسانی تحریفوں کے کیڑے نے کہا لیا اور کچھ وہ پہلے ہی سے بودی اور سوراخدار اور فطرتی عفونتوں کو ساتھ رکھتے ہیں۔

اب ہم اپنی پہلی کلام کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ وید برکات روحانیہ اور محبت الٰہیہ تک پہنچانے سے قاصر اور عاجز ہے اور کیونکر قاصر و عاجز نہ ہو وہ وسائل جنسے یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں یعنے طریقہ حقہ خداشناسی

بقیہ حاشیہ اسبات کو ثابت کرنیوالا ہے کہ نقطہ مرکز تمام نقاط وتر قوسین کی نسبت جو ترقیات انسانیہ کے انتہائی نشان ہیں ارفع واعلیٰ ہے پس اس سے بالضرورت ماننا پڑتا ہے کہ جسقدر مختلف استعدادیں جنس بشریت میں داخل ہیں انہیں سے صرف ایک ہی ایسی استعداد ہے جو سب استعدادات کی نسبت بلند تر و کامل تر ہے۔

اور ثبوت اسبات کا جو صاحب اُس استعداد کامل کا اصلی و حقیقی طور پر جناب سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ہیں ان پیشگوئیوں سے ہو سکتا ہے جنمیں سے بعض کو ہمنے اسی حاشیہ میں لکھدیا ہے اور نیز ایک عمدہ ثبوت اسبات کا قرآن شریف سے بھی ملسکتا ہے کیونکہ کمالیت وحی حسب کمالیت مورد وحی ہوا کرتی ہے جسقدر کسی مورد وحی کی استعداد بلند ہوتی ہے جو ہر فطرت مصفا ہوتا ہے۔ جذبات محبت نمایاں ہوتی ہیں اور حرکت شوقیہ میں تیزی اور گرمی ہوتی ہے اور وفا اور صدق میں قیام اور استحکام ہوتا ہے اُسیقدر اُسکی وحی میں کمال ہوتا ہے۔ اب ہمارا طریقہ یہ دعویٰ ہے جسکو ہم مقابل ہر ایک فریق کے ثابت کرنیکو تیار ہیں کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف اور برکات اور علوم میں ہر ایک وحی سے اقویٰ و اعلیٰ ہے اور اسکے اثبات میں کسیقدر ہم کتاب براہین میں لکھ بھی چکے ہیں اور اکثر حصہ اُس کتاب کا جو انشاء اللہ رسالہ سراج منیر کے بعد چھپنا شروع ہوگا انہیں ثبوتوں سے بھرا ہوا ہے اور ہمنے اپنی کتاب براہین میں جسکے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے نہایت معقول اور مدلل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ فی الحقیقت قرآن شریف اپنے معارف اور حکمتوں اور پُر برکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اُس حد تک پہونچا ہوا ہے جس تک پہونچنے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں اور جسکا مقابلہ کوئی بشر نہیں کرسکتا اور نہ کوئی دوسری کتاب کرسکتی ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ چونکہ (بحکم ۵ احد م ۱) خط مستقیم ع ل برابر ہے ع م کے اسلئے مربع ع ق اور ق ل کا برابر ہوا مربع ع ط اور ط م کے اور ظاہر ہے کہ خط ع ق چھوٹا ہے ع ط سے اسلئے مربع ل ق بڑا ہوا مربع م ط سے پس خط مستقیم ل ق بڑا ہوا خط مستقیم م ط سے اسی طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ م ط بڑا ہے ن ص سے علی ہذا ثابت ہو سکتا ہے کہ ا ع بڑا ہے م ک سے اور م ک بڑا ہے و س سے۔ پس ثابت ہوا کہ ا ع جو مرکز تک کھینچا ہے سب خطوط سے بڑا ہے یہی ہمارا دعویٰ تھا فقط منہ

ومعرفت ذات الٰہی وبجاآوری اعمال صالحہ وتحصیل اخلاق مرضیہ وتزکیہ نفس عن رذائل نفسیہ ان سب معارف کے صحیح اور حق طور پر بیان کرنے سے وید بکلی محروم ہے کیا کوئی آریہ صفحہ زمین پر ہے کہ ہمارے مقابل پر ان امور مین وید کا قرآن شریف سے مقابلہ کرکے دکھلا دے؟ اگر کوئی زندہ ہو تو ہمین اطلاع دے اور جس امر مین امور دینیہ مین سے چاہے اطلاع دے تو ہم ایک رسالہ بالتزام آیات بینات ودلائل عقلیہ قرآنی تالیف کرکے اس غرض سے شائع کر دینگے کہ تا اسی التزام سے وید کے معارف اور اسکی فلاسفی دکھلائی جائے اور اس تکلیف کشی کے عوض مین ایسے ویدخوان کے لئے ہم کسیقدر انعام بھی کسی ثالث کے پاس جمع کرا دینگے جو غالب ہونیکی حالت مین اسکو ملے گا۔ شرط یہی ہے کہ وہ ویدون کو پڑھ سکتا ہو تا ہمارے وقت کو ناحق ضائع نہ کرے۔

جاننا چاہیے کہ جو شخص حق سے اپنے تئین آپ دور لیجاوے اسکو ملعون کہتے ہین اور جو حق کے حاصل کرنے مین اپنے نفس کی آپ مدد کرے اسکو مقرون کہتے ہین اب ہمارے مقابل پر مقرون یا ملعون بننا آریونکے ہاتھ مین ہے اگر کوئی باتمیز آریہ جو ویدونکی حقیقت سے خبر رکھتا ہو موازنہ ومقابلہ وید وقرآن کی نیت سے تین ماہ کے عرصہ تک میدان مین آگیا اور ہماری طرف کے جو رسالہ بحوالہ آیات ودلائل قرآنی تالیف ہوویگا اسکی شہرت ہونیکے روز سے اسی قدر کرکے دکھلایا تو اُسنے وید اور وید کے پیرو ون کی

بقیہ حاشیہ اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریم کی رسالت ثابت کرنیکے لئے یہی بڑا بھاری معجزہ اہل اسلام کے ہاتھ مین ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے جو اب بھی ایسا تازہ بتازہ موجود ہے جیسے آنحضرت صلعم کے وقت مین موجود تھا اور اب بھی مخالفون کو ویسا ہی لاجواب اور رسوا کر رہا ہے جیسے وہ پہلے کرتا تھا اب اس تمام تقریر کا مدعا وخلاصہ یہ ہے کہ عند العقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر تقسیم ہین اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیدنا مولینا محمد مصطفٰے صلعم کیلئے مسلم ہے جسکی شعاعین ہزارہا دلونکو منور کر رہی ہین اور بیشمار سینون کو اندرونی ظلمتون سے پاک کرکے نور قدیم تک پہنچا رہی ہین۔ وللہ در القائل ؎ محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا۔ کرے ہے روح قدس جسکے در کی دربانی ٭ اُسے خدا تو نہین کہہ سکون پہ کہتا ہون۔ کہ اُسکی مرتبہ دانی مین ہے خدا دانی ٭ کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جسنے محمد مصطفٰے صلعم کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کرلیا اللّٰھم صل علی سیدنا ومولینا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ الحمد للہ الذی ھدیٰ قلبنا لحبہ ولحب رسولہ وجمیع عبادہ المقربین

تا بچشم نظر شد از مہر وماہ مارا۔ کر دست سیم خالص قلب سیاہ مارا ٭ لطف عمیم دلبر در دم مرا نجواند۔ ہر چند سے زنند این اغیار راہ مارا ٭ مدکوئے دلستانم چون خاک کو شب وروز۔ دیگر نشان چہ باشد اقبال وجاہ مارا ٭

عزت رکھہ لی اور مقرون کے معزز خطاب سے ملقب ہوگیا لیکن اگر اس عرصہ مین کسی ویدوان نے تحریک نہ
کی تو وہ خطاب جو مقرون کے مقابل پر ہے سب نے اپنے لئے قبول کرلیا اور اگر پھر بھی باز نہ آوین تو آخر
الحیل مباہلہ ہے جسکی طرف ہم پہلے اشارت کر آئے ہین مباہلہ کے لئے ویدخوان ہونا ضروری نہین ہان با تمیز
اور ایک باعزت اور نامور آریہ ضرور چاہئے جسکا اثر دوسرون پر بھی پڑہ سکے سو سب سے پہلے لالہ مرلیدہر
صاحب اور پھر لالہ جیون داس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور اور پھر منشی اندرمن صاحب مرادآبادی اور پھر کوئی
اور دوسرے صاحب آریون مین سے جو معزز اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہون مخاطب کئے جاتے ہین کہ اگر وہ وید کی اُن
تعلیمون کو جنکو کسیقدر ہم اس رسالہ مین تحریر کر چکے ہین۔ فی الحقیقت صحیح اور سچی سمجھتے ہین اور اُن کے مقابل
جو قرآن شریف کے اصول و تعلیمین اسی رسالہ مین بیان کی گئی ہین اُنکو باطل اور دروغ خیال کرتے ہین تو اس بارہ
مین ہم سے مباہلہ کرلین اور کوئی مقام مباہلہ کا برضامندی فریقین قرار پاکر ہم دونون فریق تاریخ مقررہ پر اُس جگہ
حاضر ہوجائین اور ہر ایک فریق مجمع عام مین اُٹھکر اُس مضمون مباہلہ کی نسبت جو اس رسالہ کے خاتمہ مین بطور نمونہ
اقرار فریقین قلم جلی سے لکہا گیا ہے تین مرتبہ قسم کہا کر تصدیق کرین کہ ہم فی الحقیقت اُسکو سچ سمجھتے ہین اور اگر
ہمارا بیان راستی پر نہین تو ہمپر اسی دنیا مین وبال اور عذاب نازل ہو۔ غرض جو جو عبارتین ہر دو کاغذ مباہلہ
مین مندرج ہین جو جانبین کے اعتقاد مین بحالت دروغگوئی عذاب مترتب ہونیکے شرط پر اُنکی تصدیق
کرنی چاہئے اور پھر فیصلہ آسمانی کے انتظار کے لئے ایک برس کی مہلت ہوگی پہر اگر برس گذرنے کے بعد
مؤلف رسالہ ہذا پر کوئی عذاب اور وبال نازل ہوا یا حریف مقابل پر نازل نہوا تو ان دونون صورتون مین
یہہ عاجز قابل تاوان پانسو روپیہ ٹھہریگا جسکو برضامندی فریقین خزانہ سرکاری مین یا جسجگہ باسانی وہ روپیہ
مخالف کو ملسکے داخل کردیا جائیگا اور در حالت غلبہ خود بخود اُس روپیہ کے وصول کرنیکا فریق مخالف
مستحق ہوگا اور اگر ہم غالب آئے تو کچھہ بھی شرط نہین کرتے کیونکہ شرط کے عوض مین وہی دُعا کے آثار کا ظاہر
ہونا کافی ہے اب ہم ذیل مین مضمون ہر دو کاغذ مباہلہ کو لکھکر رسالہ ہذا کو ختم کرتے ہین و باللہ التوفیق ❊

نمونہ مضمون مباہلہ از جانب مؤلف رسالہ ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد حمد وصلوۃ مین عبد اللہ الاحد الصمد احمد ولد میرزا غلام مرتضی صاحب مرحوم (جو مؤلف کتاب براھین احمدیہ ہون) حضرت خداوند کریم جلشانہ وعزاسمہ کی قسم کہا کر کہتا ہون کہ مینے اکثر حصہ اپنی عمر عزیز کا تحقیق دین مین خرچ کرکے ثابت کر لیا ہے کہ دنیا مین سچا اور منجانب اللہ مذہب دین اسلام ہی ہے اور حضرت سیدنا ومولینا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالی کے رسول اور افضل الرسل ہین اور قرآن شریف اللہ جلشانہ کا پاک وکامل کلام ہے جو تمام پاک صداقتون اور سچائیون پر مشتمل ہے اور جو کچھ اُس کلام مقدس مین ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی اپنے وجوب ذاتی اور قدامت ہستی اور قدرت کاملہ اور اپنے دوسرے جمیع صفات مین واحد لاشریک ہے اور سب مخلوقات کا خالق اور سب ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ ہے اور صادق اور وفادار ایمان والون کو ہمیشہ کے لئے نجات دیگا اور وہ رحمان اور رحیم

اور توبہ قبول کرنیوالا ہے ایسا ہی دوسری صفات الٰہیہ و دیگر تعلیمات جو قرآن شریف
مین لکھی ہین یہ سب صحیح اور درست ہین اور مین دلی یقین سے ان سب امور کو سچ جانتا
ہون اور دل وجان سے اُن پر یقین رکھتا ہون اور اگرچہ انکی سچائی پر صدہا عقلی دلائل
جو قطعی اور یقینی ہین اللہ جلشانہ نے مجھکو عطا کی ہین لیکن ایک اور فضل اُسکا مجھپر یہ بھی
ہوا ہے جو اُسنے براہ راست مجھکو اپنے کلام اور الہام سے مشرف کرکے دوہرا ثبوت
ان سچائیون کا مجھکو دیا ہے اب میری حالت ہے کہ جیسے ایک شیشہ عطر خالص سے
بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میرا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن
شریف تمام برکات دینیہ کا مجموعہ ہے اور فی الحقیقت خدا تعالیٰ سب موجودات کا موجد
اور تمام ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ اور ہر قسم کی خیر اور نیکی اور فیض کا مبدء ہے اور
اسکا پاک رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سچا و صادق و
کامل نبی ہے جسکی پیروی پر فلاح آخرت موقوف ہے لیکن میرا فلان مخالف (اسجگہ
اس مخالف کا نام جو مباہلہ کے لئے بالمقابل آئیگا لکھا جائیگا) جو اسوقت میرے
مقابلہ کے لئے حاضر ہے یہ دعوی کرتا ہے کہ نعوذ باللہ جناب سیدنا محمد مصطفیٰ سچے نبی

نہیں ہیں اور جعلسازی سے قرآن شریف کو بنا لیا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ خدا تعالی ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ نہیں اور کسی نبی یا اوتار اور سچے ایماندار کو نجات ابدی کبھی نہیں ملیگی اور جو کچھ ویدوں میں بھرا ہوا ہے وہ حقیقت میں سب سچ ہے اور اُسکے برخلاف جو قرآن شریف میں ہے وہ سب جھوٹ ہے سو اے خدائے قادر مطلق تو ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر اور ہم دونوں میں سے جو شخص اپنے بیانات میں اور اپنے عقائد میں جھوٹا ہے اور بصیرت کی راہ سے نہیں بلکہ تعصب اور ضد کی راہ سے ایسی باتیں منہ پر لاتا ہے جنپر یقین کرنے کیلئے اُسکے پاس کوئی قطعی دلیل اُسکے ہاتھ میں نہیں اور نہ اُسکا دل نور یقین سے بھرا ہوا ہے بلکہ سراسر ضد اور طرفداری اور نا خدا ترسی سے ایسی باتیں بناتا ہے جنپر اُسکا دل قایم نہیں اُسپر تو اے قادر کبیر ایکسال تک کوئی اپنا عذاب نازل کر اور اسکی پردہ دری کر جو شخص حق پر ہے اُسکی مدد فرما اور ذلت سے بھرے ہوئے دکھ کی مار ایسے شخص کو پہنچا کہ جو دانستہ سچائی سے دور اور راستی کا دشمن اور راستبازوں کا مخالف ہے کیونکہ سب قدرت اور انصاف اور عدالت تیرے ہی ہاتھ میں ہے آمین یا رب العالمین ؂

نمونہ مضمون مباہلہ از طرف آریہ صاحب فریق مخالف

میں فلان ابن فلان قسم کھاکر اور حلف اُٹھاکر کہتا ہوں کہ میں نے اول سے آخر تک رسالہ سرمہ چشم آریہ کو پڑھ لیا اور اُسکے دلایل کو بخوبی سمجھ لیا میرے دلپر ان دلیلوں نے کچھ اثر

نہیں کیا اور نہ میں انکو سچ سمجھتا ہوں اور میں اپنے پرمیشر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ وید میں لکھا
ہے میں اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہوں کہ میری روح اور جیو کا کوئی رب یعنی پیدا کنندہ نہیں ایسا ہی میرا
جسمی مادہ بھی پیدا کرنیوالے سے بکلی بے نیاز ہے میں پرمیشر کیطرح خود بخود ہوں اور واجب الوجود اور
قدیم اور انادی ہوں میری روح اور میرا جسمی مادہ کسی دوسرے کے سہارے سے نہیں بلکہ قدیم سے یہ دونوں
ٹکڑے میرے وجود کے قائم بالذات ہیں ایسا ہی وید کی اس تعلیم پر بھی میرا کامل یقین ہے کہ مکتی یعنی نجات
ہمیشہ کے لئے کسیکو نہیں مل سکتی اور ہمیشہ عزت کے بعد ذلت کا دورہ لگا ہوا ہے میں
وید کی ان سب تعلیموں کو دلی یقین سے مانتا ہوں کہ پرمیشر ایک ذرہ کو پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں اور نہ بغیر
عمل کسی عامل کے ایک ذرہ کسی پر رحمت کر سکتا ہے اور نہ بغیر ہزاروں جونوں میں ڈالنے کے ایک ذرہ گناہ توبہ
یا استغفار یا سچی پرستش اور محبت سے بخش سکتا ہے اور میں وید کے رو سے اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ چاروں وید
ضرور ایشر کا کلام ہے جو ہمیشہ اور قدیم سے ہر ایک دنیا میں ہماری ہی آریہ دیس میں چار رشیوں پر جو اگنی اور وایو
وغیرہ ہیں اترتا رہا ہے کبھی اس سے باہر نہیں اترا اور نہ کبھی ہماری زبان سنسکرت کے سوا کسی دوسری زبان میں آیا
اور ہمارے دیس سے باہر جو ہزاروں پیغمبر آئے ہیں اور کئی کتابیں لائے ہیں میں دلی یقین سے ان سب کو
جعلساز اور انکی کتابوں کو جعلی تحریریں خیال کرتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ ان غیر ملکوں میں

جھوٹے اُترے ہیں کبھی ایک الہام بھی سچا نہیں آیا اور یہ سچائی ہمارے آریہ بیچ ہی خاص ہے اور اُسی سے
پرمیشر کا دائمی تعلق اور پیوند رہا ہے اور ہمیشہ آئندہ بھی اُسی سے رہیگا ایسا ہی میں قرآن اور اُسکی اصولوں
اور تعلیمونکو جو وید کے اصولوں اور تعلیموں سے برخلاف ہے جھوٹ اور جعل جانتا ہوں لیکن میرا فریق
مخالف جو مؤلف رسالہ سرمہ چشم آریہ ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے اور اُسکی سب تعلیمونکو درست
اور صحیح سمجھتا ہے اور وید اور اُسکے ان اصولوں اور دوسری تعلیمونکو جو قرآن کے مخالف ہیں سراسر غلط
اور جھوٹ خیال کرتا ہے سو اب اے پرمیشر تو ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر اور جس فریق کے اصول اور
اعتقاد جھوٹے اور ناپاک ہیں جنکو وہ کسی ناپاک کتاب کے رو سے مانتا ہے اُسکو ذلیل اور رسوا کر اور ہم دونوں
میں سے وہ شخص جو تیری نظر میں کاذب اور دروغگو ہے اور اُسکے عقائد اور اصول تیری [illegible] ہیں اور
ہتک عزت کا موجب ہیں اور دانستہ اُنکا پابند ہو رہا ہے اُسکو اے پرمیشر ایسے دُکھ کی مار پہنچا
اور ایسی لعنت سے بھری ہوئی اُسکی رسوائی کر کہ ایک سال کے عرصہ تک وہ لعنت کا اثر جو عذاب
مولم ہے ظاہر ظاہر اُسکو پہنچ جائے اے پرمیشر تو ایسا ہی کر کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے
حضور میں عزت نہیں پا سکتا - آمین فقط

تمت

اشتہار مفید الاخیار

جاگو جاگو آریو نیند نکرو پیا

چونکہ آجکل اکثر ہندوون اور آریون کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ وہ کچھ کچھ کتابین عیسائیون کی جو اسلام کی نکتہ چینی مین لکھی گئی ہین دیکھکر اور انپر پورا پورا اطمینان کرکے اپنے دلون مین خیال کر لیتے ہین کہ حقیقت مین یہ اعتراضات درست اور واقعی ہین - اسلئے قرین مصلحت سمجھکر اس عام اشتہار کے ذریعے سے اطلاع دیجاتی ہے کہ اول تو عیسائیون کی کتابون پر اعتماد کر لینا اور براہ راست کسی فاضل اہل اسلام سے اپنی عقدہ کشائی نہ کرنا اور اپنے اوہام فاسدہ کا محققین اسلام سے علاج طلب نہ کرنا اور خائنین عناد پیشہ کو امین سمجھ بیٹھنا سراسر خلاف راستی ہے جس سے طالب حق کو پرہیز کرنا چاہئے - دانشمند لوگ خوب جانتے ہین کہ یہ جو پادری صاحبان پنجاب اور ہندوستان مین اکثر اپنے مذہب کی تائید مین دن رات ہزارہا منصوبے باندھ رہے ہین یہ اُن کے جوش ایمانی کا اقتضا نہین بلکہ انواع اقسام کے اغراض نفسانی انکو ایسے کامون پر آمادہ کرتے ہین اگر وہ انتظام مذہبی جس کے باعث سے یہ لوگ ہزارہا روپیہ تنخواہین پاتے ہین درمیان سے اُٹھایا جاوے تو پھر دیکھنا چاہئے کہ ان کا جوش و خروش کہان ہے - سوا اسکے ان لوگون کی ذاتی علمیت اور دماغی روشنی بھی بہت کم ہوتی ہے اور یوروپ کے ملکون مین جو واقعی دانا اور فلاسفر اور دقیق النظر ہین وہ پادری کہلانے سے کراہت اور عار رکھتے ہین اور انکو انکے بیہودہ خیالات پر اعتقاد نہین

بلکہ یورپ کے عالی دماغ حکما کی نگاہون مین پادری کا لفظ ایسا خفیف اور دور از فضیلت سمجھا جاتا ہے کہ گویا اُس لفظ سے یہ مفہوم لازم پڑا ہوا ہے کہ جب کسیکو پادری کر کے پکارا جاوے تو ساتھ ہی دل مین یہ بھی گذر جاتا ہے کہ یہ شخص اعلےٰ درجہ کی علمی تحصیلون اور لیاقتون اور بایک خیالات سے بے نصیب ہے۔ اور جسقدر اِن پادری صاحبان نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کر کے اور بار بار ٹھوکرین کھا کر اپنے خیالات مین پیش کھائے ہین اور طرح طرح کی ندامتین اُٹھا کر پہلے اپنے قول سے رجوع کیا ہے یہ بات اُس شخص کو بخوبی معلوم ہوگی کہ جو اِن کے اور فضلا اسلام کے باہمی مباحثات کی کتابون پر ایک محیط نظر ڈالے۔ ان کے اعتراضات تین قسم سے باہر نہین۔ یا تو ایسے ہین کہ جو سراسر افترا اور بہتان ہے جنکی اصلیت کسی جگہ پائی نہین جاتی اور یا ایسے ہین کہ فی الحقیقت وہ باتین ثابت تو ہین لیکن محل اعتراض نہین محض سادہ لوحی اور کور باطنی اور قلت تدبر کی وجہ سے انکو جائے اعتراض سمجھ لیا ہے اور یا بعض ایسے امور ہین کہ کسیقدر تو سچ ہین جو ایک ذرہ جائے اعتراض نہین ہوسکتی اور باقی سب بہتان اور افترا ہین جو اُنکے ساتھ ملائے گئے ہین۔ اب افسوس تو یہ ہے کہ آریون نے اپنی گھر کی عقل کو بالکل استعفا دیکر اُنکی تمام دور از صداقت کاروائیون کو سچ سچ صحیح اور درست سمجھ لیا ہے اور بعض آریہ ایسے بھی ہین کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ کسی جگہ سے ادھورا سا دیکھکر یا کوئی قصہ بے سروپا کسی جاہل یا مخالف سے سُنکر جھٹ پٹ اُسکو بنائے اعتراض قرار دیدیتے ہین سچ تو یہ ہے کہ جس شخص کے دلمین خدا تعالیٰ کا خوف نہین ہوتا اُسکی عقل بھی بباعث تعصب اور عناد کی زہرون کے نہایت ضعیف اور مُردہ کیطرح ہو جاتی ہے اور جو بات عین حکمت اور معرفت کی ہو وہ اُسکی نظر سقیم مین سراسر عیب دکھائی دیتی ہے سو اسی خیال سے یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے اور ظاہر کیا جاتا ہے کہ جسقدر اصول اور تعلیمین قرآن شریف کی ہین وہ سراسر حکمت اور معرفت اور سچائی سے بھری ہوئی ہین اور کوئی بات اُن مین ایک ذرا مواخذہ کے لائق نہین اور چونکہ ہر ایک مذہب کے اصولون اور تعلیمون مین صدہا جزئیات ہوتی ہین اور اُن سب کی کیفیت کا معرض بحث مین لانا ایک بڑی مہلت کو چاہتا ہے اسلئے ہم اِس بارہ مین قرآن شریف کے اصولون کے منکرین کو ایک نیک صلاح دیتے ہین کہ اگر اُنکو اصول اور تعلیمات قرآنی پر اعتراض ہو تو مناسب ہے کہ وہ اول بطور خود خوب سوچکر دو تین ایسے بڑی سے بڑے اعتراض بحوالہ آیات قرآنی پیش کرین جو اُنکی دانست مین

سب اعتراضات سے ایسی نسبت رکھتے ہون جو ایک پہاڑ کو ذرہ سے نسبت ہوتی ہے یعنی انکے سب
اعتراضون سے انکی نظر مین اقوی ہو اشد اور انتہائی درجہ کے ہون جنپر انکی نکتہ چینی کی پرزور نگاہین
ختم ہوگئی ہون اور نہایت شدومد سے دوڑ دوڑ کر انہین پر جا ٹھہری ہون سو ایسے دو باتین اعتراض
بطور نمونہ پیش کر کے حقیقت حال کو آزما لینا چاہیئے کہ اس سے تمام اعتراضات کا بآسانی فیصلہ
ہوجاویگا کیونکہ اگر بڑے اعتراض بعد تحقیق ناچیز نکلے۔ تو پھر یہ چھوٹے اعتراض ساتھ ہی نابود ہو جاوینگے
اور اگر ہم اُن کا کافی وشافی جواب دینے سے قاصر رہے اور کم سے کم یہ ثابت نہ کر دکھایا کہ جن اصولون
اور تعلیمون کو فریق مخالف نے بمقابلہ ان اصولون اور تعلیمون کے اختیار کر رکھا ہے وہ ان کے
مقابل پر نہایت درجہ رذیل اور ناقص اور دور از صداقت خیالات ہین تو ایسی حالت مین فریق مخالف
کو درحالت مغلوب ہونے کے فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دیا جاویگا۔ لیکن اگر فریق مخالف
انجام کار جھوٹا نکلا اور وہ تمام خوبیان جو ہم اپنے اُن اصولون یا تعلیمون مین ثابت کر کے دکھلاوین
بمقابل انکے وہ اپنے اصولون مین ثابت نہ کرسکا تو پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ اُسے بلاتوقف مسلمان
ہونا پڑیگا اور اسلام لانے کے لیئے اول حلف اُٹھا کر اسی عہد کا اقرار کرنا ہوگا اور پھر بعد مین ہم
اُس کے اعتراضات کا جواب ایک رسالہ مستقلہ مین شائع کراوینگے۔ اور جو اُنکے بالمقابل
اصولون پر ہماری طرف سے حملہ ہوگا اُس حملہ کے مدافعت مین اُسپر لازم ہوگا کہ وہ بھی ایک
مستقل رسالہ شائع کرے اور پھر دونون رسالون کے چھپنے کے بعد کسی ثالث کی رائے پر یا خود
فریق مخالف کے حلف اُٹھانے پر فیصلہ ہوگا جس طرح وہ راضی ہوجائے لیکن شرط یہ ہے
کہ فریق مخالف نامی علمائے مین سے ہو اور اپنے مذہب کی کتاب مین مادہ علمی بھی رکھتا ہو
اور بمقابل ہمارے حوالہ اور بیان کے اپنا بیان بھی بحوالہ اپنی کتاب کے تحریر کرسکتا ہو تا ناحق
ہماری اوقات کو ضائع نہ کرے۔ اور اگر اب بھی کوئی نامنصف ہماری اس صاف صاف
منصفانہ طریق سے گریز اور کنارہ کر جائے اور بدگوئی اور دشنام دہی اور توہین اسلام
سے بھی باز نہ آوے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ وہ کسی حالت مین اُس لعنت کے
طوق کو اپنے گلے سے اوتارنا نہین چاہتا کہ جو خدائے تعالی کی عدالت اور انصاف نے
جھوٹون اور بے ایمانون اور بدزبانون اور بخیلون اور متعصبون کے گردن کا ہار کر رکھا

RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

ہے - وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ -

بالآخر واضح ہے کہ اس اشتہار کے جواب مین ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے تین ماہ تک کسی پنڈت یا پادری جواب دہندہ کا انتظار کیا جائیگا اور اگر اس عرصہ مین علماے آریہ وغیرہ خاموش رہے تو انہین کی خاموشی اُن پر حجت ہوگی ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد مؤلف رسالہ سرمہ چشم آریہ

Checked
1987

داخلہ نمبر	۳۳/۱۲۵
فن نمبر	الف ۲۵
کتاب نمبر	